قرآن اور ھدایاتِ قرآن

ایک جھلک

مفتی زید بن عبدالرحمان فلاحی پالن پوری

استاذ تفسیر جامعہ، موٹی دمن

مکتبۂ باب العرفان

دمن (الھند)

قرآن اور ھدایات قرآن
ایک جھلک

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

مفتی زید بن عبد الرحمان فلاحی پالن پوری
استاذ تفسیر جامعہ، موٹی دمن

مکتبۂ باب العرفان
دمن (الھند)

تفصیلات

نام کتاب : قرآن اور ہدایت قرآن ایک جھلک
مؤلف : مفتی زید بن عبد الرحمان پالن پوری
استاذ حدیث وتفسیر جامعہ نور الاسلام (موٹی دمن)
ٹائپنگ : مولانا سکندر صاحب واپی
فاضل دار العلوم ہدایت الاسلام (عالی پور)
طباعت : فلاحی پرنٹرس اینڈ بائنڈرس، مالیگاؤں
ناشر : مکتبہ باب العرفان

ملنے کا پتہ

مکتبہ باب العرفان (دمن)	9016542934
مکتبہ مومن نگر (ممبئی جوگیشوری)	9029674616
مکتبہ محمدیہ ترکیسر	7874367207
ادارۃ الصدیق ڈابھیل	9913319190
رشیدیہ کتب خانہ چھاپی	9904111938
جمبوسر بھروچ	9898484860

فہرست

(۱) پیش لفظ: حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب ندوی دامت برکاتہم
(۲) عرض مرتب
(۳) قرآن مجید اور اللہ کا تعارف
(۴) قرآن مجید اور نبی کی حیثیت
(۵) حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان
(۶) حضرت آدم وحواء کا زمین پر قدم
(۷) حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے
(۸) حضرت موسی علیہ السلام کی پیدائش اور فرعون کے گھر میں پرورش
(۹) حضرت موسی علیہ السلام کا مصر سے نکلنا
(۱۰) مصر سے مدین کی جانب ہجرت
(۱۱) حضرت موسی علیہ السلام کا نکاح
(۱۲) حضرت موسی علیہ السلام نبی بنائے گئے
(۱۳) فرعون کے دربار میں دعوت حق
(۱۴) فرعون کا پہلا وار اور ہار
(۱۵) فرعون کا اعلان قتل (دوسرا وار)
(۱۶) اللہ تعالی کا پیار اور الارم
(۱۷) اللہ کی پکڑ اور بنی اسرائیل کی روانگی
(۱۸) اللہ تعالی کی نعمتیں اور بنی اسرائیل کی شرارتیں
(۱۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور باپ کو دعوت حق

(۲۰) قوم کو دعوت اسلام
(۲۱) بادشاہ کو دعوت حق
(۲۲) اللہ کی خاطر سب چھوڑ دیا
(۲۳) اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہونے کے لئے سوال
(۲۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں بیٹے کی پیدائش
(۲۵) اکلوتے بیٹے کی قربانی
(۲۶) توحید کا مرکز بناؤ
(۲۷) حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی خباثت
(۲۸) حضرت نوح علیہ السلام اور دعوتِ حق
(۲۹) حضرت ھود علیہ السلام اور دعوتِ حق
(۳۰) حضرت صالح علیہ السلام اور دعوتِ حق
(۳۱) حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام
(۳۲) حضرت یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں
(۳۳) جیل خانہ میں دعوتِ حق
(۳۴) بادشاہ کا خواب اور حضرت کی دی ہوئی تعبیر
(۳۵) حضرت یوسف علیہ السلام وزیر خزانہ
(۳۶) حضرت شعیب علیہ السلام اور حقوق العباد کی حفاظت
(۳۷) حضرت داؤد علیہ السلام اور خلافت کا قیام
(۳۸) معجزات اور خصوصیات
(۳۹) حضرت سلیمان علیہ السلام اور باپ کے مشن کی توسیع

(۴۰) ملکۂ سبا کو دعوت اسلام
(۴۱) حضرت الیاس علیہ السلام اور دعوتِ حق
(۴۲) حضرت ایوب علیہ السلام اور آپ کا بے مثال صبر
(۴۳) حضرت یونس علیہ السلام اور آپ کی بے چینی
(۴۴) حضرت عزیر علیہ السلام تورات کے حافظ
(۴۵) حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کے سوالی
(۴۶) حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کے بندے
(۴۷) حضرت عیسی علیہ السلام اور آپ کا مشن
(۴۸) حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ کے یہود کی بیماریاں
(۴۹) عیسی بن مریم کے بارے میں دو جماعتیں
(۵۰) اصحاب کہف اور ان کا فولادی ایمان
(۵۱) مال کو ذاتی سمجھنے کا فتنہ (باغ والوں کا واقعہ)
(۵۲) بڑا سمجھنے کا فتنہ (حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کا واقعہ)
(۵۳) حضرت ذوالقرنین اور صلاحیت کا صحیح استعمال
(۵۴) قوم سبا اور اللہ کی ناشکری
(۵۵) سورۂ یسٓ اور اہل حق کا واقعہ
(۵۶) آگ میں کود پڑے مگر ایمان نہ چھوڑا (سورۂ بروج کا واقعہ)
(۵۷) سورۂ فیل اور ابرہہ کی تباہی
(۵۸) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول
(۵۹) دعوت کا اعلان

(٦٠) مسلمانوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا (ہجرت اور بدر)
(٦١) غزوۂ اُحد اور مشرکین کا انتقام
(٦٢) غزوۂ بنو نضیر اور یہود کی سازش
(٦٣) غزوۂ احزاب اور اکٹھا حملہ
(٦٤) غزوۂ بنو المطلق اور ماں عائشہ پر تہمت
(٦٥) غزوۂ بنو قریظہ اور یہود کی شرارت
(٦٦) واقعہ حدیبیہ
(٦٧) فتح مکہ اور پیغمبرانہ شان
(٦٨) غزوۂ حنین اور دو قبائل کی جاہلیت
(٦٩) غزوۂ تبوک اور کڑا امتحان
(٧٠) قرآن مجید اور آخرت (بدلے کا جہاں)
(٧١) پنر جنم
(٧٢) قرآن مجید اور جنت و جہنم
(٧٣) قرآن مجید اور اللہ کی مرضیات اور نامرضیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از مولانا حبیب الرحمن صاحب ندوی

الحمد لاهله والصلاة على اهلها

قرآنی علوم ومعارف کی تفہیم وتشریح اس کی اشاعت وخدمت لفظاً ومعناً قرآن مجید نشر وترویج کی سعادت وتوفیق بارگاہِ رب العزت کی جانب سے اس کرۂ ارض پر جن خوش قسمت ممالک کے حصہ میں آئی ہے ان میں سرزمین ھند کو بھی مقام شکر واعتزاز حاصل ہے، خصوصاً حکیم الاسلام محدث کبیر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مبارک ذات سے خدمت قرآن، فہم قرآن، افہام قرآن اور اشاعت قرآن کی جو انقلابی تحریک چلی اور فکر ولی اللہی ایک خاص شناخت بن کر وجود میں آئی ہے، اس نے اقوام عالم کے لئے تذکیر بالقرآن کا ایک نیا رخ اور محاذ عطا کیا ہے، جس کا اثر یہ ہے کہ خدمت قرآن اور تذکیر بالقرآن کی مختلف الجہات کوششوں پر فکر ولی اللہی کا نمایاں اثر اور گہری چھاپ ضرور نظر آتی ہے، اور آنی بھی چاہئے

حضرت شاہ صاحب نے قرآنی علوم کی جامعیت، اس کی گہرائی اور گیرائی کو جامع اسلوب میں بیان کرتے ہوئے اسے علوم خمسہ کے وسیع دائرہ میں بیان کیا ہے، جن پر علوم قرآنی کا کوئی طالب علم اگر اپنی توجہ مرکوز کرلے تو اس کے لئے استفادہ بالقرآن اور افادہ بالقرآن بہت نافع ہوجاتا ہے اور بقول شاہ صاحب قرآن پاک کے علوم خمسہ جو علم الاحکام، علم الجدل، علم التذکیر بآلاء، علم التذکیر بالموت ومابعدہ کے نام سے موسوم ہے ان کو سامنے رکھ کر اس وقت مضامین قرآن کریم کی ایسی ترجمانی ضروری ہے جو عام وخاص دونوں عقلاؤں کے لئے جاذب الی الحق ہو، قرآن پاک کا معجزہ ہے کہ اس

طرز پر مختلف ادوار میں مختلف کوششیں ہوئی اور سب نافع رہیں

اس وقت جناب مولانا مفتی زید صاحب فلاحی (استاذِ حدیث وتفسیر جامعہ نور الاسلام موٹی دمن) کی ایک عظیم کاوش سامنے ہے جو اس فکر ولی للہی کی اٹوٹ کڑی ہے اور بہت ممتاز ہے، اور اپنے ایک خاص انداز میں منفرد ہے، موصوف نے اپنی اس علمی، ایمانی اور ارشادی تالیف میں واقعات وقصص اور احوال امم کے تذکرہ کے ساتھ جو بہت مؤثر اور نافع انداز اختیار کیا ہے وہ حالات وواقعات کے بعد ان سے حاصل شدہ ھدایات اور دروس کا اضافہ ہے، جو عطر المضمون کی حیثیت رکھتے ہیں، اور قلوب وروح، ذہن ودماغ پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں، ویسے بھی موصوف درس حدیث ودرس تفسیر قرآن کا ایک طویل تجربہ رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے موصوف کا یہ علمی کارنامہ بہت گراں قدر اور بلند قامت اور بلند قیمت ہے اس گراں قدر کتاب کا نام موصوف نے قرآن اور ھدایات قرآن رکھا ہے، اس لحاظ سے مؤلف کی یہ تالیف قرآنی خدمات کے خزانہ میں انمول تحفہ کا اضافہ ہے۔

جس پر موصوف حلقۂ ارباب علم وفضل کی طرف سے بہت مبارکبادی اور شکریہ کے مستحق ہیں، راقم الحروف رب کریم جل شانہ کے درکرم سے بہ صد عجز ونیاز درخواست ودعا کرتا ہے کہ اللہ تعالی اس عظیم خدمت کو شرف قبول بخشے اور ہم سب کو اور پوری امت وانسانیت کو اس سے نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، جس سے حق غالب اور باطل ختم ہو۔ آمین ثم آمین

بندہ راقم: محمد حبیب الرحمان ندوی غفرلہ
خادم تدریس فلاح دارین ترکیسر سورت گجرات
بروز بدھ ۱۵/ ۳/ ۲۰۲۳ء

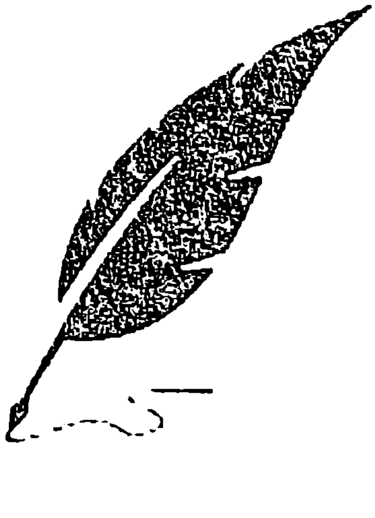

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حضرت مولانا محمد میاں صاحب ندوی
نبیرۂ مجدد قوم حضرت مولانا نذیر میاں پالن پوریؒ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ

قرآن مجید نے امم سابقہ اور گذشتہ انبیاء کرام کے حوالے سے بہت سے حالات بیان کئے ہیں انبیاء کے احوال اور واقعات ان کی خدمت اور تعلیمات کو سند تصدیق عطا کی ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ کتاب قیامت تک آنے والے احوال بھی منکشف کرتی ہے، ہمارے اسلاف کی ترقی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تر توجہ قرآن مجید کے درس ومطالعہ اس کے بحر معانی میں غواصی کرنے کی جانب مبذول کی اور اپنی فطری صلاحیتوں اور خالص عربی آداب واطوار سے بھرپور فائدہ اٹھایا، قرآن مجید کو جب تک ہم اپنی زبان اردو میں ترجمہ وتفسیر کی صورت میں نہ سمجھیں گے تب تک ہمارے لئے قرآن مقدس کے حقیقی ومطالب سے آگاہی مشکل امر ہے اس لئے ترجمہ وتفسیر کی عوام الناس کو بے حد ضرورت ہے

مفتی زید صاحب مدظلہ کے اس رسالہ نے اس سلسلہ میں ایک اہم رول ادا کیا ہے موصوف نے اپنے اس رسالہ میں مختلف انبیاء جن کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے ان کے حالات قرآن کی آیتوں کے ذریعہ اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جو لوگ انبیاء کے بارے میں افراط وتفریط کا شکار ہیں

ان کو دنداں شکن جواب بھی دینے کی کوشش کی ہے، مختلف قوموں کے حالات کو موصوف نے آیات قرآنیہ کی روشنی میں سادہ اور سلیس اسلوب میں پیش کیا ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ کرنے والے کے دل میں ھل من مزید کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، اس رسالہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں تفسیر کے مطالعہ کا داعیہ موجزن ہوتا ہے

اللہ تعالی مولانا موصوف کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے علم میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے اور اس رسالہ کی افادیت کو پورے ملک میں عام فرمائے، آمین

محمد میاں ندوی

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ

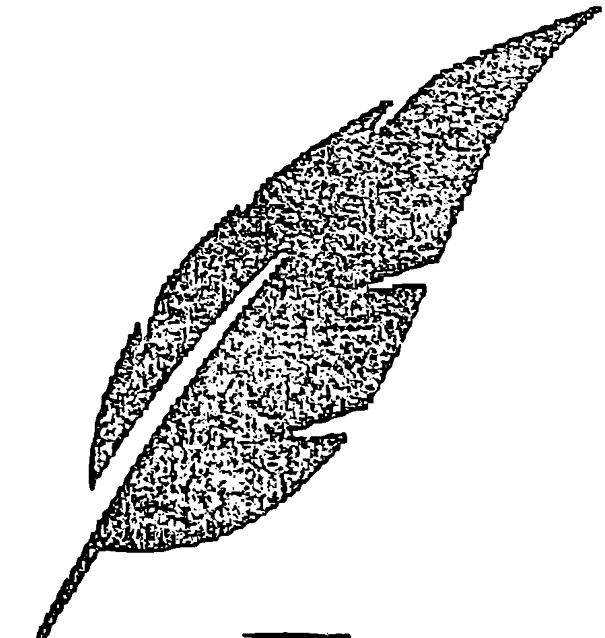

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لاهله والصلاة على اهلها

قرآن مجید ایک سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں، جو بھی اس میں غوطہ لگاتا ہے موتی چن کر لاتا ہے، چودہ صدیوں سے غوّاص غوطہ لگا لگا کر موتیاں نکال رہے ہیں، اس عاجز نے بھی غوطہ لگا کر موتی نکالنے کی کوشش کی ہے، اس امید کے ساتھ کہ اس کتابچہ کو پڑھ کر لوگ اصل قرآن مجید تک پہنچے، اس لئے کہ اس میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے اس کو پورے قرآن مجید کے ساتھ اتنی بھی مناسبت نہیں ہے جتنی قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہوتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ قرآن مجید کی ایک جھلک ہے لہذا قارئین اسے پڑھ کر اصل قرآن تک پہنچے۔

اگر سویڈن میں قرآن کے ظاہر کو نذر آتش کیا گیا ہے تو ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ ہم میں کا ہر فرد قرآن مجید کو سمجھ کر دوسروں کو سمجھائے، تاکہ ایسے لوگوں کے دلوں میں بھی قرآن مجید کا نور پہنچے، مگر افسوس! باطل کی ہر چہار جانب سے یلغار اور مسلمانوں کو ان کے روحانی سرمایہ سے دور کرنے کی چالوں کے باوجود آج ہماری حالت کیا ہے؟ ہم قرآن مجید کو ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر اونچے طاقوں میں سجاتے ہیں، اور اگر گر جائے تو استغفار کرتے ہیں، مگر کبھی توفیق نہیں ہوتی کہ ہم غور کریں کہ میرا رب مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے، ایک معمولی انگریزی خط پڑھوانے کے لئے نہ جانے کتنے جتن کرتے ہیں، مگر ہائے رے بدبختی! پروردگار کے پیغام کو سننے اور سمجھنے کے لئے لمحہ دو لمحہ بھی صرف کرنا نہیں چاہتے

لہذا آیئے! ہم قرآن پاک کی آواز کو کانوں کے ذریعہ دل میں جگہ دے، اسی خیال سے عاجز نے یہ کوشش کی ہے اللہ تعالی اس کو بے حد قبول فرمائے، اور اس کی اشاعت میں جن حضرات

نے بھی اپنا تعاون پیش کیا ہے انہیں بھی ان کے شایان شان بدلہ عطا فرمائے، خصوصا حضرت الاستاذ مولانا حبیب الرحمان صاحب ندوی (مفسر قرآن صاحب اشرف البیان، واستاذ حدیث وادب دار العلوم فلاح دارین) کو کہ جنہوں نے ہمیشہ زبان وقلم سے حوصلہ افزائی کی، اور حضرت مفتی عبدالرب صاحب سعادتی (شیخ الحدیث جامعہ نورالاسلام موٹی دمن) کو کہ جنہوں نے مآخذ کی طرف رہبری کی۔

قارئین! اس رسالہ کو ہر گھر تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کریں اور اگر ہوسکے تو دوسری زبانوں میں منتقل کر کے برادران وطن تک پہنچائیں، اللہ تعالی اس خدمت کو ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

زید عفا اللہ عنہ

خادم جامعہ نورالاسلام موٹی دمن

۱۴۴۴ھ ۲۰۲۳ء

قرآن مجید اور اللہ کا تعارف

۞ اللہ تعالی ہر چیز کو جانتا ہے قرآن مجید کہتا ہے: وہ (اللہ) غیب یعنی چھپی ہوئی اور حاضر سب کا جاننے والا ہے۔

(سورۃ الانعام۔ع۔۹)

۞ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: یقیناً اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔

(سورۃ آل عمران۔ع۔۳)

۞ اللہ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

(سورۃ زمر۔ع۔۶)

۞ ہر ایک کو روزی اللہ دیتا ہے: قرآن مجید کہتا ہے: اللہ ہی دانے اور گٹھلی کا پھاڑنے والا ہے۔

(سورۃ الانعام۔ع۔۱۲)

۞ وہی کائنات کا نظام چلاتا ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: کہو! اے اللہ! ساری کائنات کے مالک! تو ہی ہے جس کو چاہے حکومت و بادشاہت دے، اور جس سے چاہے چھین لے، اور جسے تو چاہے عزت دے اور جسے تو چاہے ذلیل کرے، ہر قسم کی بھلائی تیرے قبضہ میں ہے، یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(سورۃ آل عمران۔ع۔۳)

۞ اولاد بھی اللہ ہی دیتا ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کا راج ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے، یا بیٹے اور بیٹیوں کو جمع کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے، وہ سب کچھ جاننے والا، پوری قدرت والا ہے۔

(سورۃ الشوریٰ۔ع۔۵)

۞ سب سے پہلے اللہ ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: وہ اللہ پہلا ہے۔(سورۃ حدید۔ع۔۱)

۞ اللہ اکیلا ہے: قرآن مجید کہتا ہے: تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

(سورۃ البقرہ۔ع۔۱۹)

۞ اللہ بڑا مہربان ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بہت نرم معاملہ کرنے والا برا مہربان ہے

(سورۃ الشوری۔ع۔۲)

۞ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: تمہارا پروردگار سب سے بے نیاز ہے یعنی کسی سے اس کی کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں ہے۔

(سورۃ الانعام۔ع۔۱۶)

۞ اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: بلاشبہ تمہارا پروردگار بہت معاف کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

(سورۃ الانعام۔ع۔۶)

۞ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: تیرا پروردگار اپنے بندوں پر ذرا برابر بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

(سورۃ حم سجدہ۔ع۔۵)

۞ اللہ ہی ہمیشہ زندہ ہے۔قرآن مجید کہتا ہے: صرف اللہ ہی زندہ جاوید ہے۔

(سورۃ مومن ع۔۷)

۞ اللہ کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی شریک۔قرآن مجید کہتا ہے: اللہ نے کسی کو اولاد نہیں بنایا اور حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(سورۃ فرقان۔ع۔۱)

۞ آیت الکرسی میں اللہ تعالی کی شان اس طرح بیان کی گئی۔ اللہ کی شان یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں وہ زندۂ جاوید ہے (اس کے لئے فنا نہیں ہے) وہ ساری کائنات کو سنبھالتا ہے، نہ اسے اونگھ لگتی ہے، اور نہ نیند آتی ہے، زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، کون ہے جو اس سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کی بھی سفارش کر سکے، جو کچھ بندوں کے سامنے اور پیچھے ہے وہ اس کو جانتا ہے، مخلوقات میں سے کوئی اس کے لامحدود علم میں سے کسی بھی چیز کو پوری طرح نہیں جان سکتا ہے، مگر یہ کہ وہ خود ہی کسی چیز کا علم کسی کو دینا چاہے، اس کی بادشاہت آسمان اور زمین پر چھائی ہوئی ہے، اور ان دونوں کی حفاظت سے وہ تھکتا نہیں ہے، وہ اونچی شان والا اور بڑی عظمت والا ہے۔

(سورۃ البقرۃ۔ ع۔ ۲)

سورہ حشر میں اس کی شان اس طرح بیان کی گئی ہے۔ وہ اللہ ہے جس کی شان یہ ہے کہ صرف وہی معبودِ حق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ سب چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے، وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے، وہ اللہ ہی معبودِ حق ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی حقیقی بادشاہ ہے، وہ عیب سے بالکل پاک ہے، وہ سلامتی دینے والا ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے، زبردست ہے، سب کی بگڑی بنانے والا ہے، کبریائی والا ہے، پاک ہے وہ شریکوں سے، وہ اللہ ہے پیدا کرنے والا ہے، تراشنے والا ہے، تصویر بنانے والا ہے، اسی کے لئے ہیں سارے اچھے نام، اس کی پاکی کے گیت گاتی ہیں آسمان و زمین کی سب چیزیں، وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

(سورۃ الحشر۔ ع۔ ۳)

سورۂ اخلاص میں اس کی شان اس طرح بیان کی گئی ہے، کہو! وہ اللہ ایک ہے، یکتا ہے، اللہ کسی کا محتاج نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے

(سورۃ الاخلاص پارہ۔ ۳۰)

ہر ایک کا کام اللہ ہی بناتا ہے، قرآن مجید کہتا ہے: کیا انہوں نے اللہ کے سوا کچھ کام بنانے والے بنائے ہیں، پس اللہ ہی سب کا کام بناتا ہے

(سورۃ الشوریٰ۔ع۔١)

نوٹ: یہ اللہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے یہ صرف ایک جھلک ہے

قرآن مجید اور نبی کی حیثیت

کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ نبی انسان نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کو انسانوں سے ہٹ کر کسی اور جنس سے ہونا چاہئے، قرآن مجید نے ایسے لوگوں کی غلطی فہمی دور کی، اور صاف کہہ دیا کہ جب زمین پر انسان بستے ہیں تو ہم انسان ہی بھیجیں گے، قرآن مجید کہتا ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے آدمیوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔

(سورۃ یوسف۔ع۔١٢)

البتہ کچھ لوگوں نے انبیاء کو عام انسانوں کی طرح سمجھا تو قرآن مجید نے ان کی بھی غلطی کو دور کیا، قرآن مجید کہتا ہے: ہم ان کی طرف (نبیوں) اپنے احکام کی وحی کرتے ہیں یعنی اپنی بات ان تک پہنچاتے ہیں اور اپنی ذات کے ساتھ بات کرنے کے لئے چنتے ہیں۔

(سورۃ یوسف۔ع۔١٢)

کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ انبیاء کے پاس سارے اختیارات اور پاور ہوتے ہیں وہ جو چاہے لاسکتے ہیں اور جو چاہے دے سکتے ہیں، جس طرح چاہے ردوبدل کرسکتے ہیں، قرآن مجید نے ان کی بھی غلطی کو دور کیا قرآن مجید کہتا ہے: اے نبی! کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تمہارے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، اور آپ کہہ دیجئے کہ مجھے بھی اللہ سے کوئی نہیں بچاسکتا اور میں اس کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں پاسکتا۔

(سورۂ جن۔ع۔٢)

سورۂ یونس میں فرمایا گیا: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھے بالکل یہ حق نہیں ہے کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی ردوبدل کرسکوں، میں خود انہی احکام پر چلتا ہوں جو کہ اللہ کی طرف سے میری طرف وحی کئے جاتے ہیں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب سے ڈرلگتا ہے۔

(سورۂ یونس۔ع۔۲)

قرآن مجید کی ان تمام آیتوں سے واضح ہوگیا کہ انبیاء انسان ہوتے ہیں، مگر عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے، اور نہ تو وہ کسی نفع ونقصان اور ردوبدل کے مالک ہوتے ہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ان کو جو احکامات بتلائے جاتے ہیں وہ دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور خود بھی سب سے زیادہ اس پر عمل کرتے ہیں، اور نبیوں میں سب سے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائیگا، لہذا ہر شخص پر ضروری ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتلائی ہوئی باتوں پر عمل کرے۔

سورۂ احزاب میں فرمایا گیا: اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے خاتم ہیں یعنی اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائیگا، اور اللہ تعالی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

(سورۂ احزاب۔ع۔۵)

حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان

فرشتوں کا خیر خوانہ سوال: جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں، تو فرشتوں نے اللہ تعالی سے عرض کیا کہ اے رب العالمین! آپ ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتے ہیں جو دنیا میں فساد برپا کریں؟ ہم تو آپ کی تسبیح یعنی پاکی بیان کرتے ہی ہیں، کسی دوسری مخلوق پیدا کرنے کی کیا ضرورت؟

سوال: فرشتوں نے بغیر دیکھے انسان کے بارے میں ایسا کیسے کہہ دیا کہ انسان فساد برپا کریگا؟

جواب: فرشتے اس سے پہلے دیکھ چکے تھے کہ جنات نے کیسی اللہ تعالی کی نافرمانی کی، دنیا میں فساد برپا کیا، پس اس سے فرشتے یہ سمجھیں کہ شاید زمین کی یہی تاثیر ہوگی کہ جو اس میں رہتا ہے وہ فساد برپا کرتا ہے، اس سے معلوم ہوگیا کہ فرشتوں کی یہ بات اللہ تعالی سے محبت کی بنا پر تھی نہ کہ اللہ تعالی کے کام پر اعتراض

سوال: فرشتوں کا یہ کہنا کہ ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں اس سے تو کبر اور اعتراض کی بو آتی ہے؟

جواب: اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آقا اپنے نوکر سے یہ کہے کہ میں ایک دوسرا ملازم رکھنا چاہتا ہوں، تو یہ نوکر اپنے آقا سے کہے کہ حضور والا کسی دوسرے خادم کی کیا ضرورت ہے، ہم تو ہر دم آپ کی خدمت کے لئے تیار ہیں، خواہ مخواہ دوسرا خادم لانے کی پریشانی کیوں اٹھا رہے ہیں؟ ٹھیک اسی طرح فرشتوں کی یہ بات انتہائی درجہ وفاداری کے طور پر تھی نہ کہ بڑائی اور اعتراض کے طور پر

اللہ تعالی کا پیارا جواب: فرشتوں کے اس خیر خواہانہ سوال پر اللہ تعالی فرشتوں کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ اطاعت اور چیز ہے اور صلاحیت اور چیز ہے، تمہارے اندر اطاعت تو ہے، لیکن جس مقصد کے لئے میں انسان کو پیدا کرنا چاہتا ہوں، اس کام کے کرنے کی صلاحیت تمہارے اندر نہیں ہے، اس جواب کے لئے اللہ تعالی نے دو انداز اپنائیں، ایک حاکمانہ یعنی میں حاکم ہوں، جو چاہوں کروں، تمہیں بولنے کا حق نہیں، اور دوسرا: حکیمانہ یعنی مطمئن کرنے والا انداز، وہ اس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام سکھلا کر فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرشتوں سے فرمایا: تم ان چیزوں کے نام بتلاؤ! فرشتے اس انداز سے مطمئن ہو گئے اور سمجھ گئے کہ جب ہم ہر قسم کی دنیوی ضرورتوں سے بے نیاز ہیں تو ان چیزوں کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟

سبق (۱) اس واقعہ میں حاکم اور محکوم دونوں کے لئے سبق ہے محکوم کے لئے سبق یہ ہے کہ حاکم

یا کسی بڑے کے معاملات میں جلد بازی سے کام نہ لینا چاہئے اور حاکم کے لئے سبق یہ ہے کہ محکوم کے کسی عمل یا قول کو رد کردے تو اس کی وجہ بھی بتلادینی چاہئے تا کہ وہ مطمئن ہوجائے، اور اگر ضرورت ہو تو حاکمانہ انداز بھی اختیار کیا جاسکتا ہے

(۲) اللہ تعالی کی حکمتوں کے بھید ان گنت ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی ہستی خواہ کتنی ہی مقرب ہو ان تمام بھیدوں پر واقف ہوجائے،

فرشتوں کا سجدہ اور شیطان کا انکار

جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے خاکی جسم میں روح پھونکی تو فرشتوں کو حکم دیا کہ تم اس کی تعظیم بجالاؤ، فوراً تمام فرشتوں نے حکم کی تعمیل کی مگر شیطان نے انکار کردیا، اللہ تعالی دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے مگر اس کی سرکشی واضح کرنے کے لئے دریافت کیا: کس بات نے تجھے جھکنے سے روکا جبکہ میں نے حکم دیا تھا؟ اس نے کہا: میں آدم سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اسے مٹی سے، اللہ تعالی نے فرمایا: تو میرے دربار سے نکل جا کیونکہ تو مردود ہو چکا ہے، جب شیطان نے یہ سنا تو ندامت کی جگہ اللہ تعالی سے یہ درخواست کی: تا قیام قیامت مجھ کو مہلت عطا فرما، اللہ تعالی نے اس کی درخواست منظور کرلی، یہ سن کر اب اس نے پھر ایک مرتبہ اپنی شیطنت کا مظاہرہ کیا، کہنے لگا: جس آدم کی وجہ سے مجھے رسوائی ملی ہے اس کو اور اس کی اولاد کو گمراہ کروں گا، اللہ تعالی نے فرمایا: جو جیسا کریگا ویسا بھریگا، جو تیری پیروی کریگا وہ تیرے ہی ساتھ جہنم میں جائیگا

سبق (۱) تکبر متکبر کو اس قدر اندھا کردیتا ہے کہ وہ اپنے خالق ہی کو ظالم قرار دیتا ہے جس طرح شیطان نے تکبر میں کیا کہ یہ کہاں کا انصاف کہ میں بڑا ہوکر انسان کے سامنے جھکوں؟

(۲) کسی کا بڑا ہونا مادہ یعنی مٹریل کی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے جو اوصاف اور خوبیاں ملتی ہیں ان کی بنا پر ہوتا ہے، شیطان سمجھا کہ میرے اندر جو آگ کا مادہ ہے وہ مٹی سے بڑا ہے اس بنا پر میں بڑا ہوں

(۳) جس نے ہمیں وجود بخشا یعنی اللہ تعالی یا جو ہمارے وجود کا ذریعہ بنا یعنی ماں، باپ اگر کچھ دیں تو یہ ان کا احسان ہے اور اگر کچھ نہ دیں تو یہ ان کا انصاف ہے، اس سوچ کے ساتھ جینے والا گمراہی سے بچ سکتا ہے

(۴) بڑوں سے ہمیشہ فضل مانگنا چاہئے نہ کہ عدل

حضرت آدم وحوا کا زمین پر قدم

حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تنہا زندگی بسر کرنے لگے مگر ان کی طبیعت کسی ہمدم کی تلاش میں تھی چنانچہ اللہ تعالی نے حضرت حواء کو پیدا کیا اور اجازت دی کہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس کی ہر چیز سے فائدہ اٹھاؤ، مگر ایک درخت کے قریب بھی مت جانا اور وہ درخت متعین کر کے بتایا

اب ابلیس کو ایک موقع ہاتھ آیا اور اس نے حضرت آدم وحواء کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ شجر خلد ہے یعنی اس کو کھانے والا ہمیشہ جنت میں رہتا ہے، اور قسمیں کھا کھا کر ان کو سمجھایا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، یہ سن کر دونوں نے اس درخت کا پھل کھالیا، اس کا کھانا تھا کہ بشری لوازم ابھرنے لگے، دیکھا تو ننگے ہیں اور لباس سے محروم، جلدی جلدی آدم وحواء پتوں سے ستر ڈھانکنے لگے

ادھر یہ ہو رہا تھا کہ اللہ نے آدم سے باز پرس فرمائی کہ منع کرنے کے باوجود یہ نافرمانی کیسی؟ آدم آخر آدم تھے، مقبول بارگاہ الٰہی تھے اس لئے شیطان کی طرح بحث نہیں کی، ندامت اور شرمساری کے ساتھ اقرار کیا کہ غلطی ہوگئی، اللہ تعالی نے معاف کر کے فیصلہ سنا دیا کہ تم کو اور تمہاری اولاد کو ایک معین وقت تک زمین پر ٹھہرنا ہوگا اور تمہارا دشمن ابلیس بھی اپنے تمام سامان کے ساتھ وہاں موجود رہے گا اس کے باوجود اگر تم اور تمہاری اولاد سچے بندے اور سچے نائب ثابت ہوئے تو تمہارا اصلی وطن جنت ہمیشہ کے لئے تمہاری ملکیت میں دے دیا جائیگا، اس طرح انسانوں کے باپ اور اللہ تعالی کے خلیفہ حضرت آدم نے رفیقۂ حیات حضرت حواء کے ساتھ زمین پر قدم رکھا

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورۃ (۲) آیت ۲۱ سے ۳۷ تک میں ہے)

سبق (۱) حضرت آدم نبی تھے اور نبی سے گناہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ معصوم ہوتا ہے، حضرت آدم سے جو ہوا وہ گناہ نہیں بلکہ لغزش تھی، لغزش کہتے ہیں کسی اچھی نیت سے کام کرنا مگر انجام کا برا ہو جانا جیسے آدم نے وہ پھل اس نیت سے کھایا کہ ہمیشہ اللہ کے قریب رہنا نصیب ہوگا

(۲) بدن چھپانا یہ انسان کی فطرت ہے یہی وجہ ہے کہ ستر ظاہر ہوتے ہی آدم وحواء ستر ڈھانکنے لگے

(۳) انسان کا کمال گناہ کے بعد معافی مانگنے میں ہے نہ کہ اکڑنے میں

(۴) اللہ تعالی نے جنت میں دونوں کے رہنے کے لئے اُسْکُنْ فرمایا یعنی اے آدم تو رہ اس سے معلوم ہوا کہ رہائش اور قیام میں اصل مرد ہے اور عورت شوہر کے تابع ہے جہاں مرد رکھے عورت کو وہیں رہنا پڑے گا، اور مرد پر لازم ہے کہ اپنی بیوی کو ساتھ رکھے، ملازمت کے لئے باہر جائے تو بیوی کو ساتھ رکھنے کی پوری کوشش کرے، ورنہ شیطان دونوں کو گناہ میں ڈال دے گا

(۵) اللہ تعال نے جنت میں دونوں کے کھانے کے لئے كُلَا فرمایا، جس کا مطلب ہے کہ عورت کھانے پینے میں مرد کے تابع نہیں ہے مثلاً ڈاکٹر شوہر کو نمک کھانے سے روک دے تو بیوی پر لازم نہیں ہے

(۶) اللہ تعالی نے حضرت آدم وحواء سے فرمایا: درخت کے قریب مت جانا؛ کیونکہ قریب جاؤ گے، لالچ پیدا ہوگا، پھر بچنا مشکل ہوگا، تمام ناجائز اور حرام کاموں کا یہی حال ہے، ان کے قریب بھی مت جاؤ

(۷) قریبی تعلق والے ہی کو سخت لہجہ میں ڈانٹا جاتا ہے جیسے حضرت آدم سے لغزش ہونے کے باوجود سخت لہجہ میں ڈانٹا لہذا اگر ماں باپ بڑے سخت لہجہ میں ڈانٹے تو اسے پیار سمجھیں

(۸) ہمارا اصلی وطن جنت ہے لہذا ہم یہاں مسافر ہیں اور اصلی وطن تک رسائی اللہ تعالی کی مرضیات پر چل کر اور نامرضیات سے بچ کر ہو سکتی ہے

(۹) اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام سے فرمایا: یہ شیطان تمہارا دشمن ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں جنت سے نکلوائے اور تو مشقت میں پڑ جائے ، اس سے معلوم ہوا کہ مرد مشقت اٹھانے یعنی کمانے کے لئے ہے نہ کہ عورت، عورت تو ملکہ کی طرح پھول جیسے بچوں کو بہترین تربیت کے لئے ہے

(۱۰) بیوی کے بغیر جنت بھی پھیکی ہے لہذا بیوی کو سکون کا ذریعہ سمجھیں، اور بیوی بھی اپنے شوہر کے لئے سکون کا باعث بنے

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے

حضرت کے دو بیٹوں میں شادی کے متعلق اختلاف ہوگیا، ایک بیٹا ناجائز راستہ اختیار کر کے شادی کرنا چاہتا تھا جب کہ دوسرا جائز، اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام نے یہ فیصلہ فرمایا کہ دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ تعالی کی جناب میں پیش کریں جس کی قربانی منظور ہوجائے وہی اپنے ارادے کو پورا کرلینے کا مستحق ہے۔

پس ہابیل نے اپنے ریوڑ میں سے ایک بہترین دنبہ اللہ کی نذر کیا اور قابیل نے اپنی کھیتی کے غلہ میں سے رڈی (گھٹیا) قسم کا غلہ قربانی کے لئے پیش کیا، اللہ تعالی نے ہابیل کی قربانی قبول کرلی، یاد رہے! اس وقت جس کی قربانی کو آگ آسمان سے آ کر جلادے اس کی قربانی قبول سمجھی جاتی، قابیل اس توہین کو برداشت نہ کرسکا، اور اپنے ناپاک مقصد یعنی محرم سے شادی کو حاصل کرنے کے لئے ہابیل سے کہا: میں تجھ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا، ہابیل نے جواب دیا: میں تو تجھ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا، یہ تو اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ نیک نیت ہی کی قربانی قبول کرتا ہے، یہ سنتے ہی قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا

قتل کے بعد قابیل حیران تھا کہ اس نعش کا کیا کرے، ابھی تک نسل آدم موت سے دوچار نہیں ہوئی تھی ، یکا یک اس نے دیکھا کہ ایک کوّے نے زمین کرید کرید کر گڑھا کھودا ، قابیل نے یہ دیکھا تو اپنی بے بسی اور ناکارہ زندگی پر بے حد افسوس کیا اور کہنے لگا: میں اس جانور سے بھی گیا کہ اپنے

بھائی کی نعش کو کس طرح چھپاؤں۔

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورہ ۵ آیت ۲۷ سے ۳۱ تک ہے)

سبق (۱) انسان کو اپنی زندگی میں ہرگز کسی گناہ کی ایجادنہیں کرنا چاہئے اور نہ کسی کو گناہ کا راستہ دکھانا چاہئے، کیونکہ جو بھی آئندہ اس گناہ کو کریگا، اس گناہ میں یہ شخص بھی شریک ہوگا

(۲) گناہ انسان کو جانور سے گرا دیتا ہے جیسے قابیل کو کوّے سے گرادیا

(۳) جھوٹی محبت یا حسد انسان کو ہمیشہ غلط راستہ دکھاتے ہیں، جیسے قابیل کو قتل کا راستہ دکھایا

(۴) اللہ تعالی نیک نیت کے عمل کو قبول کرتا ہے

(۵) انسان کا ظاہر باطن کی عکاسی کرتا ہے یعنی بعض مرتبہ انسان اندر سے کیسا ہے؟ ظاہر سے معلوم ہوجاتا ہے جیسے قابیل کے گھٹیا غلہ کی قربانی نے باطن کی پہچان کرادی، پس انسان کو اپنا ظاہر بھی درست کرنا چاہئے

(۶) کسی غلط شخص کو غلط کہنے کی بجائے کبھی اس کے ضمیر کے فیصلہ پر چھوڑا جاسکتا ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کو غلط کہنے کے بجائے قربانی پیش کرنے کا راستہ دکھایا تاکہ اس کا ضمیر خود فیصلہ کرے کہ وہ غلط ہے

(۷) کسی برے انسان کے منہ لگ کر برا نہیں ہونا چاہئے جیسے ہابیل نے کہا میں تیری طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا

حضرت موسی علیہ السلام کی پیدائش اور فرعون کے گھر میں پرورش

حضرت موسی علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے سکڑ پوتے ہیں، آپ کے والد کا نام عمران ہے، عمران کے گھر میں حضرت موسی علیہ السلام کی ولادت ایسے زمانہ میں ہوئی جب کہ فرعون اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا فیصلہ کرچکا تھا، ایسے نازک وقت میں اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کی والدہ کے دل میں ڈالا کہ ایک صندوق بناؤ اور اس صندوق میں بچہ کو محفوظ رکھ کر دریائے نیل کے بہاؤ پر چھوڑ

دو، موسی علیہ السلام کی والدہ نے ایسا ہی کیا اور ساتھ ہی اپنی بڑی بیٹی یعنی موسی علیہ السلام کی بہن کو حکم دیا کہ وہ اس صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل کر صندوق کو نگاہ میں رکھے اور دیکھے کہ اللہ تعالی کا وعدہ کس طرح پورا ہوتا ہے، کیونکہ موسی علیہ السلام کی والدہ کو اللہ تعالی نے یہ خوش خبری پہلے ہی سنادی تھی کہ ہم اس بچہ کو تیری ہی جانب واپس کردیں گے، اور یہ ہمارا پیغمبر اور رسول ہوگا

حضرت موسی علیہ السلام کی بہن برابر صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل رہی تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ صندوق شاہی محل پہنچ گیا، فرعون کی بیوی نے کھول کر دیکھا تو انہیں حضرت موسی علیہ السلام بہت پیارے لگے دیکھتے ہی ان کی محبت ان کے دل میں پیدا ہوگئی، اگرچہ سپاہیوں نے قتل کرنا چاہا، لیکن فرعون کی بیوی نے انہیں منع کیا اور فرعون سے کہا: یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا اسے قتل مت کرو! ہوسکتا ہے کہ ہمیں آنے والے زمانے میں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے لڑکا بنالیں، فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا۔

اب موسی علیہ السلام دودھ کس کا پیتے اس کے لئے فرعون کی بیوی نے اپنی نوکرانیوں کو حکم دیا کہ اس بچہ کے لئے دودھ پلانے والی کا انتظام کرو، نوکرانیوں نے خوب کوشش کی مگر حضرت موسی علیہ السلام کسی کا دودھ قبول ہی نہیں کررہے تھے، موقع پاکر موسی علیہ السلام کی بہن نے کہا: اگر اس بچہ کو فلاں گھرانے میں لے جایا جائے تو مجھے امید ہے کہ وہ دودھ قبول کرلیں گے، حضرت موسی علیہ السلام کی والدہ کو اس جگہ بلایا گیا، اور دودھ پلانے کے لئے کہا، جوں ہی موسی علیہ السلام کی والدہ نے گود میں رکھا حضرت نے دودھ لینا شروع کردیا پھر کیا تھا، نوکرانیوں نے فرعون کی بیوی کو خوش خبری سنائی کہ دودھ پلانے والی مل گئی

آسیہ نے حضرت کی والدہ کو بلوایا اور کہا مجھے اس بچے سے بہت زیادہ محبت ہے میں تو اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہیں کرسکتی اس لئے آپ کو میرے محل میں رہ کر ہی دودھ پلانا ہوگا، حضرت کی والدہ نے جب دیکھا کہ فرعون کی بیوی کو موسی سے اتنا لگاؤ ہے تو تھوڑی سی بے نیازی دکھاتے ہوئے کہا

: میری گود میں خود ایک بچہ ہے جو دودھ پی رہا ہے میں اسے کیسے چھوڑوں؟ ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ میں اسے اپنے گھر لے جاؤں اور وہیں دودھ پلاؤں ،فرعون کی بیوی نے مجبور ہوکر حضرت کو حضرت کی والدہ کے حوالے کردیا، اس طرح اللہ تعالی کا وعدہ پورا ہوا۔

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورۃ ۲۸ آیت ۷ سے ۱۳ تک میں ہے)

سبق (۱) اللہ ہی ہے جو نازک، نامناسب اور مخالف ماحول میں بھی اپنا کام کردکھاتا ہے، اور اس کی یہ قدرت ہمیں سمجھاتی ہے کہ اللہ اسباب اور ماحول کا محتاج نہیں جیسے فرعون جس وقت بچوں کو قتل کررہا تھا اسی وقت میں اسی کے گھر سے موسی علیہ السلام کی پرورش کا نظام کردکھایا

(۲) جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے کسی مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا

(۳) کسی چیز کو نیک اور اچھی نیت سے دیکھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں جیسے فرعون کی بیوی نے موسی علیہ السلام کو نیک نیت سے دیکھا تو اللہ تعالی نے ایمان عطا کیا

حضرت موسی علیہ السلام کا مصر سے نکلنا

حضرت موسی علیہ السلام جب جوان ہوگئے ایک دن شہر میں ایسے وقت نکلے جو لوگوں کی غفلت کا وقت تھا تو دیکھا کہ دو آدمی لڑرہے ہیں ایک تو خود ان ہی کی قوم کا ہے اور دوسرا فرعون کی قوم کا، ان کی قوم کے شخص نے حضرت سے مدد مانگی تو حضرت نے ظالم کو ظلم سے روکنے اور اس کی اصلاح کے لئے ایک مکّہ مارا اور وہ وہیں پہ ختم ہوگیا، حضرت کو اس پر بڑا افسوس ہوا حالانکہ قتل کے ارادے سے نہیں مارا تھا لیکن چونکہ آپ کی شان کے خلاف تھا اس لئے فوراً اللہ تعالی سے معافی مانگی، اور کہا: میں آئندہ کسی مجرم کی مدد نہیں کروں گا، دوسرے دن صبح کو ڈرتے ہوئے یہ معلوم کرنے کے لئے نکلے کہ لوگوں میں قتل کا کس طرح چرچا ہورہا ہے، لیکن عجیب چیز یہ دیکھنے کو ملی کہ جس آدمی نے گذشتہ کل حضرت سے مدد مانگی تھی آج بھی وہی ایک فرعونی سے لڑرہا ہے، حضرت نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ تم بالکل ہی گمراہ ہو، ایک طرف تو اسے ڈانٹا اور دوسری طرف فرعونی کو پکڑ کر سزا دینا چاہا تو آپ کی قوم کے

اس جھگڑالو نے یہ سمجھا کہ موسی میری ہی خیریت بگاڑنے جارہے ہیں فوراً بول پڑا: جس طرح تو نے کل ایک جان کو ہلاک کردیا اسی طرح آج مجھ کو قتل کردینا چاہتا ہے۔

مصری نے جب سنا تو اسی وقت فرعونیوں سے جا کر ساری داستان کہہ سنائی کہ مصری کا قاتل موسی ہے، فرعون نے سنا تو موسی علیہ السلام کے قتل کا حکم سنایا، مصریوں کے اس مجمعہ میں ایک معزز مصری بھی تھا جو دل وجان سے حضرت سے محبت رکھتا تھا وہ دوڑتا ہوا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اوران سے سارا قصہ بیان کیا اور مشورہ بھی دیا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ مصر چھوڑ دو، حضرت اس کے مشورہ پر خاموشی کے ساتھ مصر سے نکل کر مدین کی جانب روانہ ہوگئے۔

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورۃ ۲۸ آیت ۱۴ سے ۲۱ تک میں ہے)

سبق (۱) اچھا انسان برے ماحول میں بھی اچھائی ہی کی طرف راغب ہوتا ہے جیسے موسی علیہ السلام فرعون جیسے ظالم کے محل میں رہنے کے باوجود مظلوم کا ساتھ دے رہے ہیں

(۲) اچھا انسان معمولی چوک کو بھی بڑا گناہ سمجھتا ہے جیسے حضرت موسی علیہ السلام سے بلا ارادہ قتل صادر ہوا تو اللہ تعالی سے بڑا گناہ سمجھ کر معافی مانگنے لگے

(۳) حتی الامکان مخلص کے مشورہ پر عمل کرنا چاہئے جیسے حضرت موسی علیہ السلام نے عمل کیا

(۴) بعض مرتبہ حق پر ہونے کے باوجود ظالموں کے درمیان سے ہٹ جانے میں خیر ہوتی ہے جیسے حضرت موسی علیہ السلام حق پر تھے پھر بھی مصر چھوڑ کر چلے گئے

(۵) اچھے لوگوں کو انہیں کی قوم کے بیوقوفوں سے نقصان ہوا ہے، اس کے باوجود اچھے لوگ ایسے بیوقوفوں کی وجہ سے اچھے کام سے نہیں رکتے، جیسے حضرت موسی علیہ السلام نے لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

مصر سے مدین کی جانب ہجرت

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر مدین میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کنویں کے سامنے پانی کے حوض پر بھیڑ لگی ہوئی ہے اور جانوروں کو پانی پلایا جارہا ہے مگر اس جماعت سے ذرا فاصلہ پر دو لڑکیاں کھڑی ہیں اور اپنے جانوروں کو پانی پر جانے سے روک رہی ہیں، حضرت سے یہ حالت دیکھی نہ گئی اور آگے بڑھ کر لڑکیوں سے دریافت کیا: تم پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ دونوں نے جواب دیا ہم مجبور ہیں، اگر جانوروں کو لیکر آگے بڑھتے ہیں تو یہ طاقتور ہم کو پیچھے ہٹادیتے ہیں اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں، ان میں اب یہ طاقت نہیں، پس جب یہ پانی پلاکر جائیں گے تب ہم بچا ہوا پانی پلاکر لوٹیں گے۔

حضرت کو جوش آیا، اور بھیڑ کو چیرتے ہوئے سیدھے کنویں پر پہنچ گئے اور کنویں کا بڑا ڈول اٹھایا اور تنہا کھینچ کر لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلایا، حضرت کی اس طاقت سے مرعوب ہوکر وہ طاقتور بھی ہار مان گئے

غرض جب لڑکیاں گھر پہنچیں تو خلاف عادت جلد واپسی پر ان کے والد کو سخت تعجب ہوا، دریافت کرنے پر لڑکیوں نے گزرا ہوا ماجرا کہہ سنایا، باپ نے کہا جاؤ اس کو میرے پاس لے آؤ، یہاں باپ بیٹی کے درمیان یہ گفتگو ہورہی تھی اور ادھر حضرت پانی پلانے کے بعد قریب ہی ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے، مسافرت، غربت اور پھر بھوک اس حالت میں اللہ تعالیٰ کو پکارا: اے میرے رب! جو بھی خیر تو میرے لئے اتارے میں اس کا محتاج ہوں، لڑکی نے آکر شرم وحیا کے ساتھ کہا: آپ ہمارے گھر چلیں، والد بلاتے ہیں، وہ آپ کو آپ کے عمل کا بدلہ دینا چاہتے ہیں، حضرت فوراً چل پڑے اور لڑکیوں کے باپ سے ملاقات کی، اس بزرگ نے حضرت کو کھانا کھلانا پھر ان کے حالات سن کر تسلی دی کہ اللہ کا شکر کرو کہ اب تم ظالموں کے پنجہ سے نکل چکے ہو، ایسا کوئی خوف نہیں ہے۔

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورۃ ۲۸ آیت ۲۲ سے ۲۵ تک میں ہے)

سبق (۱) بعض مرتبہ انسان کو اس کے اچھے کام پر اچھا صلہ نہیں ملتا تو وہ مایوس ہو کر کہتا ہے کہ اب بھلائی کا زمانہ نہیں رہا یہ سوچ غلط ہے، بلکہ اچھے شخص کو بے لوث ہو کر اچھا کام کرتے رہنا چاہئے اللہ تعالی کسی نہ کسی دن بہترین صلہ عطا کرتے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی کے برے سلوک کے بعد بھی لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلایا تو اللہ تعالی نے بہترین صلہ عطا فرمایا۔

(۲) حضرت نے اپنی دعا میں اللہ تعالی سے خیر مانگی اس لئے ہمیں بھی خیر مانگنا چاہئے وہ دعا یہ ہے "رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ"

(۳) کسی محسن کے احسان کو بھولنا نہیں چاہئے بلکہ کسی نہ کسی شکل میں احسان کا بدلہ دینا چاہئے جیسے لڑکیوں کے باپ نے حضرت کے احسان کا بدلہ دینا چاہا

(۴) اللہ تعالی سے مانگنے کے بعد احسان کا کوئی بدلہ نظر آئے تو اسے مخلوق کی طرف سے بدلہ سمجھ کر چھوڑ نا نہیں چاہئے بلکہ اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہئے جیسے حضرت بلانے پر فوراً چلے گئے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو اللہ کے لئے کیا تھا

(۵) اچھے لوگ ہمیشہ کمزوروں کا ساتھ دیتے ہیں خاص کر عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا ہر نبی نے عورتوں کو ظلم کی وادی سے نکالا ہے

(۶) اچھی عورت کی سب سے بڑی خوبی حیا اور شرم ہے

(۷) نیک لوگوں کی صحبت انسان کو نکھارتی ہے

حضرت کا نکاح

جو لڑکی حضرت کو بلانے گئی تھی اس نے اپنے باپ سے کہا: آپ اس مہمان کو اپنے یہاں مزدور رکھ لیں کیونکہ بہتر مزدور وہ ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو، بزرگ باپ نے بیٹی کی بات سن کر حضرت سے کہا: اگر تم آٹھ سال میرے پاس رہ کر میری بکریاں چراؤ تو میں اپنی بیٹی کی تم سے شادی کرنے کو تیار ہوں اور اگر تم اس مدت کو دو سال بڑھا کر دس سال کر دو تو اور بھی بہتر ہے، حضرت نے

اس کو منظور کرلیا اور فرمایا: یہ میری خوشی پر چھوڑ دیجئے کہ میں ان دونوں مدتوں میں سے جس کو چاہوں پورا کروں، آپ کی جانب سے اس بارے میں کوئی جبر نہ ہوگا، دونوں کی رضامندی کے بعد بزرگ میزبان نے اپنی بیٹی کی شادی کردی،

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورہ ۲۸ آیت ۲۶ سے ۲۸ تک میں ہے)

سبق (۱) کسی انسان کو کام دینے سے پہلے دو چیزیں دیکھنی چاہئے، پہلی چیز یہ دیکھی جائے کہ وہ شخص اس کام کو کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے یا نہیں؟ دوسری یہ چیز دیکھی جائے کہ وہ شخص امانت دار ہے یا نہیں

(۲) حضرت موسی علیہ السلام نے دس سال کی مدت پوری کی اس سے مزدور کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ کام کو نوکری سمجھنے کی بجائے اپنے مزاج کی مجبوری سمجھ کر زیادہ کردے، مزاج کی مجبوری سمجھے گا تو کام کو خوشی خوشی کریگا اور دماغ کا بوجھ ختم ہوجائے گا، یہ پہلا فائدہ ہوگا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی مانگ بڑھ جائے گی

(۳) ہمیشہ بڑی سوچ اور فراست رکھنے والے بڑا مقام پاتے ہیں جیسے بیٹی کی فراست نے تاڑلیا کہ موسی بڑے طاقتور اور امانت دار ہیں اس کا فائدہ ہوا کہ اس لڑکی کو نبی کی بیوی بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح باپ کی فراست نے مزدور بنانے کی بجائے داماد بنا کر نبی کا خسر بننے کا شرف دلوایا

(۴) تاریخ کی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سے نکاح ہوا وہ چھوٹی بیٹی تھی پس بڑی کی شادی کے انتظار میں چھوٹی کو محروم نہیں رکھنا چاہئے

(۵) اہم فیصلوں کا حق گھر کے بڑوں خاص کر مردوں کو دینا چاہئے، مثلاً نکاح وغیرہ کا۔

حضرت نبی بنائے گئے

جب دس سال مکمل ہو گئے تو حضرت اپنی اہلیہ کو لیکر نکلے، رات بہت ٹھنڈی تھی، اس لئے آگ کی تلاش تھی، سامنے کوہ سینا کا سلسلہ نظر آرہا تھا، وہاں ایک شعلہ چمکتا ہوا نظر پڑا، بیوی سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو، میں آگ لے آؤں تاپنے کا بھی انتظام ہو جائیگا اور اگر وہاں کوئی رہبر مل گیا تو راستہ بھی مل جائیگا

جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ عجیب آگ ہے درخت پر روشنی نظر آتی ہے مگر نہ درخت کو جلاتی ہے اور نہ گل ہی ہو جاتی ہے، یہ سوچتے ہوئے آگے بڑھے لیکن جوں جوں آگے بڑھتے جاتے تھے آگ اور دور ہو جاتی تھی، یہ دیکھ کر موسی کو خوف سا پیدا ہو گیا، جوں ہی پلٹنے لگے تو آگ قریب آ گئی اور آواز آئی

اے موسی! میں اللہ ہوں، جہانوں کا پروردگار پس تو اپنی جوتی اتار دے کیونکہ تو طوٰی کی مقدس وادی میں کھڑا ہے اور دیکھ! میں نے تجھ کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا ہے پس جو کچھ کہا جاتا ہے اس کو کان لگا کر سن۔

اے موسی! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ موسی علیہ السلام نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے اس پر سہارا لیتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں، اللہ نے فرمایا: موسی! اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالوں، موسی نے لاٹھی زمین پر ڈال دی پس وہ اژدہا بن کر دوڑنے لگا، موسی گھبرا کر بھاگنے لگے، آواز آئی موسی! اس کو پکڑ لو اور مت گھبراؤ ہم اس کو اس کی اصلی حالت پر لوٹا دیں گے، پس موسی علیہ السلام نے بے خوف ہو کر اس کے منہ پر ہاتھ ڈال دیا اس عمل کے ساتھ ہی فوراً وہ لاٹھی بن گیا

اب دوبارہ پکارا گیا اور حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جا کر بغل سے لگاؤ اور پھر دیکھو وہ بیماری سے پاک اور بے داغ چمکتا ہوا نکلے گا، اور سنو موسی! یہ ہماری جانب سے تمہارے نبی ہونے کے دو بڑے نشان ہیں، اب جاؤ اور فرعون اور اس کی قوم کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ، انہوں نے

بہت نافرمانی کر رکھی ہے اور بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے، حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری تعالی میں عرض کیا، پروردگار! میرے ہاتھ سے ایک مصری کا قتل ہو گیا تھا اس لئے یہ خوف ہے کہ کہیں وہ مجھ کو قتل نہ کر دیں، اور مجھے جھٹلا نہ دیں، لہذا آپ میرا سینہ کھول دیجئے اور میرے بھائی ہارون کو میرا شریک بنا دیجئے، اللہ تعالی نے فرمایا: ہرگز گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے ہماری مدد تمہارے ساتھ ہے، ہم تمہارے بھائی ہارون کو تمہارا شریک بنا رہے ہیں، پس جاؤ اور فرعون کے سامنے نرمی سے بات کرنا ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کی بات قبول کر لے اور اللہ کے خوف کی وجہ سے ظلم سے رک جائے۔

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورہ ۲۸ آیت ۲۹ سے ۳۵ تک میں ہے)

سبق (۱) کسی کو بڑا مقام بڑے بڑے مجاہدات کے بعد ملتا ہے جیسے موسی علیہ السلام نے وطن چھوڑا، ماں اور رشتہ دار چھوڑیں، دس سال غریبی کی زندگی گذاری

(۲) کسی نیک اور اللہ والے کی صحبت انسان کو تراش کر کامل اور خوبصورت بناتی ہے

(۳) عشق ضابطوں کا خیال نہیں رکھتا، دیکھئے موسی علیہ السلام سے جتنا پوچھا گیا صرف اسی قدر جواب نہیں دیا بلکہ وارفتگی عشق میں بولتے ہی گئے

(۴) معجزہ یعنی وہ اَن ہونی چیز جو اللہ تعالی کسی نبی کے ہاتھ پر ظاہر کرے وہ نبی کے بس میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالی جب چاہتا ہے تب ظاہر کرتا ہے لہذا معجزہ کی وجہ سے کسی نبی کی عبادت نہیں کی جاسکتی، خلاصہ یہ ہے کہ معجزہ نبی کی اتباع کے لئے ہوتا ہے نہ کہ عبادت کے لئے

(۵) نبی بھی بشر یعنی انسان ہوتا ہے اسلئے جو چیزیں اسباب کے دائرے میں آتی ہے ان سے متاثر ہوتا ہے جیسے موسی علیہ السلام اژدہا دیکھ کر بھاگے

(۶) مقدس جگہوں کو گندگی سے پاک رکھنا ضروری ہے جیسے اللہ تعالی نے کہا: اے موسی! جوتی اتار دو

(۷) بڑے سے بڑے ظالم کے سامنے بھی اچھے انداز میں بات کرنی چاہئے، مثبت بات کرنی چاہئے

فرعون کے دربار میں دعوت حق

جب موسیٰ علیہ السلام نبوت سے سرفراز ہوکر وادئ مقدس سے اترے تو اپنی بیوی کو لیکر یہیں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے لئے مصر روانہ ہو گئے، مصر پہنچ کر بھائی ہارون کو ساتھ لیکر فرعون کے دربار میں پہنچے، اور گفتگو شروع کر دی، اے فرعون! میں جہانوں کے پروردگار کا بھیجا ہوا ایلچی ہوں میرے لئے کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ پر حق اور سچ کے علاوہ کچھ اور کہوں، بلاشبہ میں تمہارے لئے تمہارے پروردگار کے پاس سے دلیل لایا ہوں پس میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے،

فرعون نے کہا: میں نے تجھ پر احسان کیا تیری پرورش کر کے تو نے اس کا یہ صلہ دیا اور تو نے ایک جان کو قتل کر دیا؟ حضرت نے جواب دیا کہ مصری کا قتل تو میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا اور رہ گیا تیرا احسان تو وہ کس کام کا کیونکہ تو نے بنی اسرائیل کے ایک فرد پر احسان کیا اور پوری قوم کو غلام بنا کر رکھا، کیا یہ احسان ہے؟ فرعون نے کہا: کونسا پروردگار؟ حضرت نے فرمایا: جس نے تیری اور تیرے باپ، دادا کی پرورش کی،

جب فرعون گفتگو میں ہارنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام کو غصہ دلانے کے لئے کہا: اے لوگوں! یہ تو پاگل ہے حضرت سمجھ گئے کہ یہ مجھے غصہ دلا کر موضوع سے ہٹانا چاہتا ہے، مزید اچھے انداز میں گفتگو جاری رکھی کہ پروردگار وہ ہے جو آسمان، زمین اور کل کائنات کا رب ہے، جب فرعون نے دیکھا کہ لوگ موسیٰ کی بات سے متاثر ہو رہے ہیں تو لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لئے اپنے وزیر سے کہا: اے ہامان! میرے لئے ایک بلند عمارت بنا تا کہ میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے رب کا حال معلوم کر سکوں، میں تو اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں، لوگ بیوقوف بن گئے کہ فرعون سچا ہے جبھی تو یہ بات کر رہا ہے، پھر بھی فرعون کا خدشہ بڑھ گیا اور بول پڑا: اے موسیٰ! اگر تو نے میرے سوا کسی کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور قید کر دوں گا، حضرت نے فرمایا: اگر چہ میں تیرے پاس نشان لاؤں تب بھی؟ فرعون نے کہا: اگر تو سچا

ہے تو وہ نشان دکھا، حضرت نے آگے بڑھ کر بھرے دربار میں اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالا اسی وقت اس نے اژدہا کی شکل اختیار کرلی اور پھر حضرت نے اپنے ہاتھ کو گریبان کے اندر لے جا کر باہر نکالا تو وہ روشن ستارہ کی طرح چمکتا ہوا نظر آنے لگا،

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورۃ ۲۸ اور سورہ ۴۰ میں ہے)

سبق (۱) باطل ہمیشہ سچے بندے کو غصہ دلا کر موضوع اور مقصد سے ہٹانا چاہتا ہے اس لئے سچے کو اس داؤ میں نہیں آنا چاہئے، آج باطل پوری مسلم قوم کے جذبات کو بھڑکا کر مقصد سے ہٹانا چاہتا ہے

(۲) سچا انسان ہمیشہ دلائل سے بات کرتا ہے نہ کہ ہاتھا پائی سے

(۴) اللہ کا سچا بندہ حکم کو پورا کرنے میں دیر نہیں لگا تا جیسے موسی علیہ السلام نیچے اتر کر فوراً حکم کو پورا کرنے کے لئے روانہ ہو گئے

فرعون کا پہلا وار اور ہار

فرعون کے درباریوں نے جب اس طرح ایک اسرائیلی کے ہاتھوں اپنی قوم اور اپنے بادشاہ کی ہار کو دیکھا تو تلملا اٹھے اور کہنے لگے: بلاشبہ یہ بڑا ماہر جادوگر ہے یہ تم پر غالب آ کر تم کو مصر سے نکالنا چاہتا ہے لہذا اس کو مغلوب (دبانے) کرنے کے لئے ماہر جادوگروں کو جمع کرو اور پھر موسی کا مقابلہ کراؤ ،فرعون نے کہا: موسی! بتا اس کے لئے کونسا وقت ہو، حضرت نے فرمایا: عید کا دن،

بہر حال عید کا دن آ پہنچا، میدان میں تمام شاہانہ کروفر کے ساتھ فرعون تخت نشین ہے اور درباری بھی مراتب کے اعتبار سے بیٹھے ہیں اور لاکھوں انسان حق و باطل کی جنگ کا نظارہ کرنے کے لئے جمع ہیں، اس کیفیت میں جادوگر فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے: اگر ہم موسی پر غالب آجائے تو ہمارے لئے انعام واکرام ہے؟ فرعون نے کہا: ضرور اور یہ ہی نہیں بلکہ تم میری بارگاہ کے مقربین میں سے بنوگے۔

جب جادوگر موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت نے ان سے مقابلہ کرنے سے پہلے دعوت دی کہ دیکھو! اللہ پر تم جھوٹی تہمت مت لگاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی عذاب بھیج کر تمہاری جڑ اکھاڑ دے، جادوگروں نے کہا: اے موسیٰ! پہلے تم اپنی لاٹھی پھینکو یا ہم پھینکیں، حضرت نے فرمایا: تم پھینکو، جب جادوگروں نے لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا اور ان میں دہشت پھیلا دی اور بہت بڑا جادو بنا لائے، اللہ نے وحی کی اے موسیٰ! تم بھی اپنی لاٹھی ڈالو، جونہی موسیٰ نے لاٹھی ڈالی تو وہ اژدہا بن کر جادوگروں کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگلنے لگا، جادوگروں نے جب حضرت کے ہاتھوں کا معجزہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ جادوگر نہیں ہے اور سب جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے : ہم جہانوں کے پروردگار پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے، اس صورت حال کو دیکھ کر فرعون چلّایا: تم میری اجازت کے بغیر موسیٰ کے رب پر ایمان کیسے لے آئے؟ اب دیکھو میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر تمہیں سولی دوں گا، مگر سلام ہو جادوگروں کے ایمان کو کہ فرعون کی دھمکیاں ان کو مرعوب نہ کر سکیں اور انہوں نے کہا: اے فرعون جس رب کی محبت ہماری رگ رگ میں داخل ہو گئی ہے اس پر ہم کسی دوسری چیز کو قبول نہیں کر سکتے ہیں لہذا تجھے جو کرنا ہو کر، زیادہ سے زیادہ مار سکتا ہے ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے، تا کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے، خصوصاً جادوگری کا گناہ کہ جس پر اے فرعون تو نے ہمیں مجبور کیا، ہمارے لئے اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورہ ۲۰ آیت ۵۷ سے ۷۶ تک میں ہے)

سبق (۱) حق بہ ظاہر مغلوب نظر آتا ہے مگر جیت اسی کی ہوتی ہے

(۲) سچے ایمان والے کو باطل کی دھمکیاں سچائی سے نہیں ہٹا سکتیں

(۳) اگر کوئی بندہ سچی نیت کے ساتھ دین کا کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دشمنوں ہی میں سے اس کے مددگار پیدا کر دیتا ہے جیسے جادوگروں کو مددگار بنا دیا

(۴) دعوت اثر کئے بغیر نہیں رہتی اس لئے ہمیشہ دعوت دیتے رہنا چاہئے جیسے حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے مقابلہ سے پہلے دعوت دی اسی کا اثر تھا کہ جادوگر ایمان لے آئے

(۵) عزت وذلت اللہ تعالی کے پاس ہے جب وہ ذلیل کرنے پر آتا ہے تو اپنوں ہی کے ہاتھوں اور اپنے ہی اسباب کے ذریعہ ذلیل کرتا ہے، جیسے فرعون کو بھرے مجمع میں جادوگر (جو اس کے تھے) کے ہاتھوں ذلیل کروایا

فرعون کا اعلان قتل (دوسرا وار)

جب جادوگروں کے ایمان کے بعد فرعونی برسر عام ذلیل ہوئے تو فرعون سے کہنے لگے: اے فرعون! تو موسی اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دے گا کہ وہ زمین میں فساد کرتے پھریں اور تجھ کو اور تیرے دیوتاؤں کو ٹھکرائیں؟ فرعون نے کہا: ہم ان کے لڑکوں کو قتل کردیں گے اور ان کی لڑکیوں کو باندیاں (نوکرانیاں) بنادیں گے۔

یاد رہے! یہ فرعون کا دوسرا اعلان تھا جو بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل کے متعلق تھا، حضرت کو جب اس اعلان کا علم ہوا تو بنی اسرائیل کو جمع کرکے صبر اور توکل کی تلقین کی، بنی اسرائیل نے یہ سن کر کہا: موسی! ہم پہلے بھی مصیبتوں میں گرفتار تھے اب تیرے آنے کے بعد امید بندھی تھی مگر تیرے آنے کا کچھ فائدہ نہیں، حضرت مایوس ہوئے بغیر دوبارہ سمجھانے لگے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، گھبراؤ نہیں تم ہی کامیاب ہوگے اور تمہارے دشمن کو منہ کی کھانی پڑے گی، زمین کا مالک فرعون یا اس کی قوم نہیں ہے بلکہ رب العالمین ہے پس وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا مالک بنادے، اور دعا کرنے لگے، اے اللہ! فرعون اور فرعونیوں کو تو نے جو دولت عطا فرمائی ہے اس پر شکر ادا کرنے کے بجائے وہ تیرے بندوں پر ظلم کررہے ہیں اور تیرے دین کو نہ خود قبول کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو قبول کرنے دیتے ہیں لہذا ان کے ظلموں کا مزا ان کو چکھا اور ان کی دولت وثروت کو ہلاک کردے جس پر وہ اتراتے ہیں

بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل کا اعلان کرکے فرعون کے دل کو سکون نہ ملا تو اس نے کہا: مجھے

موسیٰ کو قتل کرنے دو اور اس کو چاہئے کہ اپنے کو رب کو پکارے، حضرت نے یہ سن کر فوراً اللہ کی پناہ طلب کی ایسے متکبروں سے، اس مجلس میں ایک مصری بھی تھا جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا وہ بول پڑا: تم ایسے بندے کو قتل کرنے چلے ہو جو سچی بات کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے، اور یہ بات دلائل سے کہتا ہے اور اگر مان لو کہ وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا نقصان تم کو نہیں ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو اس کی ان وعیدوں سے ڈرو جو وہ تم کو اللہ کی جانب سے سنا تا ہے، فرعون نے جب دیکھا کہ اس بندے کی تقریر کا اثر لوگوں پر ہو رہا ہے تو اپنی خیر خواہی ظاہر کرنے لگا کہ اے لوگو! میں ہمیشہ تمہارے لئے اچھا ہی سوچتا ہوں۔

مرد مومن نے اپنی تقریر جاری رکھی کہ اے میری قوم! اگر ہم نے موسیٰ کی بات نہ مانی تو مجھے خوف ہے کہ ہمارا حال بھی کہیں ان پچھلی قوموں کا نہ ہوجائے جو قوم نوح، عاد اور ثمود کے نام سے مشہور ہیں اے میری قوم! جب یوسف جیسے اچھے لوگ ہمارے درمیان میں تھے ہم نے ان کی قدر نہیں کی جب ان کی وفات ہوگئی تو مارے افسوس کہنے لگے: اب اللہ کوئی نبی نہیں بھیجے گا کیونکہ ہم نے یوسف کی قدر نہیں کی، اب جب موسیٰ تمہارے درمیان میں ہیں تو ان کے ساتھ بھی یوسف جیسا معاملہ کر رہے ہو؟

جب فرعون اور قوم کے سرداروں نے اس مرد مومن کی بات سنی تو ان کا رخ موسیٰ علیہ السلام سے ہٹ کر اس کی طرف ہوگیا اور فرعونیوں نے چاہا کہ پہلے اس کی خبر لیں اور قتل کر دیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس ناپاک ارادے میں ان کو کامیاب نہ ہونے دیا،

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورہ ۲۰ اور سورۃ ۴۰ میں ہے)

سبق (۱) فسادی لوگ ہی اچھے لوگوں کو فسادی کہتے ہیں تا کہ لوگ ان کو فسادی نہ سمجھیں، جیسے آج کے دہشت گرد مسلمانوں کو دہشت گرد کہتے ہیں

(۲) سخت سے سخت حالات میں اسباب سے پہلے رب الاسباب کی طرف نظر ہونی چاہئے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا اعلان کیا تو موسیٰ علیہ السلام سب سے پہلے اللہ کی پناہ میں آئے

(۳) قوم کے مایوس کرنے والے کلمات سن کر مایوس نہیں ہونا چاہئے

(۴) ہمیشہ سچوں اور سچائی کا ساتھ دینا چاہئے خواہ اپنوں کے خلاف اٹھنا پڑے، جیسے مرد مومن اٹھے

(۵) اچھوں کی قدر ان کی حیاتی میں کرنی چاہئے جبکہ ہمارے یہاں مرنے کے بعد کرتے ہیں

(٦) سرکش لوگوں کو پچھلی قوموں کے حالات سنانے چاہئے

(۷) اسباب میں سب سے پہلے صبر اور دعا کا سبب اختیار کرنا چاہئے

اللہ کا پیارا الارم

جب فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل عام ہونے لگا اور موسی علیہ السلام کو ذلیل کیا جانے لگا تو اللہ تعالی نے فرعون اور اس کی قوم کو مطلع کیا اور متنبہ کیا مختلف شکلوں سے۔ پہلی شکل قحط تھی یعنی ان کی زمینوں اور باغوں میں غلہ اور پیداوار بہت کم ہوگئی، آخر کار حضرت موسی علیہ السلام کے پاس آکر دعا کروائی لیکن جب حضرت کی دعا سے قحط ختم ہوگیا تو کہنے لگے: قحط تو موسی کی قوم کی نحوست کی وجہ سے پڑا تھا، اس کے بعد اللہ تعالی نے طوفان بھیجا جس نے فرعونیوں کے گھروں کو گھیر لیا، ان کے پاس لیٹنے اور بیٹھنے کی بھی جگہ نہ رہی، انہیں کے بغل میں اسرائیلیوں کے مکانات تھے لیکن ان پے پانی نہیں تھا، پھر موسی علیہ السلام سے دعا کرائی، مگر دعا کے بعد بھی نہ سنبھلیں تو اللہ تعالی نے ٹڈیاں بھیجیں جس نے کھیتیوں سے لیکر گھروں کی لکڑیوں تک کو کھا کر برباد کر دیا، اس موقع پر بھی اسرائیلی محفوظ رہے، پھر دعا کرائی مگر دعا کے بعد بھی سرکشی جاری تو اللہ تعالی نے جوں بھیجیں جس نے غلوں کو کھا کر کھوکھلا کر دیا اور بدن کی جوؤں نے بھویں اور پلکیں تک کھالیں، پھر دعا کرائی مگر دعا کے بعد مزید گمراہی پھیلانے لگے تو اللہ تعالی نے مینڈک بھیجے، فرعونی جہاں بیٹھتے وہیں ان کے گلے تک مینڈک ہی مینڈک ہوتے، ہر چیز میں مینڈک ہوتے، پھر دعا کرائی مگر دعا کے بعد موسی علیہ السلام کو جادوگر کہنے لگے تو اللہ

تعالی نے خون بھیجا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ہر کھانے پینے کی چیز خون بن جاتی، کنویں، حوض یا جہاں کہیں سے پانی نکالتے وہاں سے خون ہی خون نکلتا، کھانا پکانے رکھتے سب خون بن جاتا، اسرائیلی سے پانی مانگتے تو فرعونی کے ہاتھ میں آتے ہی خون بن جاتا ہے، چیختے چلاتے حضرت سے دعا کروانے آئے مگر پھر بھی نہ مانے تو اللہ تعالی نے طاعون بھیجا جس میں ان کے تقریبا ستر ہزار لوگ ختم ہو گئے (بغوی عن ابن عباسؓ)

(قران مجید میں یہ واقعہ سورہ ۴۲ آیت ۴۶ سے ۵۶ تک میں ہے)

سبق (۱) اللہ تعالی کا پیار دیکھیں! اس نے اپنے بندوں کو ہلاک کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا، مگر جب بندے بدکاری اور سرکشی کی انتہاء کو پہنچ جاتے ہیں اور بار بار مہلت دینے کے باوجود بھی باز نہیں آتے تو اللہ تعالی پکڑتا ہے، اللہ تعالی نے فرعونیوں کو کتنی مہلت دی اس لئے ہمیں گناہ کے بعد مایوس نہیں ہونا چاہئے پیارے رب کو منالینا چاہئے

(۲) اچھے لوگ اللہ کے الارم سے متنبہ ہوجاتے ہیں جبکہ برے لوگ اس کو دوسروں کی نحوست سمجھتے ہیں

(۳) نبی کی دعا اور دعوت مسلسل جاری رہتی ہے کبھی مایوس ہو کر بیٹھ نہیں جاتا کیونکہ اس کے دل میں انسانیت کی محبت ہوتی ہے

اللہ کی پکڑ اور بنی اسرائیل کی روانگی

جب معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ یہ نشانیاں بھی فرعونیوں کو متاثر نہ کر سکیں تو اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین شام کی جانب لے جاؤ۔ لہذا حضرت موسی علیہ السلام اور ہارون بنی اسرائیل کو لیکر راتوں رات بحر احمر کے راستہ پر چل پڑے، اور روانہ ہونے سے پہلے مصری عورتوں کے زیورات جو ایک تہوار میں استعمال کیلئے تھے وہ بھی واپس نہ کر سکے کہ کہیں مصریوں پر اصل حال نہ کھل جائے۔

جب بنی اسرائیل دریا کے سامنے پہنچے تو ڈرنے لگے، حضرت نے ان کو تسلی دی پھر دعا فرمائی، اللہ تعالی نے حکم دیا کہ موسی! اپنی لاٹھی کو پانی پر مارو چنانچہ حضرت نے ایسا ہی کیا، تو پانی پھٹ کر دونوں جانب دو پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا اور بیچ میں راستہ نکل آیا، تمام بنی اسرائیل اس میں اتر گئے اور خشک زمین کی طرح اس سے پار ہو گئے۔

فرعون نے دیکھا تو اپنی قوم سے کہا: یہ میری کرشمہ سازی ہے پس تم بنی اسرائیل کو پکڑلو، چنانچہ فرعون اور اس کا پورا لشکر بنی اسرائیل کے پیچھے اسی راستہ پر اتر گیا لیکن اللہ تعالی کی کرشمہ سازی دیکھئے! جب بنی اسرائیل کا ہر فرد دوسرے کنارے پر سلامتی کے ساتھ پہنچ گیا تو پانی بحکم الہی پھر اپنی حالت پر آ گیا اور فرعون اس کے لشکر کے ساتھ غرق ہونے لگا، اس حالت میں پکارنے لگا میں اسی رب پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، مگر یہ ایمان حقیقی نہ تھا بلکہ آخرت کے احوال کھلنے کے بعد تھا اس لئے اللہ کی طرف سے جواب ملا: اب یہ کہہ رہا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے انکار اور خلاف ہی کرتا رہا اور حقیقت میں تو مفسدوں میں سے ہے، آج کے دن ہم تیرے جسم کو ان لوگوں کے لئے جو تیرے پیچھے آنے والے ہیں بچا دیں گے تا کہ وہ عبرت کا نشان بنے۔

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورہ ۱۰ آیت ۹۰ سے ۹۲ تک میں ہے)

سبق (۱) ظالم کو سزا مل کر رہتی ہے خواہ اس جہان میں یا دوسرے جہان میں

(۲) جس فرعون نے کہا تھا: یہ پانی میرے حکم سے چلتا ہے اللہ نے اسی پانی میں غرق کر کے اسے چیلنج کیا کہ اگر یہ تیرے حکم کے تابع ہے تو اس کو روک کر دکھا

(۳) وہی ایمان معتبر ہو گا جو حقیقی عذاب دیکھنے سے پہلے ہو یعنی بن دیکھے ہو، دیکھ کر ایمان لانا نہ معتبر اور نہ کمال کا باعث ہے

اللہ کی نعمتیں اور بنی اسرائیل کی شرارتیں

شرارت: بت کی پوجا کا مطالبہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سلامتی کے ساتھ بحر قلزم پار کر کے سینا کے راستے پر چل پڑے، سینا کے بت کدوں میں بت کے پوجاری پوجا میں مشغول تھے، بنی اسرائیل نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے: موسیٰ ہم کو بھی ایسے معبود بنادے تا کہ ہم بھی اسی طرح پوجا کریں، حضرت نے قوم کی زبانی یہ مشرکانہ مطالبہ سنا تو بہت ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کو ڈانٹا کہ اللہ واحد کی عبادت چھوڑ کر بتوں کی پوجا پر مائل ہو، اور اللہ تعالیٰ کی ان تمام نعمتوں کو بھول بیٹھے جن کو تم آنکھوں سے دیکھ چکے ہو

اللہ کی نعمت: چشمے کا نکلنا

بنی اسرائیل وادیٔ سینا میں تھے، یہاں شدید گرمی تھی، بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرنے لگے، حضرت نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنا عصا زمین پر مارو، حضرت نے جیسے ہی عصا مارا تو فوراً بارہ چشمے ابل پڑے۔

من وسلویٰ اتارنا:

بنی اسرائیل نے پیاس کی شکایت کے بعد بھوک کی شکایت کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی،، دعا کا اثر اس طرح ہوا کہ جب رات بیت گئی اور صبح ہوئی تو بنی اسرائیل نے دیکھا کہ زمین اور درختوں پر جگہ جگہ حلوے کے مانند کوئی چیز ہے، یہ مَنّ تھا، اور دن میں تیز ہوا چلی اور تھوڑی دیر میں بٹیروں کے غول کے غول زمین پر اترے اور پھیل گئے، بنی اسرائیل ان کو بھون کر کھانے لگے یہ سلویٰ تھا

بادلوں کا سایہ کرنا:

بنی اسرائیل نے بھوک کے بعد گرمی کی شدت اور سایہ دار درختوں اور مکانوں کی راحت میسر

نہ ہونے کی شکایت کی، حضرت نے دعا کی جو قبول ہوئی اور آسمان پر بادلوں کے پرے کے پرے بنی اسرائیل پر سایہ فگن ہو گئے،۔بنی اسرائیل جہاں جاتے بادل سایہ فگن رہتے۔

شرارت: سبزی مانگنا:

اللہ تعالی کی ان نعمتوں کا شکر کیا ادا کرتے ایک دن جمع ہو کر کہنے لگے: موسی! ہم روز روز یہ غذا کھاتے رہنے سے اکتا گئے ہیں، اپنے اللہ سے دعا کرے کہ وہ ہمارے لئے زمین سے کھیرا، ککڑی، مسور، لہسن اور پیاز جیسی چیزیں اگائے تا کہ ہم خوب کھائیں، حضرت نے فرمایا: کیا تم بہتر اور عمدہ چیز کے بدلے میں گھٹیا چیز چاہتے ہو، جاؤ کسی شہر میں وہاں سب کچھ مل جائیگا جس کے تم طالب ہو،

نعمت: شریعت دینا:

جب بنی اسرائیل غلامی سے آزاد ہو گئے تو اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو شریعت دینے کے لئے طور پہاڑ پر بلایا حضرت نے وہاں عبادت الہی کے لئے اعتکاف کیا، جب چالیس دن کا اعتکاف مکمل ہو گیا تو اللہ تعالی نے ہم کلامی کا شرف بخشا، حضرت نے اللہ تعالی سے درخواست کی، اے اللہ! مجھے اپنا جمال دکھا کہ تیری طرف دیکھ سکوں،، اللہ نے فرمایا: مجھے نہیں دیکھ سکے گا مگر ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ رہا تو، تو بھی مجھے دیکھ سکے گا، پھر جب اللہ تعالی نے تجلی کی تو اس تجلی نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسی غش کھا کر گر پڑے، جب موسی ہوش میں آئے تو معافی مانگتے ہوئے فرمایا: تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے یقین کرنے والوں میں ہوں، اس راز و نیاز کے بعد موسی علیہ السلام کو تورات عطا کی گئی جو بنی اسرائیل کے لئے بہت بڑی نعمت تھی

شرارت: گائے کی پوجا سامری کے کہنے پر:

حضرت موسی علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کا فائدہ اٹھا کر سامری نے جو ظاہر میں مسلمان تھا بنی اسرائیل سے وہ زیورات جو فرعونیوں کے تھے جمع کروا کر ان سے بچھڑے کا ایک ڈھانچہ تیار کیا اور

اس میں جبرئیل کے گھوڑے کے پیروں کے نیچے سے لی ہوئی مٹی ڈال دی جس سے اس میں بولنے جیسا لگنے لگا یعنی آواز آنے لگی، سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ موسی سے غلطی ہوگئی، تمہارا معبود تو یہ ہے، سامری کی اس ترغیب سے بنی اسرائیل نے اس کی پوجا شروع کردی،

حضرت ہارون علیہ السلام نے دیکھا تو بنی اسرائیل کو خوب سمجھایا کہ ایسا نہ کرو یہ تو گمراہی کا راستہ ہے مگر انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کردیا اور کہنے لگے کہ جب تک موسی نہ آجائیں ہم اس سے نہیں رکیں گے۔

اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے فرمایا: موسی! جس قوم کی ہدایت کے لئے تم اتنے بے چین ہو وہ تو بت پرستی میں مبتلا ہے، حضرت نے سنا تو ان کو سخت رنج ہوا اور غصہ اور ندامت کے ساتھ قوم کی طرف واپس ہوئے اور پہلے قوم سے کہا: مجھ سے ایسی کونسی تاخیر ہوگئی تھی جو تم نے آفت برپا کی؟ یہ فرماتے جاتے تھے اور غصہ میں کانپ رہے تھے حتی کہ ہاتھ سے تورات کی تختیاں بھی گر گئیں، بنی اسرائیل نے کہا: ہم نے جان بوجھ کر نہیں کیا یہ سب کچھ سامری کا کیا دھرا ہے، پھر اپنے بھائی ہارون کی طرف بڑھے تو حضرت ہارون نے فرمایا: میں نے ان کو بہت سمجھایا مگر انہوں نے کسی طرح نہیں مانا اور کہنے لگے کہ جب تک موسی نہ آجائے ہم تیری بات سننے والے نہیں ہے بلکہ انہوں نے مجھ کو کمزور پا کر میرے قتل کا ارادہ کرلیا تھا جب میں نے یہ حالت دیکھی تو خیال کیا کہ اب اگر ان سے لڑائی کی جائے تو کہیں مجھ پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ میں نے پیچھے قوم میں تفرقہ ڈال دیا اس لئے خاموشی کے ساتھ آپ کا انتظار کرتا رہا، پیارے بھائی! تو میرے سر کے بال چھوڑ اور اس طرح دوسروں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں، حضرت کا غصہ ان کی جانب سے ختم ہوگیا

اب سامری کی طرف بڑھ کر فرمایا: یہ تونے کیا بچھڑا بنایا ہے؟ سامری نے کہا: جب فرعون ڈوب رہا تھا تب دیکھا کہ جبرئیل کے گھوڑے کے پیر جہاں گرتے ہیں وہاں سبزہ اگ آتا ہے میں نے جبرئیل کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی سے ایک مٹھی لیکر اس بچھڑے میں ڈال دی جس سے وہ آواز

کرنے لگا۔ حضرت نے فرمایا: اچھا اب تیرے لئے دنیا میں یہ سزا ہے کہ تم یہ کہتے پھرو گے کہ بھائی دیکھو چھونا مت! (اور اس سلسلہ میں مشہور بات یہ بتائی جاتی ہے کہ اگر کوئی اسے چھودیتا تو اسے دونوں تک بخار چڑھ جاتا اس لئے وہ ہمیشہ ڈرا رہتا کہ کہیں کوئی چھو نہ دے اور کسی کو دور سے ہی دیکھ کر چلانا شروع کر دیتا بھائی چھونا مت!) اور آخرت میں تو عذاب ہے ہی، اے سامری! تو نے جس بچھڑے کو معبود بنایا ہم اس کو ضرور جلا کر اس کی راکھ دریا میں بہادیں گے تا کہ تم سب کو معلوم ہوجائے کہ تمہارے معبود کا یہ حال ہے کہ وہ دوسروں پر عنایت کیا کرتا خود اپنی ذات کو تباہی سے نہ بچاسکا۔

سامری کے بارے میں:

سامری کی پیدائش کے سال بھی بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل ہورہا تھا اس لئے اس کی ماں نے قتل سے بچانے کے لئے اسے ایک غار میں ڈال دیا تھا پھر اللہ تعالی کے حکم سے حضرت جبرئیل کے ذریعے اس کی پرورش ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ حضرت جبرئیل کو پہچانتا تھا

اس شرارت پر سزا:

نسائی میں روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا: تمہارے اس گناہ کی توبہ کی صرف ایک صورت مقرر کی گئی ہے وہ یہ کہ مجرموں کو اپنی جان اس طرح ختم کرانا ہے کہ جو شخص رشتہ میں جس سے زیادہ قریب ہے وہ اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے، یعنی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو، آخر بنی اسرائیل کافی تعداد میں قتل ہوئے، جب نوبت یہاں تک پہنچی تو حضرت موسی علیہ السلام نے دعا کی، اے اللہ! ان پر رحم فرما کر ان کی غلطیوں کو بخش دے، حضرت کی دعا قبول ہوئی اور جو زندہ تھے سب کو معاف کر دیا گیا۔

شرارت: نبی پر بھروسہ نہ کرنا:

جب بنی اسرائیل کا یہ جرم معاف کر دیا گیا تو حضرت موسی علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اللہ تعالی نے تمہاری ہدایت کے لئے تورات عطا کی ہے، اب تمہارا فرض ہے کہ اس پر ایمان لاؤ، بنی

اسرائیل کہنے لگے: موسیٰ! ہم کیسے یقین کرلیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے؟ صرف تیرے کہنے سے تو ہم نہیں مانیں گے، ہم تو جب تک اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں تب تک نہیں مانیں گے، حضرت نے سمجھایا کہ اللہ کو ان آنکھوں سے کس نے دیکھا ہے جو تم دیکھو گے یہ نہیں ہوسکتا، مگر بنی اسرائیل کی ضد بڑھتی گئی تو حضرت نے فرمایا: مناسب یہ ہے کہ تم میں سے چند سرداروں کو چن کر ساتھ لے جاتا ہوں، وہ اگر آکر تصدیق کردیں تو پھر تم سب مان لینا، اس پر قوم راضی ہوگئی،

حضرت موسیٰ ستر سردار ساتھ لیکر طور پہنچے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میری کتاب ہے میں نے ہی موسیٰ کو پیغمبر بنایا ہے اور انہیں یہ کتاب دی، ان سرداروں نے صاف صاف سننے کے بعد بھی کہا: موسیٰ! کیا معلوم یہ آواز اللہ کی ہے یا کسی اور کی؟ اس لئے ہم اس آواز پے بھروسہ نہیں کرسکتے جب تک ہم کھلے طور پر اللہ کو بات کرتے ہوئے نہ دیکھ لیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ضد پر انہیں موت دیدی، حضرت نے اللہ تعالیٰ سے کہا: میری قوم تو یہ کہے گی کہ میں نے ہی انہیں ہلاک کردیا ہے اس لئے آپ انہیں زندہ فرمادیجئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمادیا۔

شرارت: قوم کا سرداروں پر بھروسہ نہ کرنا:

جب یہ ستر سردار دوبارہ زندگی پاکر قوم کی جانب واپس ہوئے تو انہوں نے قوم کو سنایا کہ موسیٰ علیہ السلام جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے اور بلاشبہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں، اب فطرت سلیم کا تقاضہ تو یہ تھا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے مگر ہوا یہ کہ انہوں نے سرداروں کی بات نہ مانی اور انکار کردیا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو اللہ کے دربار میں قوم کی اس شرارت کا شکوہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا کر بنی اسرائیل کے سروں پر کردیا اور فرمایا: جو ہم نے دیا ہے اس کو قوت سے پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد کرو تاکہ پرہیزگار بنو، مگر افسوس! بنی اسرائیل نے اس کو کچھ وقت کے لئے قبول کیا اور حسب عادت پھر خلاف ورزی شروع کردی۔

شرارت: بزدلی دکھانا اور اپنے حق کو وصول نہ کرنا:

سینا کے جس میدان میں بنی اسرائیل موجود تھے یہ سرزمین فلسطین سے قریب تھا، جو بنی اسرائیل کا اصل وطن تھا، لہذا حضرت موسی علیہ السلام کی معرفت اللہ کا حکم ہوا کہ اپنی قوم سے کہو کہ ارض مقدس میں داخل ہوں اور وہاں کے ظالم حکمرانوں کو نکال کر عدل وانصاف کی زندگی بسر کریں، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فتح تمہاری ہوگی، حضرت نے اس سے پہلے کہ بنی اسرائیل کو ارض مقدس میں داخل ہونے کے لئے آمادہ کریں، بارہ آدمیوں کو تفتیش کے لئے بھیجا، وہ فلسطین کے قریبی شہر اریحا میں داخل ہوئے اور تمام حالات کو بہ غور دیکھا، جب واپس آئے اور بتایا کہ وہ مضبوط اور زبردست ہیں تو حضرت نے فرمایا: یہ بات قوم کے سامنے نہ کہنا، اس لئے کہ لمبی غلامی نے ان کے حوصلے پست کردیئے ہیں اور ان میں بہادری کی جگہ بزدلی نے لی ہے، مگر آخر یہ بھی اسی قوم کے افراد تھے، نہ مانے اور خاموشی کے ساتھ قوم کے سامنے دشمن کی طاقت کا خوب بڑھا چڑھا کر ذکر کیا، البتہ صرف دو شخص یوشع بن نون اور کالب بن یفنہ نے حضرت موسی کی بات مانی

اب حضرت نے بنی اسرائیل سے کہا تم اس بستی میں داخل ہو اور دشمن کا مقابلہ کرکے اس پر قبضہ کرلو اللہ تمہارے ساتھ ہے، بنی اسرائیل نے یہ سن کر جواب دیا کہ موسی! وہاں تو بڑے ظالم لوگ بستے ہیں، ہم تو اس وقت داخل ہوں گے جب وہ وہاں سے نکل جائیں گے، یوشع اور کالب نے جب یہ دیکھا تو قوم کو ہمت دلائی اور کہا شہر کے پھاٹک سے گزر جانا، اللہ مدد کرے گا مگر بنی اسرائیل پر اس کا بالکل اثر نہ ہوا بلکہ حضرت سے کہنے لگے: تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں

اس شرارت پر سزا:

اللہ تعالی نے اس بزدلی اور برے کلمات کہنے کے سبب ایسے میدان میں (جس کی لمبائی تقریبا ۱۳۵ کیلومیٹر اور چوڑائی ۴۵ کیلومیٹر تھی) چھ لاکھ لوگوں کو چالیس سال تک قید کردیا، چالیس

سال تک مسلسل یہ لوگ اس کوشش میں رہتے کہ کس طرح میدان سے نکل کر مصر واپس چلے جائے یا آگے بڑھ کر بیت المقدس پہنچ جائے، مگر ہوتا یہ تھا کہ سارے دن کے سفر کے بعد جب شام ہوتی تو یہ معلوم ہوتا کہ پھر پھرا کر اسی جگہ پہنچ گئے ہیں جہاں سے صبح چلے تھے،

یاد رہے! اللہ تعالی کسی قوم کو جو سزا دیتے ہیں وہ ان کے برے اعمال کی مناسبت سے ہوتی ہے، اس نافرمان قوم نے کہا تھا: کہ ہم یہاں بیٹھے ہیں موسی! تو اور تیرا رب دونوں جاؤ، اللہ تعالی نے چالیس سال تک وہیں قید کر دیا، چالیس سال کے بعد ان میں اور ان کی نسل میں جب حق وصول کرنے کا جذبہ پیدا ہوتب اللہ تعالی نے اس قید سے رہا فرمایا، مگر اس دوران حضرت ہارون اور موسی علیہ السلام کا انتقال ہوگیا، حضرت یوشع کی قیادت میں بنی اسرائیل ارض مقدس میں داخل ہوئے اور ایک مرتبہ پھر اپنے آبائی وطن کے مالک بنائے گئے

نعمت اور شرارت: بلا چوچراں حکم نہ ماننا بلکہ بحث کرنا:

بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہوگیا مگر قاتل کا پتہ نہ لگا، آخر اس کی وجہ سے اختلاف ہوگیا، حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا کی تو اللہ تعالی نے حضرت سے فرمایا، ان سے کہو کہ پہلے ایک گائے ذبح کریں اور اس کے بعد گائے کے ایک حصہ کو مرے ہوئے بندے کے جسم سے مس (ٹچ) کریں پس اگر وہ ایسا کریں گے تو ہم اس کو زندگی بخش دیں گے اور یہ اختلاف ختم ہوجائے گا۔

حضرت نے بنی اسرائیل سے جب یہ بات کہی تو اللہ کا حکم ماننے کی بجائے بحث کرنے لگے کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہو، وہ کیسی ہو؟ خیر! اس طرح کی گائے بہت تلاش کے بعد ایک جگہ ملی، گائے والے نے کہا: اس کی قیمت اتنا سونا ہوگا جو اس کے کھال میں سما سکے، اب کوئی چارہ تو تھا نہیں، بحث کر کے یہ مصیبت مول لی تھی، گائے خرید کر ذبح کر کے اس کا ایک حصہ مردہ کے بدن سے مس کیا تو وہ زندہ ہو کر بتلانے لگا کہ میرے بھتیجہ نے مجھے قتل کیا تھا پھر وہ مر گیا، اس طرح اللہ تعالی نے یہ احسان فرمایا کہ بنی اسرائیل کو لڑنے بھڑنے سے بچا دیا (ابن کثیر اور دیگر) لیکن اس احسان پر بھی شرارت کی

شرارت: مالداروں کی عیاشی اور غریبوں کا رال ٹپکانا:

قارون حضرت موسی علیہ السلام کی قوم میں سے تھا اللہ تعالی نے اسے بے پناہ مال ودولت سے نوازا تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں بھی اٹھانے میں ایک طاقتور جماعت تھک جاتی، روح المعانی میں محمد بن اسحاق سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ یہ تورات کا حافظ بھی تھا مگر سامری کی طرح منافق ثابت ہوا، وہ حضرت موسی اور ہارون سے حسد کرتا تھا کہ میرے پاس اتنا مال ہیں پھر بھی بنی اسرائیل کی قیادت موسی جیسے فقیر بندے کے ہاتھ میں ہے؟ جس پر قوم نے اسے نصیحت کی کی کہ بھائی مت اترا، اللہ تعالی اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا، تو اس نے جواب دیا کہ جو مال مجھے ملا ہے وہ میری اپنی سمجھ بوجھ اور میرے ذاتی علمی کمال کی بدولت ملا ہے

ایک دن کا واقعہ ہے کہ قارون حضرت موسی کو نیچا دکھانے کے لئے اتنا سج اور سنور کر نکلا کہ کچھ بنی اسرائیل نے یہ کہہ دیا کہ کاش! قارون کی طرح ہم بھی مالدار ہوتے، قارون کتنا خوش قسمت ہے لیکن علماء نے ان لوگوں سے کہا: افسوس کی بات ہے کہ تم قارون کی مالداری پہ رشک کرتے ہو؟ رشک کی چیز تو آخرت کا ثواب ہے، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اللہ تعالی نے قارون کو اس کے پورے خزانے کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا، اب جن لوگوں نے قارون کو خوش نصیب سمجھا تھا انہوں نے فورا رائے بدل دی، اور یقین کرلیا کہ مالداری اللہ کی رضا کی نشانی نہیں ہوسکتی، اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہم بھی دھنسا دئے جاتے، اللہ تعالی نے اس واقعہ سے سمجھا دیا کہ اگر تم بھی مالداری کو انعام سمجھنے کی بہ جائے اپنی ذاتی محنت اور دماغ کی پیداوار سمجھو گے اور اس پہ تکبر کرتے ہوئے دوسروں کو حقیر گردانے لگو گے تو تم بھی رسوا کن سزا میں مبتلا ہو گے، اسی طرح تم کسی متکبر کی مالداری پہ رشک کرو گے تو آج نہ تو کل اپنی رائے پر افسوس کرو گے

شرارت: حضرت طالوت کی قیادت پر راضی نہ ہونا:

حضرت یوشع علیہ السلام کے بعد حضرت شمویل علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے

منصب نبوت عطا کیا گیا، حضرت شمویل کے زمانے میں بنی اسرائیل پر پڑوسی قومیں حملہ آور رہتی تھیں اس لئے بنی اسرائیل نے حضرت شمویل سے درخواست کی وہ ہم پر ایک بادشاہ مقرر کردیں جس کی قیادت میں وہ ظالموں سے مقابلہ کریں، حضرت نے فرمایا: تمہارا کوئی ٹھکانہ نہیں، اگر تم کولڑائی کا حکم دیا گیا تو تم لڑنے سے انکار کردو، سرداروں کے یقین دلانے پر حضرت نے اللہ تعالی سے دعا کی، اللہ تعالی نے حضرت طالوت کو جو علمی اور جسمانی دونوں لحاظ سے بنی اسرائیل میں نمایاں تھے ان پر بادشاہ مقرر کیا، بنی اسرائیل کو یہ فیصلہ پسند نہ آیا اور باتیں بنانے لگے حتی کہ انہوں نے حضرت سے مطالبہ کیا کہ اگر طالوت کا تقرر اللہ کی جانب سے ہے تو اس کے لئے اللہ کا کوئی نشان دکھلا دے، اس پر اللہ تعالی نے وہ تابوت (جس میں حضرت موسی علیہ السلام اور ہارون کے تبرکات تھے، دشمن لے گیا تھا) فرشتوں کے ذریعہ بنی اسرائیل تک پہنچادیا، جس پر انہوں نے طالوت کو اپنا بادشاہ مان لیا

شرارت: جنگ سے بھاگنا اور امیر کی اطاعت نہ کرنا:

جب بنی اسرائیل حضرت طالوت کی قیادت میں ایک ندی کے کنارے پہنچے تو حضرت نے اعلان کیا: جو اس ندی سے سیراب ہو کر پئے گا وہ میری جماعت میں نہیں رہے گا، اور جو ایک آدھ چلو پئے گا وہ میری جماعت میں رہے گا مگر تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ سب نے اس نہر سے سیراب ہو کر پی لیا جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے جہاد جیسے مقدس عمل محروم کردیا

جب فرمان بردار مجاہدین جالوت اور اس کے لشکر کے مقابل ہوئے تو کہنے لگے: اے اللہ! ہم کو صبر دے اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافر قوم پر ہم کو فتح عطا فرما، اللہ تعالی نے دعا قبول فرمائی وہ اس طرح کہ اس لشکر میں ایک نوجوان (حضرت داؤد) نے اپنی بے پناہ بہادری سے جالوت جیسے طاقتور کو قتل کردیا اور فتح پالی۔

شرارت: بنی اسرائیل کا حضرت موسی علیہ السلام کو ستانا:

بنی اسرائیل کی طرف سے حضرت کو دی گئی تکالیف کی لمبی فہرست ہے، مگر ایک تکلیف جس کا

خلاصہ بخاری شریف وغیرہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ موسی علیہ السلام کی قوم کے لوگ ایک دوسرے کے سامنے ننگے بدن غسل کیا کرتے تھے اور موسی پردے میں، حضرت کو ننگے بدن نہانے پر مجبور کرنے کے لئے یہ کہنا شروع کردیا کہ اصل میں موسی کے بدن میں عیب دار مرض ہے اس کو چھپانے کے لئے یہ لوگوں کے سامنے ننگے بدن غسل نہیں کرتا، ایک مرتبہ حضرت پتھر پر کپڑے پر رکھ کر اس کی آڑ میں غسل کرنے لگے تو اللہ تعالی کے حکم سے پتھر نے حضرت کے کپڑے لیکر بھاگنا شروع کیا، اب حضرت اس کے پیچھے ہوئے، پتھر دوڑے دوڑتے وہاں پہنچا جہاں لوگ بیٹھے تھے، حضرت بھی اس کے پیچھے پیچھے پہنچے تو ان لوگوں نے حضرت کو سر سے پاؤں تک دیکھ لیا کہ ان کے بدن میں کہیں کوئی عیب نہیں اور لوگوں کا منہ بند ہو گیا

شرارت: حیلے کرنا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امت کی اکٹھا عبادت کے لئے جمعہ کا دن مقرر فرمایا تھا، حضرت موسی علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے اصرار کیا کہ جمعہ کی بہ جائے سنیچر کا دن مقرر کیا جائے، اللہ تعالی نے ان کے اصرار پر سنیچر کا دن مقرر فرمایا اور ساتھ میں یہ فرمایا: سنیچر کے بارے میں حد سے نہ گزرنا یعنی خلاف ورزی نہ کرنا مگر اس قوم نے خلاف ورزی کی وہ اس طرح کہ وہ مچھلی کو پکڑ کر اسی دن گھر تو نہیں لاتے تھے بلکہ انہیں کانٹوں میں پھنسا کر کانٹوں کو پانی ہی میں چھوڑ دیتے پھر اتوار کو نکال لیا کرتے، اس پر اللہ نے ان کو بندر بنا دیا اور پھر تین دن کے بعد مر گئے

شرارت: نبیوں کو قتل کرنا:

جب یہودیوں کے علماء پیسوں کی خاطر اللہ تعالی کے احکام کو بدلنے لگے اور عوام ان کے ساتھ ہو کر اللہ کی کتاب کو چھوڑنے لگے حتی کہ اللہ تعالی نے عراق کے ظالم بادشاہ بخت نصر کو ان پر مسلط کیا، جس نے فلسطین وشام کے شہروں کو تباہ کر دیا، توریت کے تمام نسخے جلا دئے، بے تعداد یہودیوں کو قتل کر دیا، اور ایک لاکھ سے زائد یہودیوں کو بھیڑ بکری کی طرح ہنکاتا ہوا پیادہ پا عراق لے گیا اور

سب کو غلام بنالیا، اس وقت خود یہودیوں کی زبان پر یہ تھا کہ ہمیں انبیاء کے ناحق خون کی یہ سزا دی گئی ہے، پھر ذوالقرنین نے ان کو آزاد کرایا۔

شرارت: ظلم پر خاموش رہنا: (حضرت یحیی کے قتل پر)

یہودیہ (ایک جگہ کا نام ہے) کا بادشاہ ہیروڈیس شروع سے حضرت یحیی علیہ السلام سے حسد کرتا تھا ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ اس ظالم بادشاہ نے اپنی محرم (جس سے نکاح جائز نہیں) سے نکاح کرلیا، حضرت یحیی نے بھرے دربار اس کو اس حرکت پر سمجھایا اور اللہ کے خوف سے ڈرایا، ہیروڈیس کی محبوبہ نے یہ سنا تو غم وغصہ سے بے تاب ہوگئی اور ہیروڈیس کو آمادہ کیا کہ وہ یحیی کو قتل کردے، ہیروڈیس نے محبوبہ کے اصرار پر حضرت یحیی علیہ السلام کا سر قلم کرکے طشت میں رکھ کر اس کے پاس بھیج دیا، سخت حیرت کا مقام ہے کہ حضرت یحیی کے پیچھے ایک بہت بڑی جماعت ہونے کے باوجود کسی یہودی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ ہیروڈیس کو روکے یا حضرت کی شہادت کے بعد اس سے انتقام لے، بلکہ ایک جماعت نے خوشی کا اظہار کیا، مگر دوسری طرف اللہ تعالی نے ہیروڈیس کی پہلی بیوی کے رشتہ سے جو خسر تھا اس کو ہیروڈیس پر مسلط کیا اور اس سے ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتارا

شرارت: حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل کی سازش:

حضرت یحیی کی شہادت کے بعد بھی یہودیوں نے کوئی سبق نہیں لیا، اور حضرت عیسی کی سچی باتیں جب ان کی عیاشی اور بدکاری پر ضرب لگانے لگی تو حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل کی اجازت بادشاہ وقت سے حاصل کی اور حضرت کا محاصرہ کرلیا مگر اللہ تعالی نے ان کے ارادوں کو ناکام بناکر حضرت کو زندہ آسمان پر اٹھالیا، اس شرارت کی سزا میں اللہ تعالی نے رومن جرنیل ٹیٹس مسلط کیا، جس نے ایسا خون بہایا کہ یہود پھر کبھی نہ ابھر سکے۔ (قرآن مجید میں یہود کی شرارتوں کا ذکر سورۃ ۲ اور سورۃ ۵ میں ہے)

سبق: اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا ذکر کرکے امت محمدیہ کو

سمجھایا ہے کہ خلافت جیسا عظیم منصب بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ رہا مگر جب انہوں نے مذکورہ (اوپر لکھی ہوئی) شرارتیں کیں تو اللہ تعالی نے ذلیل وخوار کردیا، ٹھیک اسی طرح اگر امت محمدیہ میں یہ بیماریاں در آئیں تو وہ بھی ذلیل وخوار ہوگی

بیماریاں:

(۱) شرک (۲) نعمت کی ناشکری (۳) بغیر تحقیق کے کسی کے بہکاوے میں آجانا جیسا کہ وہ سامری کے بہکاوے میں آگئے (۴) نبی پر بھروسہ نہ کرنا (۵) قائدین پر بھروسہ نہ کرنا (۶) بزدل ہونا حتی کہ اپنا حق تک وصول نہ کرنا (۷) عمل کرنے کے بجائے بحث کرنا (۸) مالداروں کا عیاشی کرنا اور غریبوں کا رال ٹپکانا (۹) غیر خاندانی کی قیادت پر راضی نہ ہونا (۱۰) جنگ سے بھاگنا اور امیر کی اطاعت نہ کرنا (۱۱) حیلے کرنا (۱۲) نبیوں کا قتل کرنا (۱۳) ظلم پر خاموش رہنا (۱۴) حسد کرنا (۱۵) جادو کرنا (۱۶) لوگوں کو اپنا غلام سمجھنا (۱۷) انسانیت کو لوٹنا (۱۸) اپنے آپ ہی کو جنت کا حقدار سمجھنا یہی وجہ ہے کہ یہودی کبھی اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرتے کہ کہیں دوسرے جنت میں داخل نہ ہوجائے، جبکہ اسلام چاہتا ہے کہ سارے انسان جنت میں جائے، اسی لئے دنیا میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب، مذہب اسلام ہے، (۱۹) اپنے فائدے کے لئے مقدس کتاب میں تحریف یعنی ردوبدل کرنا (۲۰) سودخوری (۲۱) نیک لوگوں کو پر الزام لگانا۔ جیسے حضرت سلیمان پر الزام لگایا کہ اس کی حکومت جادو کے بل پر ہے اور سلیمان بہت بڑا جادوگر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور باپ کو دعوت حق

حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے باشندے تھے اور ان کی قوم بت پرستی، ستارہ پرستی، اور بادشاہ پرستی میں مبتلا تھی حتی کہ حضرت کے والد اپنی قوم کے لئے لکڑی کے بت بناتے اور بیچتے تھے، حضرت نے جب یہ دیکھا تو سب سے پہلے اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے باپ! کیوں پوجتا ہے اس کو جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ تیرے کچھ کام آتا ہے، اے میرے باپ!

میرے پاس جو علم ہے وہ تیرے پاس نہیں ہے لہذا تو میری پیروی کر میں تجھ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا، اے میرے باپ! تو شیطان کی پوجا مت کر کیونکہ وہ انسان کا کھلا دشمن ہے، اے میرے باپ! مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تجھ کو اللہ کا عذاب پکڑ لے پھر تو شیطان کا ساتھی ہو جائے

مگر افسوس! آزر پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ آزر نے بیٹے کو دھمکانا شروع کیا، کہنے لگا: ابراہیم !اگر تو بتوں کی برائی سے باز نہ آئے گا تو میں تجھ کو سنگسار کر دوں گا، حضرت نے باپ کی سختی کا جواب سختی سے نہیں دیا، ذلیل کرنے کا رویہ نہیں برتا بلکہ نرمی اور اخلاق کریمہ سے جواب دیا، اے باپ! اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو میں آج تجھ سے جدا ہوتا ہوں، میں اللہ کے سچے دین اور اس کے پیغام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ (سورہ ۱۹ آیت ۴۶)

سبق (۱) دعوت کی ابتداء گھر ہی سے ہونی چاہئے

(۲) باپ مخالف بھی ہو تب بھی اس کا احترام ملحوظ رکھنا چاہئے

قوم کو دعوتِ اسلام

باپ اور بیٹے کے درمیان جب کوئی صورت نہ بنی تو حضرت قوم کی طرف متوجہ ہوئے، مگر قوم بھی اپنے باطل معبودوں کی طرح گونگی، اندھی اور بہری بن گئی اور صرف ایک ہی رٹ لگاتی رہی، ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہی کرتے چلے آئے ہیں لہذا ہم بھی وہی کر رہے ہیں، حضرت نے فرمایا: میں ان سب بتوں کو اپنا دشمن جانتا ہوں یعنی میں ان سے اعلان جنگ کرتا ہوں، اگر یہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو اپنی حسرت نکال لیں، میں تو صرف اس ہستی سے پیار کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا، اور سیدھا راستہ دکھایا، جو مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے اور جو زندگی اور موت کا مالک ہے

بالآخر حضرت نے مناسب سمجھا کہ قوم کے علوی معبود یعنی ستارے جن کی قوم پوجا کرتی تھی اور سفلی معبود یعنی مورتیاں کی حقیقت قوم کے سامنے لائی جائے، اس کے لئے حضرت نے ایک رات

ستاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ میرا رب ہے (مان لو) لیکن جب وہ نظر سے اوجھل ہو گئے تو فرمایا: میں چھپ جانے والوں کو رب نہیں مان سکتا، پھر نگاہ اٹھائی تو چاند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ میرا رب ہے (مان لو) لیکن جب چاند آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو فرمایا: میں ڈوب جانے والے کو رب نہیں بنا سکتا، پھر دن نکل آیا اور سورج پوری آب وتاب سے چمکنے لگا تو حضرت نے فرمایا: یہ میرا رب ہے (مان لو) لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو حضرت نے فرمایا: اے قوم! میں تمام مشرکانہ عقائد سے بری ہوں، میں اپنا رخ صرف ایک اللہ کی جانب کرتا ہوں جو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے، میں حنیف ہوں، مشرک نہیں ہوں۔

جب قوم حضرت کی اس دلیل سے بالکل لاجواب ہو گئی تو حق کو قبول کرنے کی بہ جائے حضرت کو معبودان باطلہ سے ڈرانے لگی کہ وہ تیری توہین کا تجھ سے ضرور بدلہ لیں گے، حضرت نے فرمایا: تمہارے بت کچھ بھی نہیں کر سکتے، جو کچھ میرا رب چاہے گا وہی ہوگا، ڈرنا تو تمہیں چاہئے کہ تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کر کے اللہ کی توہین کرتے ہو۔

علوی معبود کی حقیقت قوم کے سامنے کھولنے کے بعد سفلی معبود (مورتیاں) کی حقیقت کھولنے کے لئے جب پوری قوم، بادشاہ، کاہن، میلہ میں مشغول تھے تب حضرت دیوتاؤں کے مندر میں پہنچے، دیکھا تو وہاں دیوتاؤں کے سامنے قسم قسم کے حلوؤں، پھلوں، میووں اور مٹھائیوں کے چڑھاوے رکھے تھے، حضرت نے فرمایا: ان کو کھاتے کیوں نہیں؟ میں بات کر رہا ہوں کیا بات ہے تم جواب نہیں دیتے؟ پھر ان سب کو توڑ پھوڑ ڈالا اور سب سے بڑے بت کے کاندھے پر ہتھوڑا رکھ کر واپس چلے گئے

جب لوگ میلے سے واپس آئے تو ہیکل (مندر) میں بتوں کا یہ حال دیکھ کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ کس نے کیا؟ ان میں وہ بھی تھے جن کے سامنے حضرت یہ کہہ چکے تھے کہ میں تمہارے بتوں کے ساتھ ایک چال چلوں گا، انہوں نے فوراً کہا کہ یہ ابراہیم ہی کا کام ہے، کاہنوں اور

سرداروں نے سنا تو کہنے لگے: اس کو مجمع کے سامنے لاؤ، حضرت قوم کے سامنے لائے گئے، انہوں نے کہا: ابراہیم! یہ تو نے کیا ہے؟ حضرت نے دیوتاؤں کی حقیقت اور بے بسی ظاہر کرنے کے لئے فرمایا: ان میں سے اس بڑے بت نے کیا ہے پس اگر یہ تمہارے دیوتا بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو؟ قوم کے سردار اس پر ذلیل ورسوا ہو گئے اور سوچنے لگے کہ کیا جواب دیں؟ کہنے لگے: ابرہیم! تو خوب جانتا ہے کہ یہ بولنے والے نہیں ہیں، حضرت نے فرمایا: افسوس! تم اللہ تعالی کو چھوڑ کر ان چیزوں کی پوجا کرتے ہو جو تم کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان؟

حضرت کی اس نصیحت سے اثر لینے کی بہ جائے پوری قوم حضرت سے دشمنی پر اتر آئی اور اعلان کر دیا کہ اگر دیوتاؤں کی خوشنودی چاہتے ہو تو اس کو دہکتی ہوئی آگ میں جلا ڈالو، مگر ابھی بادشاہ کے فیصلے کا انتظار تھا، کیونکہ بادشاہ (نمرود) آزر کی وجہ سے حضرت پر ہاتھ اٹھانے سے ڈر رہا تھا

(سورۃ ۲۱ آیت ۵۱ سے ۶۰)

سبق: (۱) دعوت کا وہی طریقہ مؤثر ہوتا ہے جو باطل کو ہر طرح سے لاجواب کردے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا،

(۲) داعی باطل کو مٹانے کے لئے باطل کی کسی چیز کو اپنائے تو یہ غلط نہیں ہوتا کیونکہ وہ باطل کے گمان کے مطابق بات کرتا ہے نہ کہ اپنے گمان کے مطابق جیسے حضرت نے فرمایا: اس بڑے بت نے کیا، یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ باطل کے گمان کے مطابق بات کی ہے نہ کہ اپنے گمان کے مطابق، یعنی تمہارے گمان کے مطابق یہ بت سب کچھ کر سکتا ہے تو اس نے کیا، میرے گمان کے مطابق کچھ بھی نہیں کر سکتا ہے، یہ باطل کو لاجواب کرنے کا بہترین انداز ہے

بادشاہ کو دعوت حق

ابھی قوم کا یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ ابراہیم کو میرے دربار میں حاضر کرو، بادشاہ کو حضرت سے دشمنی صرف اس وجہ سے تھی کہ اسے حضرت کی دعوت کی سرگرمیوں کی وجہ سے

سلطنت کا زوال نظر آ رہا تھا، بہر حال اس نے حضرت سے کہا: مجھ کو رب کیوں نہیں مانتا؟ حضرت نے فرمایا: تو مخلوق ہے جبکہ میرا اللہ خالق ہے، میرا رب وہ ہے جس کے قبضہ میں زندگی اور موت ہے، نمرود کہنے لگا: موت وحیات تو میرے قبضہ میں بھی ہے اور یہ کہہ کر اسی وقت اس نے جلاد کو حکم دیا کہ فلاں کی گردن مار، جلاد نے فوراً قتل کر دیا، پھر ایک قتل کے مستحق مجرم کو جیل سے بلا کر چھوڑ دیا، اور کہنے لگا: دیکھو! میں کس طرح زندگی بخشتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔

حضرت سمجھ گئے کہ نمرود عوام کو بیوقوف بنانے کے لئے ایسا کر رہا ہے ورنہ موت وحیات دینے کا اصل مطلب وہ بھی جانتا تھا، لہذا حضرت نے موت وحیات کا اصل مطلب سمجھانے کی بہ جائے ایک دوسرا انداز اختیار کیا اور فرمایا: میں اس ہستی کو اللہ مانتا ہوں جو روزانہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے اور مغرب کی جانب لے جاتا ہے، پس اگر تیرا بھی خدا ہونے کا دعوی ہے تو اس کے خلاف سورج کو مغرب سے نکال اور مشرق میں چھپا، یہ سن کر نمرود لا جواب اور ذلیل ہو گیا۔

اب سب نے یعنی رعایا اور بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ ابراہیم کو دہکتی آگ میں جلا دینا چاہئے، ایسے وقت میں بھی حضرت کو نہ اس کی پرواہ تھی اور نہ خوف، بے خوف وخطر دعوت میں مشغول تھے، کیونکہ ایسے نازک وقت میں حضرت کے ایمان کے مطابق ایسا زبردست سہارا حاصل تھا جس کو تمام سہاروں کا سہارا کہا جاتا ہے، وہ اللہ واحد کا سہارا تھا، غرض نمرود اور قوم نے حضرت کی سزا کے لئے ایک مخصوص جگہ میں کئی روز مسلسل آگ دہکائی حتی کہ اس کے شعلوں سے قرب وجوار کی چیزیں جھلسنے لگیں، تب نمرود نے ایک گوپھن میں بٹھا کر دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا، اس وقت آگ میں جلانے کی تاثیر بخشنے والے اللہ نے آگ کو حکم دیا کہ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا، اس طرح اللہ نے دشمنوں کو ذلیل کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نجات دیدی۔ (سورۃ ۲ آیت ۱۲۴)

سبق: (۱) اسباب میں تاثیر اللہ تعالی نے رکھی ہے وہ جب چاہتا ہے تاثیر چھین لیتا ہے لہذا ہمیشہ نظر اللہ پر ہونی چاہئے نہ کہ اسباب پر یہی ایمان ہے، جو ابراہیم علیہ السلام کو کامل درجہ حاصل تھا

(۲) داعی کو چاہئے کہ مقصود بیان کرے نہ کہ باریک نکات، جیسے ابراہیم نے نمرود کے سامنے موت وحیات کے نکات نہیں بیان کئے بلکہ سادہ انداز اپنایا۔

اللہ کی خاطر سب چھوڑ دیا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم، باپ اور بادشاہ کو ہر طرح سے سمجھایا مگر انہوں نے حق قبول نہ کیا تو حضرت نے اللہ کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا اور ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے، جب مصر سے گذر ہوا تو حضرت نے اپنے بیوی صاحبہ سے فرمایا: یہاں کا بادشاہ اگر کسی حسین عورت کو دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا شوہر ہوتا ہے تو قتل کر کے اس عورت سے بدکاری کرتا ہے، اور اگر کوئی اور ہوتا ہے تو عورت کو چھیڑتا نہیں ہے، تم چونکہ میری دینی بہن ہو اس لئے تم اس سے کہہ دینا کہ یہ میرا بھائی ہے، مگر اس کے باوجود اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہؓ سے بدکاری کا ارادہ کیا، اللہ تعالی نے اس کا ہاتھ شل کر دیا، یہ دیکھ کر اسی نے حضرت سارہؓ سے معافی مانگی، پھر حضرت سارہؓ کی دعا پر اچھا ہو گیا مگر دوبارہ بدکاری کا ارادہ کیا پھر ہاتھ شل ہوا پھر دعا کی، اچھا ہو گیا اور حضرت سارہؓ کی بزرگی سے متأثر ہو کر اپنی صاحبزادی ہاجرہ سارہ کی خدمت کے لئے دیدی، اس طرح یہ قافلہ چار افراد (ابراہیم، سارہ، ہاجرہ، اور لوط) پر مشتمل ملک شام پہنچا (سورۃ ۷ ۳ آیت ۸۳)

سبق: (۱) اللہ سے محبت کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کی خاطر سب کچھ قربان کیا جائے، ماں باپ، وطن، جائیداد وغیرہ

(۲) نیک اور وفادار بیوی وہی ہے جو ہر وقت شوہر کا ساتھ دے کبھی تنہا نہ چھوڑے

(۳) اگر کوئی عورت حقیقی معنی میں پاک دامن ہوتی ہے تو اللہ تعالی بڑے سے بڑے ظالم سے اس کی عزت محفوظ رکھتے ہے بلکہ ظالم کو بھی متاثر کرتے ہے

(۴) اچھے انسان دشمن کو بھی بری حالت میں نہیں دیکھ سکتے، جیسے حضرت سارہ نے ظالم کا ہاتھ شل دیکھا تو اللہ کے حضور رو پڑی

اللہ تعالی سے زیادہ قریب ہونے کے لئے سوال

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے سوال کیا اے اللہ! آپ کسی کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کیسے کرتے ہیں؟ اللہ تعالی نے فرمایا: کیا آپ کو یقین نہیں ہے؟ حضرت نے فرمایا: بالکل یقین ہے لیکن میں اس میں اضافہ چاہتا ہوں، (تا کہ آپ کا مزید قرب حاصل ہو، اور نمرود جیسوں کو لاجواب کر سکوں) اللہ تعالی نے فرمایا: چار چڑیوں کو لے آئیں اور انہیں اپنے پاس رکھیں جب وہ آپ سے قریب ہو جائیں تو انہیں ذبح کر کے ان کی بوٹیاں بنائیں پھر ان چاروں کے گوشت کو ملادیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کے ٹکڑے کو ہر پہاڑ پر رکھدیں پھر انہیں آواز دیں وہ زندہ ہو کر تمہارے پاس دوڑ کر آئیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، تو ہر پرندہ زندہ ہو کر حضرت کی طرف آنے لگا، اس طرح حضرت نے اللہ تعالی کی اس عظیم قدرت کو دیکھ کر اپنے ایمان کو بڑھایا۔ (سورۃ ۲ آیت ۱۵۸)

سبق: (۱) حضرت کا یہ سوال شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ ایمان میں اضافہ کرنے کے لئے تھا

(۲) اللہ تعالی انسانوں کو بھی مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، جس طرح دنیا میں ہر پرندہ کی بوٹی اسی سے ملی دوسرے میں نہیں گئی اسی طرح ہر انسان کے جز کو اللہ تعالی جانتا ہے، ایک کا جز دوسرے سے نہیں ملے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں بیٹے کی پیدائش

حضرت نے مصر سے واپسی پر فلسطین میں سکونت اختیار کی، اس علاقہ کو کنعان بھی کہا جاتا ہے، حضرت اس وقت تک اولاد سے محروم تھے، حضرت نے اللہ تعالی سے دعا کی تا کہ وہ فرزند آپ کے بعد آپ کے اس مشن کو آگے بڑھائے، یہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ حضرت کی چھوٹی بیوی حضرت ہاجرہ حاملہ ہوگئی، جب حضرت سارہ کو پتہ چلا تو انسان ہونے کی وجہ سے حضرت ہاجرہ سے رشک پیدا

ہوا، اس وجہ سے حضرت ہاجرہ ان کے پاس سے چلی گئی، تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت ہاجرہ کے یہاں بیٹا پیدا ہوا اور فرشتہ کی بشارت کے مطابق اس کا نام اسماعیل رکھا گیا،

حضرت اسماعیل کی پیدائش کے بعد حضرت ابراہیم بیوی اور شیر خوار بچہ کو لے کر چلے اور جہاں آج کعبہ ہے اس جگہ ایک بڑے درخت کے نیچے زمزم کے موجودہ مقام سے اوپر والے حصہ پر ان کو چھوڑ گئے، وہ جگہ ویران اور غیر آباد تھی، اور پانی کا نام ونشان نہ تھا، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلی کھجور بھی ان کے پاس چھوڑ دیں اور منہ پھیر کر روانہ ہو گئے، ہاجرہ ان کے پیچھے پیچھے یہ کہتی ہوئی چلیں، اے ابراہیم! تم ہمیں چھوڑ کر کہاں چل دئے، جہاں نہ آدمی ہے، نہ کوئی مونس وغم خوار، حضرت خاموش تھے، آخر حضرت ہاجرہ نے دریافت کیا، کیا اللہ نے حکم دیا ہے؟ تب حضرت نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت ہاجرہ نے کہا: تب تو وہ ہمیں ضائع نہیں کریگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے چلتے جب ایک ٹیلہ پر ایسی جگہ پہنچے کہ ان کے اہل وعیال نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو اس جانب جہاں کعبہ ہے رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی: اے اللہ! ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام ونشان نہیں میں نے اپنی اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لاکر بسائی ہے تا کہ نماز قائم کریں پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے اور ان کے لئے زمین کی پیداوار سے سامان رزق مہیا کردے، تا کہ تیرے شکر گذار ہو۔

حضرت ہاجرہ چند روز تک مشکیزہ سے پانی پیتی اور تھیلی سے کھجوریں کھاتی اور اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں، لیکن وہ وقت بھی آ گیا کہ نہ پانی رہا نہ کھجوریں تب وہ سخت پریشان ہوئیں، اس کے بھوکا رہنے کی وجہ سے بچہ بھی بھوکا پیاسا رہا، جب بچہ بے تاب ہونے لگا تو ہاجرہ، اسماعیل کو چھوڑ کر دور جا بیٹھیں تا کہ اسماعیل کی بے چینی کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں، کچھ سوچ کر قریب پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ نظر آ جائے یا پانی نظر آ جائے مگر کچھ نظر نہیں آیا، پھر بچہ کی محبت میں دوڑ کر وادی میں آ گئیں، اس کے بعد دوسری جانب کی پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں اور وہاں بھی جب کچھ نظر نہ آیا تو پھر

تیزی سے لوٹ کر وادی میں بچہ کے پاس آگئیں اور اس طرح سات مرتبہ کیا، آخر میں وہ مروہ پر تھیں تو کانوں میں ایک آواز آئی، ہاجرہ کہنے لگیں اگر تم مدد کر سکتے ہو تو سامنے آؤ، دیکھا تو جبرئیل ہے، جبرئیل نے اپنا پر اس جگہ مارا جہاں ابھی زمزم کا کنواں ہے، اس جگہ سے پانی ابلنے لگا، ہاجرہ نے پانی پیا اور پھر اسماعیل کو دودھ پلایا۔

اسی دوران میں یمن کے بنی جرہم کے ایک قبیلہ نے پانی دیکھ کر حضرت ہاجرہ سے ٹھہرنے کی اجازت مانگی، حضرت ہاجرہ نے اجازت دیدی، بنی جرہم نے آدمی بھیج کر اپنے باقی ماندہ اہل خاندان کو بھی بلایا اور یہاں مکانات بنا کر رہنے سہنے لگے، حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی ان کے ساتھ رہتے، کھیلتے، ان کی زبان سیکھتے، جب اسماعیل بڑے ہو گئے تو ان کے اخلاق دیکھ کر بنی جرہم نے اپنے خاندان کی لڑکی سے ان کی شادی کردی۔ (سورہ ۱۴، آیت ۳۶)

سبق: (۱) نبی اولاد بھی مانگتا ہے تو اپنے دینی مشن کو آگے بڑھانے کے لئے نہ دنیوی مشن کو بڑھانے کے لئے، اس لئے ہمیں بھی اولاد اس نیت سے مانگنا چاہئے

(۲) اصل قربانی جوانی کی قربانی ہے، دیکھئے! اللہ تعالی نے یہ قربانی ہاجرہ سے لی

(۳) اگر عورت کا ایمان بھی حضرت ہاجرہ جیسا ہو تو کبھی دنیا کے خطرات سے نہیں ڈر سکتی

(۴) اللہ کے گھر کو آباد کرنے والے کبھی روزی سے محروم نہیں ہوتے، اس لئے روزی چاہتے ہو تو اللہ کے گھر کو آباد کرو

(۵) ماں کی مامتا جب بے چین ہوتی ہے تو چشمہ یا تو اس کے سینہ سے پھوٹتا ہے یا اللہ جہاں سے چاہے، اس لئے ماں کو ہمیشہ اپنے بچوں کی دنیا اور آخرت دونوں کے لئے بے چین ہونا چاہئے

(۶) اللہ کی خاطر قربانی دینے والوں کی یادیں ہمیشہ باقی رہتی ہیں، جیسے حضرت ہاجرہ کی یادیں۔

اکلوتے بیٹے کی قربانی

جولوگ اللہ تعالی سے جتنے قریب ہوتے ہیں اتنی ہی آزمائش کی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے پہلی منزل وہ تھی جب ان کوآگ میں ڈالا گیا، دوسری منزل وہ تھی جب اسماعیل اور ہاجرہ کو مکہ کے بیابان میں چھوڑآنے کا حکم ملا، اب تیسری منزل تھی جو پہلے دو سے زیادہ سخت تھی، یہی ابراہیم تین رات مسلسل خواب دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: اے ابراہیم! تو ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی دے، حضرت نے اپنے بیٹے کواپنا خواب اور اللہ کا حکم سنایا، بیٹا کہنے لگا: اگر اللہ کی یہی مرضی ہے توان شاء اللہ آپ مجھ کوصبر کرنے والا پائیں گے، باپ بیٹے کولٹا کر ذبح کرنے لگا، فوراً اللہ کی وحی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی، اے ابراہیم! تونے اپنا خواب سچ کردکھلایا، بے شک یہ بہت سخت آزمائش تھی، اب لڑکے کو چھوڑ کر تیرے پاس جو مینڈھا کھڑا ہے اس کو بیٹے کے بدلے میں ذبح کر، ہم نیکوکاروں کواسی طرح نوازتے ہیں۔ (سورہ ٧٣ آیت ٨٣)

سبق: (١) انسان اپنی ذات کی قربانی تو دے دیتا ہے لیکن اپنوں کی قربانی نہیں دے پاتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کوسلام ہو، اپنی اور اپنوں کی قربانی دے کر رب کے سب سے قریب ہو گئے

(٢) اللہ تعالی نے یہ قربانی وحی کے اعلی درجہ کے ذریعہ نہیں مانگی بلکہ خواب کے ذریعہ مانگ کرمزید امتحان میں ڈالا، اور ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں کامیاب ہو گئے

(٣) حضرت ابراہیم علیہ السلام چاہتے تو بیٹے سے رائے لئے بغیر ذبح کردیتے، بیٹا اف بھی نہ کرتا لیکن بیٹے سے رائے لیکر سبق دیا کہ کام ہمیشہ دوسروں سے رائے لیکر موافق بنا کر ہوتا ہے

(٤) یہ قربانی اللہ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بہ طور یادگار کے ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا نشان قرار پائی۔

توحید کا مرکز بناؤ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی خاطر اپنے وطن یعنی شرک کے مرکز کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ ابراہیم! مکہ میں توحید کا مرکز بناؤ اور یہیں سے اپنے مشن کو آگے بڑھاؤ، حضرت نے حکم پاتے ہی حضرت اسماعیل سے ذکر کیا اور دونوں نے بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی، اس تعمیر کو یہ شرف حاصل ہے کہ ابراہیم جیسا مؤحِد اس کا معمار ہے اور اسماعیل جیسا ذبیح اس کا مزدور ہے، جب اس کی دیواریں اوپر اٹھتی ہیں اور بزرگ کا ہاتھ اوپر تعمیر سے معذور ہو جاتا ہے تو اللہ کی قدرت اسی پتھر کو لفٹ بنا دیتی ہے یہی وہ یادگار ہے جو آج مقام ابراہیم سے موسوم ہے

جب بیت اللہ تعمیر ہو رہا تھا تب ابراہیم اور اسماعیل یہ کہتے جاتے تھے ،اے ہمارے پروردگار! یہ خدمت ہم سے قبول فرمایئے ، بلاشبہ آپ خوب سننے والے جاننے والے ہیں ، اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنا زیادہ فرماں بردار بنالیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی فرماں بردار ہو اور ہم کو حج کے احکام بتلا دیجئے اور ہماری طرف توجہ فرمایئے کیونکہ آپ ہی توجہ فرمانے والے مہربانی کرنے والے ہیں ، اے ہمارے پروردگار! اس جماعت کے اندر انہی میں کے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب کی تعلیم دیں اور حکمت سکھائیں اور ان کو پاک کریں ، بلاشبہ آپ ہی غالب ہیں حکمت والے ہیں ۔ (سورہ ۲ آیت ۱۲۴)

سبق: (۱) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی خاطر اپنا وطن چھوڑا تو اللہ تعالی نے مکہ کو آپ کا وطن بنا دیا ، اور جب اللہ کی خاطر رشتوں کو چھوڑا تو ابوالانبیاء بنا دیا ، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی خاطر دی ہوئی قربانی ضائع نہیں ہوتی

(۲) خانہ کعبہ درحقیقت توحید کا مرکز ہے لہذا طواف کرنے والوں کو پھیرے لگا لگا کر اللہ تعالی سے عہد کرنا چاہئے کہ جب تک رہیں گے توحید پر رہیں گے اور اس مشن کو آگے بڑھائیں گے

(۳) نیز خانہ کعبہ اللہ تعالی کے سامنے جھکنے کا نشان ہے نہ کہ معبود، یہی وجہ ہے کہ اگر خانہ کعبہ نہ بھی ہوتب بھی نماز فرض رہے گی اور منہ کعبہ کی جانب کیا جائیگا

(۴) نیک بندے ہمیشہ کام کر کے قبولیت مانگتے ہیں، نہ کہ شہرت، نیز کوئی حکم پورا کر کے مزید اطاعت کی دعا مانگتے ہیں

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کی خباثت

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں اور ان کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ گزرا اور حضرت ابراہیم ہی کی تربیت میں رہے، حتی کہ جب حضرت ابراہیم اور ان کی بیوی نے ہجرت کی تو حضرت لوط بھی ساتھ ہو گئے، اور شرق اردن کے علاقہ سدوم میں آ کر قیام کیا،

جب یہاں قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے ہر طرح کی برائی میں مبتلا ہیں، دوسرے گناہوں کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل میں مبتلا تھی یعنی وہ عورتوں کی بجائے مرد لڑکوں سے اپنی خواہشات پوری کرتے، اور اس سے زیادہ بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکاری کو علی الاعلان فخر کے ساتھ کرتے تھے

ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائی سے روکا اور جو ممکن طریقے سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا مگر اس کے جواب میں وہ کہنے لگے بے شک یہ پاک لوگ ہیں قوم کا یہ مزاقیہ فقرہ تھا یعنی وہ حضرت اور ان کے ساتھیوں کا ٹھٹھا کر کے یہ کہہ رہے تھے کہ یہ پاک لوگ ہیں ان کا ہماری بستی میں کیا کام؟ لہذا ان کو یہاں سے نکالو، حضرت لوط نے پھر مسلسل سمجھایا کہ گناہ کر کے ان کا اس طرح ذکر کرتے ہو گویا اچھے کام کئے ہو، یہ بہت گھناؤنا عمل ہے

قوم نے غصہ میں آ کر کہا: بس یہ نصیحتیں ختم کر اور اگر تیرا خدا ہمارے اعمال سے ناراض ہے تو وہ عذاب لا کر دکھا جس کا ذکر کر کے بار بار ہم کو ڈراتا ہے

ادھر یہ ہورہا تھا اور دوسری جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں کچھ لوگ مہمان بن کر داخل ہوئے، حضرت نے مہمانوں کے سامنے بچھڑا بھون کر پیش کیا، مگر انہوں نے کھانے سے انکار کردیا یہ دیکھ کر حضرت نے سمجھا کہ یہ کوئی دشمن ہیں جو کھانے سے انکار کررہے ہیں، (کیونکہ حضرت کے زمانہ میں ڈاکو بھی نمک حلال ہوتے تھے جس کا کھاتے تھے اس کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے) مہمانوں نے جب حضرت کی بے چینی دیکھی تو کہا: آپ گھبرائیں نہیں! ہم اللہ کے فرشتے ہیں اور قوم لوط کی تباہی کے لئے سدوم جارہے ہیں، اور ساتھ میں آپ کو بیٹے کی بشارت دینے آئے ہیں، اس پر حضرت نے فرمایا: سدوم میں تو لوط بھی ہے؟ فرشتوں نے کہا: لوط اور اس کے متبعین اس عذاب سے محفوظ رہیں گے

غرض حضرت لوط علیہ السلام نے یہاں تک غیرت دلائی کہ تم اس بات کو نہیں سوچتے کہ میں رات دن جو تمہارے پیچھے حیران ہوں، کیا اس پر کوئی اجرت یا نذرانہ کا طالب ہوا؟ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوجاؤ، مگر ان کے تاریک دلوں پر کچھ اثر نہ ہوا، وہ ملائکہ حضرت ابراہیم کے پاس سے روانہ ہوکر سدوم پہنچے اور لوط علیہ السلام کے مہمان ہوئے، یہ اپنی شکل وصورت میں حسین نوجوان لڑکوں کی شکل میں تھے، حضرت لوط علیہ السلام نے ان مہمانوں کو دیکھا تو گھبرا گئے اور ڈرے کہ بدبخت قوم میرے ان مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی؟

ابھی حضرت لوط علیہ السلام اسی پریشانی میں تھے کہ قوم کو خبر لگ گئی اور لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ آئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ تم ان کو ہمارے حوالہ کردو، حضرت نے بہت سمجھایا اور کہا: کیا تم میں ایک بھی سمجھدار انسان نہیں ہے؟ حضرت کی اس پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے کہا: ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں، یہ لوگ آپ تک نہیں پہنچ سکتے لہذا آپ اپنے اہل کو لیکر راتوں رات نکل جاؤ، حضرت اپنے متبعین سمیت سدوم سے رخصت ہوگئے آخر شب ہوئی تو اول ایک خوفناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ وبالا کردیا اور پھر پوری آبادی کو اٹھا کر الٹ دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان

کا نام ونشان مٹادیا

(سورۃ ۱۱ آیت ۶۹)

سبق:(۱) اللہ تعالی کسی قوم کو جو سزا دیتے ہیں وہ ان کے برے اعمال کے مناسبت سے ہوتی ہے جیسے قوم لوط نے فطرت کو الٹ دیا تھا یعنی عورت کی بجائے مرد سے شہوت پوری کرتے تھے تو اللہ نے بھی ان کو الٹ دیا

(۲) جو لوگ فطرت کو الٹتے ہیں وہ بھی قوم لوط کے پیروکار ہیں مثلا جو عورتیں مرد بنتی ہیں اور جو مرد عورت بنتے ہیں

(۳) اللہ تعالی جب علی الاعلان گناہ ہوتا ہے تو پوری قوم کو پکڑتا ہے

(۴) اللہ تعالی نے بیک وقت تین عذاب قوم لوط کے سوا کسی قوم کو نہیں دیے، کیونکہ وہ فطرت کو الٹتے تھے اور علی الاعلان گناہ کرتے تھے اور اس کا ذکر فخریہ انداز میں کرتے تھے

(۵) آج جہاں بحرمیت واقع ہے اسی جگہ قوم لوط بستی تھی جب ان کو الٹ دیا گیا تو یہ زمین تقریبا چار سو میٹر سمندر کے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اسی لئے اس کا نام بحرمیت ہے

حضرت نوح علیہ السلام اور دعوت حق

حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم کے بعد پہلے رسول ہیں، آپ کی قوم میں دو بڑی بیماریاں تھیں، ایک: بت پرستی، اور دوسری: غریبوں کو ذلیل کرنا اور حقیر سمجھنا، آپ کی قوم پانچ بڑے بت کی عبادت پر اڑی ہوئی تھی، امام بغویؒ نے نقل کیا ہے کہ یہ پانچوں دراصل اللہ کے نیک وصالح بندے تھے جو آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں گذرے تھے، لوگ ان سے بہت محبت کرتے تھے، ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد شیطان نے ان کو سمجھایا کہ تم جن بزرگوں کے تابع ہو اگر ان کی تصویریں بنا کر سامنے رکھا کرو تو تمہاری عبادت مکمل ہو جائے گی اور خشوع حاصل ہوگا، یہ لوگ اس فریب میں آکر ان کے مجسمے بنا کر عبادت گاہ میں رکھنے لگے، یہاں تک کہ اسی حال میں یہ لوگ

سب یکے بعد دیگرے مر گئے اور بالکل نئی نسل نے ان کی جگہ لے لی تو شیطان نے ان کو یہ پڑھایا کہ تمہارے بزرگوں کے خدا اور معبود بھی یہ بت تھے، یہاں سے بت پرستی شروع ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی اور قرآن کے مطابق ساڑھے نو سال تک قوم کو دعوت دیتے رہے نہ کبھی اپنی کوشش کو چھوڑا نہ کبھی مایوس ہوئے، قوم کی طرف سے طرح طرح سے ایذائیں دی گئیں، سب پر صبر کرتے رہے، ہر نسل سے ایمان کی امید لگا کر دعوت میں مشغول رہتے۔

دوسری طرف قوم حضرت کے ساتھ جب غریب اور کمزور افراد کو دیکھتی تو مغرورانہ انداز میں حقارت سے کہتی: ہم ان کی طرح تھوڑے ہیں کہ تیرے فرماں بردار بن جائیں یعنی یہ تو بے عقل لوگ ہیں، حتی کہ اگر کبھی نوح علیہ السلام کی بات کی طرف توجہ بھی دیتے تو ان سے اصرار کرتے کہ پہلے ان غریبوں کو اپنے پاس سے نکال تب ہم تیری بات سنیں گے، کیونکہ ہم کو ان سے گھن آتی ہے، ہم اور یہ ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے، حضرت ایک ہی جواب دیتے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا، کیونکہ یہ اللہ کے مخلص بندے ہیں، اللہ کے وہاں امیر وغریب کا کوئی سوال نہیں ہے

جب اللہ تعالی نے بہ ذریعہ وحی بتلا دیا کہ نوح اب جتنے لوگ مومن ہیں ان کے سوا کوئی ایمان نہ لائے گا تو حضرت نے اللہ کے دربار میں دعا کی، اے اللہ! میں نے ان کو رات دن، اجتماعا وانفرادا، علانیہ اور خفیہ جو طریقہ کسی کو راستہ پر لانے کا ہو سکتا ہے وہ سب اختیار کیا، کبھی آپ کے عذاب سے ڈرایا، کبھی جنتوں کی نعمتوں کی ترغیب دلائی مگر انہوں نے ایک نہ سنی

اے اللہ! تو کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑ، اگر تو ان کو یوں ہی چھوڑ دے گا تو یہ تیرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کی نسل بھی ان ہی کی طرح نافرمان پیدا ہوگی

اللہ تعالی نے دعا قبول فرمائی اور حضرت کو ہدایت فرمائی کہ ایک کشتی تیار کر، جب حضرت نے کشتی بنانی شروع کی تو کفار نے ہنسی اڑانا شروع کیا، اب اللہ کے وعدہ کا وقت قریب آیا، اور حضرت

نے اس کی پہلی علامت کو دیکھا جس کا ذکر ان سے کیا گیا تھا یعنی زمین کی تہہ میں سے پانی کا چشمہ ابلنا شروع ہو گیا، تب اللہ نے حکم سنایا کہ کشتی میں اپنے خاندان والوں کو بیٹھنے کا حکم دو اور تمام جانداروں میں سے ہر ایک کا جوڑا بھی کشتی میں لے لو، جب سب سوار ہو گئے تو آسمان کو حکم ہوا کہ پانی برسنا شروع ہو اور زمین کے چشموں کو امر کیا گیا کہ وہ پوری طرح ابل پڑیں، جب اللہ کے حکم سے یہ ہوا تو حضرت نے اپنے صاحبزادے سے کہا: اے میرے بیٹے! میرے ساتھ سوار ہو جا، لڑکے نے کہا: میں بہت جلد کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں کہ وہ مجھے ڈوبنے سے بچا لے گا، حضرت نے فرمایا: آج اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا، پس وہ بھی ڈوب گیا، اور اپنی بد بخت قوم میں شامل ہو گیا۔

غرض جب اللہ کے حکم سے عذاب ختم ہوا تو کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہری اور کشتی میں بیٹھنے والوں نے دوسری بار امن وسلامتی کے ساتھ اللہ کی سرزمین پر قدم رکھا، پھر حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام، حام اور یافث سے نسل انسانی بڑھی، اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے (سورۃ۔۱۱ آیت ۲۵)

سبق: (۱) ہر انسان کو اسی کا ایمان کام آئے گا، اسی لئے باپ کا ایمان بیٹے کی نافرمانی کا مداوا نہیں بن سکتا، نوح علیہ السلام کا ایمان بیٹے کو کچھ کام نہ آیا

(۲) جس طرح نیکی ضروری ہے اس سے زیادہ نیکوں کی صحبت ضروری ہے، اور جس طرح برائی سے بچنا ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ بروں کی صحبت سے بچنا ضروری ہے

(۳) اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے تب ہی تو طوفان سے بچنے کے لئے کشتی ضروری ٹھہری

(۴) نبی اور رسول کبھی بددعا نہیں دیتے مگر جب کہ ان کو بتلا دیا جاتا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں تو نبی دعا کرتا ہے بچے ہوئے نیک لوگوں کے لئے، کہ اے اللہ! برے لوگ ایمان تو لانے والے نہیں پس اگر وہ زمین پر رہیں گے تو نیک لوگوں کو خراب کریں گے

لہذا ان کوتباہ کردے

(۵) حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی استقامت اور صبر کا سبق دیتی ہے، اس سے بڑا صبر کیا ہوگا کہ ساڑھے نوسو سال کی محنت کا نتیجہ ایک سیکڑے تک بھی نہ نکلا لہذا ہر داعی کو نتیجہ سے بے پردہ ہوکر کام کرتے رہنا چاہئے

(٦) شرک کی ابتداء ہی تصویر ہے اس لئے اسلام نے شرک کے تمام دروازوں کو بند کردیا، اور تصویر بنانے اور بنوانے کو سخت گناہ قرار دیا

(۷) نیک ہستیاں اللہ تک پہنچانے کے لئے آتی ہیں لہذا ان ہی کو مقصود بنانا گمراہی ہے

(۸) اللہ اور اللہ کے ماننے والوں کی نظر میں غریب اور امیر برابر ہے، مرتبہ کی بلندی اللہ کی اطاعت پر ہے نہ کہ امیری پر

(۹) دعوت حق کو قبول کرنے والے عام طور پر وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو معاشرے میں دبا کچلا سمجھا جاتا ہے

حضرت ھود اور دعوت حق

حضرت ھود علیہ السلام قوم عاد کی سب سے زیادہ معزز شاخ خلود کے ایک فرد تھے، عاد احقاف کے رہنے والے تھے، یہ حضرموت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے مشرق میں عُمان اور شمال میں ربع الخالی ہے مگر آج یہاں ریت کے ٹیلوں کے سوا کچھ نہیں۔

عاد میں بھی دو بڑی بیماریاں تھیں، ایک: بت پرستی، دوسری: کبر، گھمنڈ۔ اللہ تعالی نے اس قوم کو جسمانی قوت عطا کی تھی، جس کے غرور میں آکر اللہ کو بالکل بھلادیا، اور یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ بت جن کی وہ پوجا کرتے تھے انہوں نے ان کو اس مقام تک پہنچایا ہے

حضرت ھود علیہ السلام نے عاد کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دی اور لوگوں پر ظلم کرنے سے روکا، مگر عاد نے ایک نہ مانی، ان کو سختی کے ساتھ جھٹلایا اور غرور کے ساتھ کہنے لگے: آج

دنیا میں ہم سے زیادہ شوکت کا کون مالک ہے؟ حضرت نے فرمایا: اے قوم! اپنی جسمانی طاقت اور مضبوط حکومت پر گھمنڈ نہ کر بلکہ اللہ کا شکر ادا کر کہ اس نے تم کو یہ دولت بخشی، قوم نوح کی تباہی کے بعد زمین کا تجھ کو مالک بنایا، خوش حالی عطا کی، لہذا اس کی نعمتوں کو نہ بھول، اور اپنے ہی ہاتھوں بنائے ہوئے بتوں کی پوجا نہ کر جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ دکھ دے سکتے ہیں، موت و زندگی، نفع اور نقصان سب ایک ہی اللہ کے ہاتھ میں ہے، اے میری قوم: اگر آج بھی تو توبہ کر لے تو اس کی رحمت وسیع ہے، وہ معاف کر دیگا

عاد حضرت کی نصیحتیں برداشت نہ کر سکے اس لئے انہوں نے سب سے پہلے حضرت کا مزاق اڑانا شروع کیا، کہنے لگے: اے ھود! جب سے تو نے ہمارے معبود کو برا کہنا شروع کیا ہے تب سے ہم دیکھتے ہیں کہ تو پاگل اور مجنون ہو گیا ہے، قوم کا مقصد تھا کہ اس سے حضرت بھی ہار مان لیں گے اور کوئی شخص حضرت کی طرف دھیان نہ دے گا

مگر حضرت نے نہایت صبر کے ساتھ فرمایا: اے میری قوم کے لوگو! میں تمہارا دشمن نہیں ہوں ،تم سے مال و دولت اور حکومت کا طالب نہیں ہوں بلکہ تمہاری کامیابی چاہتا ہوں، میں خیانت نہیں کر سکتا ہوں، اگر تم نے ان بتوں کی پوجا اور گھمنڈ نہ چھوڑا تو میں تمہارے اوپر بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں، قوم نے کہا: اے ھود! ہم سے تیری روز روز کی نصیحتیں نہیں سنی جاتیں، اگر تو واقعی اپنی بات میں سچا ہے تو جلد عذاب لے آ، حضرت نے فرمایا: اگر ایسا ہی شوق ہے تو تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

الغاصل اللہ کی طرف سے بد عملی کی سزا کا وقت آ پہنچا اور عذاب الہی نے سب سے پہلے قحط کی شکل اختیار کی، عاد سخت گھبرائے، تو حضرت نے پھر سمجھایا کہ سچا راستہ اختیار کرو، لیکن بد بخت قوم پر کوئی اثر نہ ہوا تب ہولناک عذاب نے ان کو آ گھیرا، آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل تند و تیز ہوا کے طوفان اٹھے اور ان کو اور ان کی آبادی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا، وہ جو کل اپنی جسمانی قوتوں کے گھمنڈ میں مست

تھے اس طرح بڑے نظر آئے جس طرح آندھی سے تناور درخت بے جان ہو کر گر جاتا ہے، غرض ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا اور حضرت کو ان کے متبعین سمیت عذاب الٰہی سے محفوظ رکھا گیا۔ (سورہ ۱۱ آیت ۵۰)

سبق: (۱) اللہ کے پیارے بندے برے لوگوں کی گالیوں کی پرواہ نہیں کرتے، اور رنجیدہ ہو کر نصیحت نہیں چھوڑتے

(۲) اللہ نے قوم عام کو بھی ان کے برے عمل کبر کے مناسب سزا دی، یعنی ہوا جس میں شہرت کا خاصہ ہے اسی کے ذریعہ ہلاک کر دیا، اور کھڑے لوگوں کو زمین پر لٹا دیا گویا زبر کو زیر کر دیا

(۳) عاد اولی کی یہ داستان اللہ کے حکم سے بغاوت کے برے انجام سے آگاہ کرتی ہے اور وقتی خوشی عیشی پر گھمنڈ کر کے دوسروں کا مذاق اڑانے سے ڈراتی ہے

حضرت صالح اور دعوت حق

حضرت صالح کی قوم کو قوم ثمود، عاد ثانیہ بھی کہا جاتا ہے، یہ قوم عاد اولی کی ہلاکت کے بعد حضرت ھود علیہ السلام کے ساتھ بچے ہوئے لوگوں کی نسل تھی، حجاز اور شام کے درمیان مقام حجر میں آباد تھی، اللہ تعالی نے فن تعمیر میں بڑا کمال عطا کیا تھا، پہاڑوں کو تراش کر مکانات بناتی تھی

مگر ان میں بھی دو بڑی بیماریاں تھیں۔ ایک: بت پرستی، دوسری: اپنی ہی مانگی ہوئی نشانی کا انکار، اس قوم نے بھی فن تعمیر میں کمال کو اللہ کا شکر ادا کرنے کا سبب بنانے کی بجائے بت پرستی کا سبب بنایا، حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو بار بار سمجھایا کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، اس پر قوم کے مالداروں کا جواب ہوتا کہ صالح اگر ہم غلط ہوتے تو آج ہم کو یہ مال و دولت اور خوش حالی حاصل نہ ہوتی، تو خود کو اور اپنے ماننے والوں کو دیکھ! ان کی غربت پر نظر کر! بتلا! کون صحیح ہے ہم یا تم؟ حضرت فرماتے: یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں اگر ان کا شکر ادا کیا جائے ورنہ یہی سامان عذاب ہیں اس لئے ہر سامان عیش کو اپنے حق ہونے کی دلیل نہ سمجھو۔

نیز قوم کے مالداروں نے حضرت سے کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم جیسے بڑے بڑے مالداروں کو چھوڑ کر تجھ جیسے کو نبی بنایا جائے، لہذا اگر تو نبی ہے تو اس پہاڑی سے اونٹنی نکال کر دکھا، حضرت نے سمجھایا کہ اگر تم نے اپنی ہی مانگی ہوئی نشانی کا انکار کیا تو یہی تمہاری ہلاکت کا سامان بنے گی، جب قوم کا اصرار بڑھ گیا تب حضرت نے بارگاہ الہی میں دعا کی، اللہ تعالی نے پہاڑی سے اونٹنی نکال کر کہلوایا کہ اس کو تکلیف مت پہنچانا اور ایک دن اس کے لئے پانی کی باری ہوگی اور ایک دن تمہارے جانوروں کی ،لیکن بدقسمت قوم زیادہ دیر تک اس کو برداشت نہ کرسکی اور ایک روز سازش کر کے اونٹنی کو قتل کردیا۔

حضرت صالح کو جب یہ معلوم ہوا تو آب دیدہ ہو کر فرمانے لگے: بد بخت قوم! اب اللہ کے عذاب کا انتظار کر تین دن کے بعد نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا، ثمود پر عذاب آنے کی علامات اگلی صبح ہی سے شروع ہو گئیں پہلے دن ان سب کے چہرے زرد (پیلے) پڑ گئے اور دوسرے دن سرخ (لال) تھے اور تیسرے دن سیاہ (کالے) تھے، بہر حال تین دن کے بعد وقت موعود آ پہنچا اور رات کے وقت ایک خوف ناک آواز نے ہر ایک کے دل کو پھاڑ دیا، اور ان کو باڑ کے چورے کی طرح کر دیا

(سورۃ ۱۱ آیت ۶۱)

سبق: (۱) اللہ کی نشانیوں کی ناقدری کا یہی انجام ہے

(۲) مال و دولت اور خوش حالی کامیابی کی نشانی نہیں ہے

(۳) اللہ تعالی کا پیار دیکھیں! اتنا سخت جرم کرنے کے بعد بھی تین دن مہلت دی، جب کمہار مٹکے بنانے کے بعد نہیں توڑ سکتا تو ہمارا اللہ ہمیں بنانے کے بعد کیوں تباہ کرے گا؟

حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پر پوتے ہیں، ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ خود نبی، ان کے والد نبی ان کے دادا نبی اور پر دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء ہیں

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کا چمکتا ہوا نور نبوت پڑھ لیا تھا اس لئے اپنی تمام اولاد میں حضرت یوسف علیہ السلام سے بے حد محبت رکھتے تھے، یہ محبت دوسرے بیٹوں کے لئے نا قابل برداشت تھی اور وہ ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے تھے کہ یا تو حضرت یعقوب کے دل سے اس محبت کو نکال دیں یا پھر یوسف علیہ السلام ہی کو اپنے راستہ سے ہٹادیں تا کہ قصہ پاک ہوجائے۔ اس پس منظر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں، حضرت یعقوب نے یہ خواب سنا تو سختی کے ساتھ ان کو منع کر دیا کہ اپنا یہ خواب کسی کے سامنے نہ دہرانا ایسا نہ ہو کہ اس کو سن کر تیرے بھائی بری طرح پیش آئیں کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے،

بھائیوں نے حسد کی وجہ سے انہیں ختم کرنے کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کسی طرح اپنے ساتھ گھر سے باہر لیجانے کی اجازت لے لی کہ ہمارے ساتھ یوسف کھیلے کودیگا، اور حضرت یوسف کو لے جا کر ایک کنویں میں ڈال دیا پھر اپنے جرم کو چھپانے کے لئے ان کے کرتے کو خون میں رنگ کر روتے روتے رات کو اپنے والد کے پاس پہنچے اور کہا: ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس بیٹھا دیا تھا اور ہم دوڑ میں لگ گئے تھے، اتنے میں ایک بھیڑیے نے یوسف کو کھالیا، والد صاحب نے کہا: یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے ضرور تم نے کوئی بہانا بنایا ہے، بس میرا کام صبر کرنا ہے اللہ ہی مددگار ہے۔

سبق (۱) کسی خوبی کی وجہ سے کسی بچہ کی طرف میلان ہو تو یہ برا نہیں ہے جیسے حضرت یوسف علیہ لسلام میں خوبیاں تھی اس لئے حضرت یعقوب کا میلان زیادہ تھا

(۲) حاسد کے حسد سے بچنے کے لئے نعمت کا چھپانا بہتر ہے

(۳) خواب ہر کسی کے سامنے نہیں بیان کرنا چاہئے بلکہ ماہر کے سامنے بیان کرنا چاہئے

(۴) ایک گناہ مزید گناہوں کی طرف لے جاتا ہے جیسے بھائیوں کا حسد جھوٹ، اور نہ جانے

کتنے گناہ کی طرف لے گیا

(۵) حسد خود حاسد کو تباہ کرتا ہے، نہ کہ جس سے حسد ہو اس کو کیونکہ بعض مرتبہ حاسد ہی جس سے حسد کرتا ہے اس کو ترقی دلاتا ہے جیسے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ہی کنویں میں ڈال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو وزیر مالیات بنایا۔

حضرت یوسف جیل خانہ میں

حجازی اسماعیلیوں کا ایک قافلہ شام سے مصر کو جارہا تھا، کنواں دیکھ کرانہوں نے پانی کے لئے ڈول ڈالا، یوسف کو دیکھ کر خوشی میں شور مچایا، اور مصر کے بازار میں جاکر بیچنے کے لئے پیش کردیا، اس وقت شاہی خاندان کا ایک فوجی افسر بازار سے گزر رہا تھا، اس نے حضرت کو خرید لیا اور گھر لاکر بیوی سے کہا: اس کو عزت سے رکھو کچھ عجب نہیں کہ یہ ہم کو فائدہ بخشے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں

اللہ تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خوب سیرتی (خوبیوں) کے ساتھ بلا کی خوبصورتی بھی عطا فرمائی تھی جس کی وجہ سے افسر کی بیوی حضرت پہ فریفتہ ہوگئی تھی اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ ایک دن اپنے بس کی تمام تیاریاں اور بناؤ سنگھار کر کے گھر کے سارے دروازے بند کردیئے پھر حضرت سے کہا: آجاؤ یہ ساری تیاریاں تمہارے لئے ہی ہے، حضرت نے نہ صرف یہ کہ اس شیطانی پیش کش کو بیک لخت ٹھکرادیا بلکہ ساتھ ہی اس عورت کو نصیحت بھی فرمائی کہ تمہاری یہ عزت جسے تم مجھے پیش کرنا چاہتی ہو یہ تمہارے پاس تمہارے شوہر کی امانت ہے جس میں خیانت کرنا خود میرے لئے بھی شرمناک ہے اس لئے کہ تمہارے شوہر نے میری پرورش کی، اس کے مجھ پہ بڑے احسانات ہیں، بھلا میرا ضمیر کیسے گوارا کریگا کہ میں اپنے محسن کی امانت میں خیانت کروں، اور میں سب سے پہلے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں

حضرت اس آزمائش سے نکلنے کے لئے دروازے کی طرف دوڑے، ادھر اس عورت نے آپ کو پکڑ کر پھسلانے کے لئے پیچھے سے آپ کا کرتا زور سے کھینچا جس سے کرتا پیچھے سے پھٹ گیا اور

ساتھ ہی افسر بھی دروازے پر مل گیا، شوہر کو دیکھتے ہی اس نے حضرت پر الزام لگا کر ان کے خلاف جیل یا کسی دوسری سخت سزا کا مطالبہ کیا، لیکن حضرت کے بیان کی تائید میں خود اسی عورت کے خاندان کے ایک دودھ پیتے بچے نے کہا: اگر حضرت کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو حضرت سچے ہیں ورنہ عورت، جب دیکھا گیا تو حضرت کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ملا، افسر نے بیوی سے کہا: یہ تیری سازش ہے بلاشبہ تیرا مکر بہت بڑا ہے یوسف سے کہا: یوسف! تو اس معاملہ کو بھول جا اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ تو بلاشبہ خطا کار ہے

افسر نے اگرچہ رسوائی سے بچنے کے لئے اس معاملہ کو یہیں پر ختم کر دیا مگر بات چھپی نہ رہ سکی، چنانچہ شہر کی عورتوں نے اس خاتون کو برا بھلا کہا کہ اتنی عزت والی عورت اپنے خریدے ہوئے غلام پر لٹو ہوگئی، تو اس خاتون نے ان سب کی دعوت کر کے ان کے سامنے سے حضرت یوسف کو گذار کر ان کے حسن کی ایک جھلک دکھلائی جس سے مبہوت ہو کر ان تمام عورتوں نے اپنی چھری سے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے یعنی پھل کاٹ کر کھانے کی بجائے اپنے ہاتھوں پر ہی چھری چلا دی، اور بے اختیار پکار اٹھیں یہ تو انسان نہیں ضرور ایک فرشتہ ہے، افسر کی بیوی بولی: یہ ہے وہ حسین شخص جس کے بارے میں تم نے مجھے طعنہ دیا، میں نے اس کا دل قابو میں لینا چاہا تھا مگر وہ بے قابو نہ ہوا، سنو! اگر اس نے میرا کہا نہ مانا تو اسے ذلیل ہو کر قید خانہ میں جانا ہوگا، حضرت نے جب یہ سنا تو دعا کی، اے اللہ! جس بات کی طرف یہ مجھ کو بلاتی ہیں مجھے اس کے مقابلہ میں قید خانہ زیادہ پسند ہے، اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے نہ ہٹایا اور میری مدد نہ کی تو میں کہیں ان کی جانب جھک نہ جاؤں، افسر نے حضرت کی پاکدامنی کے باوجود یہ طے کر لیا کہ یوسف کو ایک مدت کے لئے جیل میں بند کر دیا جائے تاکہ یہ چرچے بند ہو جائیں اس طرح حضرت کو جیل جانا پڑا

سبق: (۱) جب شیطان حملہ آور ہو تو سب سے پہلے اللہ کی پناہ میں جانا چاہئے، اپنے تقوی اور اسباب پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، جیسے حضرت کو اس خاتون نے بلایا تو سب سے پہلے معاذ اللہ کہا

(۲) احسان کا احساس انسان کو غلط کام سے بچاتا ہے جیسے حضرت نے کہا: تیرے شوہر کا احسان ہے اسی طرح اللہ، رسول اللہ اور ماں باپ کے احسان کا احساس نافرمانی سے بچاتا ہے

(۳) فتنہ کی جگہ سے دور بھاگنا چاہئے جیسے حضرت فتنہ کی جگہ سے دور بھاگے تو اللہ تعالی نے فتنۂ عورت سے بچالیا

(۴) اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی صداقت کا نظام اللہ تعالی عجیب طریقے سے کرتا ہے، جیسے حضرت کی سچائی اللہ نے گہوارے میں سوئے ہوئے بچے کی زبانی بیان کروائی

(۵) اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے دوسرے کی غلطی کو کھولا جاسکتا ہے لیکن اس شخص کے سامنے جو فیصلہ کرنے والا ہو جیسے حضرت نے افسر کے سامنے صفائی پیش کرتے ہوئے عورت کی غلطی کھولی

(۶) نفسانی محبتوں میں خودغرضی ہوتی ہے جیسے افسر کی بیوی کی محبت میں خودغرضی تھی اس لئے شوہر کو دیکھتے ہی اپنے آپ کو بچا کر حضرت کو پھنسانے کی تدبیر کی

(۷) اصل حالات جیل میں جانا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی کو ناراض کرنا ہے، جیسے حضرت نے جیل خانے کو پسند فرمایا اور گناہ کو حالات سمجھا

(۸) کسی کے گناہ کو اچھالنے والا خود اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے جیسے شہر کی عورتوں نے افسر کی بیوی کے گناہ کو اچھالا تو خود اس گناہ میں مبتلا ہوگئیں

(۹) جیل میں جانے والا ہر شخص قصوروار نہیں ہوتا بلکہ کسی کی سیاست کا شکار ہوتا ہے

(۱۰) جب دو چیزیں آپ کے سامنے ہو ایک: گناہ، دوسری: دنیوی پریشانی تب اللہ تعالی سے ان دونوں کے علاوہ خیر مانگنی چاہئے، مثلاً کسی نے کہا: زنا کرو ورنہ جیل میں ڈال دوں گا تب اللہ سے جیل نہیں مانگنی چاہئے بلکہ خیر مانگنی چاہئے

جیل خانہ میں دعوت و تبلیغ

اللہ کا کرنا کہ حضرت کے ساتھ دو نوجوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک بادشاہ کو شراب پلانے والا تھا اور دوسرا بادشاہ کا باورچی تھا، (دونوں پر الزام تھا کہ بادشاہ کو مارنے کے لئے زہر ملایا ہے) ایک دن دونوں نوجوان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان میں شراب پلانے والے نے کہا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں شراب بنانے کے لئے انگور نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیوں کی ٹوکری ہے اور پرندے اس سے کھا رہے ہیں، یہ سن کر حضرت نے فرمایا: اس میں کونسی مشکل بات ہے تمہارا کھانا آنے سے پہلے پہلے تمہارے خوابوں کی تعبیر بتادوں گا، اور یہ میرے رب کا کمال ہے،

جب دونوں نوجوان حضرت کے اس کمال کی وجہ سے حضرت کے معتقد ہو گئے اور مانوس ہو گئے تو حضرت نے فرمایا: کیا جدا جدا معبودوں کا ہونا بہتر ہے یا اللہ کا جو یکتا ہے اور سب پر غالب ہے، اور اللہ کے سوا جن کی تم پوجا کرتے ہو وہ محض چند نام ہیں حقیقت کچھ بھی نہیں ہے، پھر حضرت نے خواب کی تعبیر بتلائی کہ جس نے دیکھا ہے کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے وہ پھر آزاد ہو کر بادشاہ کے ساقی (شراب پلانے والے) کی خدمت انجام دیگا اور جس نے روٹیوں والا خواب دیکھا ہے اس کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے (کیونکہ کہ تحقیق کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ اس نے زہر دیا تھا) حضرت جب خواب کی تعبیر سے فارغ ہو گئے تو رہا ہونے والے سے کہا: اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کرنا، ساقی کو جب رہا کیا گیا تو اس کو شیطان نے بھلا دیا، اور چند سال حضرت کو جیل میں رہنا پڑا

سبق (۱) دنیا کے جھمیلوں اور حالات میں اپنا مقصد یعنی دعوت اسلام نہیں بھولنا چاہئے، حضرت حالات میں تھے، باپ سے جدائیگی، بھائیوں کی بے وفائی، الزام زنا، غلامی کا داغ وغیرہ پھر بھی اپنا مقصد نہ بھولے

(۲) دعوت سے پہلے مخاطب کو مانوس کرنا چاہئے، اس سے بات مؤثر ہوتی ہے

(۳) علم اور کمال کو اپنا ذاتی نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اللہ کا عطا کردہ سمجھنا چاہئے

(۴) اللہ کی دی ہوئی نعمت کا اظہار دینی فائدے کی خاطر ریا اور بڑائی نہیں ہے، جیسے کوئی اپنے نام کے شروع میں مفتی لکھے اور مقصد دینی فائدہ ہو

بادشاہ کا خواب اور حضرت کی دی ہوئی تعبیر

بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ سات دبلی گائیں سات موٹی گائیوں کو نگل گئیں، اور سات خشک بالیوں نے سات سبز بالیوں کو کھالیا، بادشاہ صبح اٹھا اور فوراً دربار کے مشیروں سے اپنا خواب کہا، درباری اس خواب کی تعبیر نہ دے سکے، اسی مجلس میں بیٹھے ہوئے ساقی کو یوسف علیہ السلام یاد آئے، وہ بادشاہ کی اجازت سے قید خانہ پہنچا اور حضرت کو خواب سنایا، حضرت نے اسی وقت خواب کی تعبیر دی کہ سات سال قحط پڑے گا، اور اس کا حل بھی بتادیا کہ سات سال خوب کھیتی کر کے ضرورت کے بقدر کھا کر باقی غلہ کو محفوظ کرلینا، اور محفوظ کرنے کے لئے غلہ کو بالی میں چھوڑ دینا، ساقی نے جب یہ تعبیر بادشاہ کو سنائی تو بادشاہ نے کہا: ایسے پیارے شخص کو میرے پاس لاؤ، جب بادشاہ کا پیامبر حضرت کے پاس پہنچا تو حضرت نے باہر آنے سے انکار کردیا اور فرمایا: بادشاہ سے کہو کہ وہ تحقیق کرے کہ ان عورتوں کا معاملہ کیا تھا جنہوں نے ہاتھ کاٹ لئے تھے؟

غرض جب بادشاہ نے یہ سنا تو ان عورتوں کو بلوایا اور ان سے کہا: صاف صاف بتاؤ کہ حقیقت کیا ہے؟ وہ ایک زبان ہو کر بولیں: اللہ کی پناہ! ہم نے اس میں برائی کی کوئی بات نہیں پائی، مجمع میں افسر کی بیوی بھی تھی وہ بھی بول پڑی: جو حقیقت تھی وہ ظاہر ہوگئی ہاں میں ہی تھی جس نے یوسف پر ڈورے ڈالے تھے، بلاشبہ وہ بالکل سچا ہے، اس طرح حضرت شاہی دربار میں بے قصور داخل ہوئے، اور کہا: میں نے یہ تحقیق اس لئے کروائی تا کہ افسر کو یقین ہوجائے کہ میں نے اس کی امانت میں خیانت نہیں کی، اور میں کوئی اپنے آپ کو متقی نہیں سمجھتا، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے بچاتا ہے

سبق (۱) اچھے بندے کسی کو خودغرضی کا طعنہ نہیں دیتے ہیں جیسے جب وہ ساقی بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھنے آیا تو حضرت نے یہ نہیں کہا: اب جب تمہیں ضرورت پڑی تب آئے اس سے پہلے ہمیں بھول گئے تھے

(۲) اچھے بندے خودغرض بھی نہیں ہوتے ہیں جیسے حضرت کے سامنے جب اپنی ذات اور انسانیت دونوں کے مسائل آئیں تو اپنی ذات کو بھلا کر انسانیت کو بچایا اور بادشاہ سے یہ نہیں کہا: میں بے قصور جیل میں بند تھا تب میرا مسئلہ یاد نہیں آیا

(۳) مقتدی پر جب تہمت آئے تو ماحول کے دباؤ میں آکر اپنے آپ کو الگ نہیں کرنا چاہئے بلکہ تہمت کا ازالہ کرنا چاہئے، جیسے حضرت اجازت کے باوجود جیل سے باہر نہیں آئے جب تک تہمت کا ازالہ نہ کیا گیا، کیونکہ ہوسکتا تھا کہ لوگ سمجھتے کہ ماحول کے دباؤ میں آکر باہر نکل گئے، حقیقت میں مجرم تھے

(۴) اچھے لوگوں کی موجودگی میں تہمت کو دور کرنے کی کوشش کرنا چاہئے کیونکہ اگر ہم نے دور کرنے کی کوشش نہ کی تو اچھے لوگ طرح طرح کی بدگمانیوں میں مبتلا ہوگے اور اس کا سبب ہم بنیں گے

(۵) اگر مسئلہ بتلانا کمال ہے تو حل بتلانا کمال در کمال ہے جیسے کسی سے یہ کہا کہ فلاں شکل سود کی ہے یہ یقینا کمال ہے مگر اس سے نکلنے کا حل بتلانا بڑا کمال ہے، دیکھیں! حضرت نے خواب کی تعبیر کے ساتھ حل بھی بتلایا

(٦) انسان کتنے ہی بڑے مرتبے تک پہنچ جائے اپنے آپ کو متقی نہ سمجھے، اور گناہ سے بچنے کو اپنا کمال نہ سمجھے

حضرت وزیر خزانہ

جب بادشاہ کے دل میں حضرت کی امانت داری نے جگہ بنوائی تو بادشاہ نے حکومت سنبھالنے کی پیش کش کی، حضرت نے فرمایا: مجھے صرف اپنی مملکت کے خزانوں کی ذمہ داری دیجئے، میں حفاظت

کروں گا اور میں اس سے واقف بھی ہوں، چنانچہ بادشاہ نے آپ کو وزیر خزانہ بنا دیا

غرض جب قحط پڑا تو چونکہ حضرت نے پہلے بڑی حکمت کے ساتھ غلہ جمع کروایا تھا اس لئے اب تقسیم فرمارہے تھے اور لوگ دور دور سے مصر غلہ لینے کے لئے آنے لگے، قحط کی وجہ سے کنعان بھی متأثر ہوا تھا اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مصر غلہ لینے بھیجا، جب یہ لوگ حضرت کے پاس پہنچے تو حضرت نے انہیں پہچان لیا لیکن یہ لوگ حضرت کو نہیں پہچان سکے، جب حضرت نے غلہ دیدیا تو ان سے خیریت معلوم کی، اور بہت اچھا سلوک کیا تو انہوں نے سب کچھ بتلادیا کہ ہمارا ایک اور بھائی ہے جو والد صاحب کے پاس ہے، حضرت نے فرمایا: آئندہ اسے بھی لیکر آنا، دیکھو! ہم نے کس طرح تمہارے ساتھ عزت کا معاملہ کیا، اگر اپنے بھائی کو نہ لائیں تو غلہ دینا تو دور کی بات ہے ہم تمہیں اپنے قریب بھی نہیں آنے دیں گے، پھر حضرت نے اپنے خادموں سے کہا: جو پیسے ان سے لئے تھے وہ بھی چپ کے سے ان کے تھیلے میں ڈال دو تا کہ دوبارہ آئیں

خیر، بھائیوں نے والد محترم کے پاس پہنچ کر حضرت یوسف کی بہت تعریف کی اور بتایا کہ ایک تو ہمیں بلا قیمت غلہ بھی دیا، دوسرے یہ کہ ہماری مہمانی بھی کی، ساتھ میں یہ بھی کہا کہ اگر دوسرے بھائی کو لے آؤ گے تو زیادہ دیں گے، اور نہیں لاؤ گے تو کچھ بھی نہیں ملے گا، اس لئے ابا جان! بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجئے، حضرت یعقوب نے فرمایا: اس سے پہلے تم دھوکہ دے چکے ہو اس لئے اب تو یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب کہ تم اللہ کا نام لیکر وعدہ کرو کہ تم ضرور اسے واپس لاؤ گے، مگر یہ کہ تمہارے بس میں نہ ہو، بھائیوں نے فوراً ہی وعدہ کرلیا تو حضرت یعقوب نے اجازت دیتے ہوئے نصیحت کی، کہ تم لوگ شہر میں الگ الگ دروازوں سے جانا (وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اگر کوئی مصیبت آئے تو سب اس میں گرفتار نہ ہو) اللہ تعالی فرمارہے ہیں: یہ یعقوب کی ظاہری تدبیر تھی ورنہ اللہ کے حکم کو کوئی بھی ٹال نہیں سکتا۔

بہر حال جب یہ لوگ حضرت یوسف کے پاس پہنچے تو حضرت نے اپنے بھائی بن یامین کو اپنے

پاس جگہ دی، اور کہا: میں آپ کا بھائی یوسف ہوں اس لئے ان لوگوں کے اعمال سے پریشان نہ ہونا، میں آپ کو کسی نہ کسی بہانے اپنے پاس رکھ لوں گا، اس کی تدبیر حضرت نے یہ کی کہ سب بھائیوں کو غلہ دیدیا اور خادموں سے کہلوا کر ایک شاہی پیالہ بن یامین کے سامان میں رکھوا دیا، جب یہ لوگ چلنے لگے تو آواز لگوائی کہ رکو! تم لوگ چور ہو، بھائیوں نے کہا: کیا گم ہوا ہے؟ جواب ملا، شاہی کٹورا، جو تلاش کر کے لائے گا اسے ایک اونٹ مال ملے گا اور جو پکڑا جائے گا اسے قید کر دیا جائے گا اب تلاشی شروع کی، پہلے بھائیوں کا سامان تلاش کیا پھر بن یامین کا، بن یامین کے سامان میں سے شاہی کٹورا نکلا، جیسے ہی کٹورا نکلا تو بھائیوں نے کہا: اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اس کے ایک بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی

پھر حضرت یوسف سے کہنے لگے: بادشاہ سلامت! رحم کھائیے، ہم میں سے کسی کو بھی اس کی جگہ لے لیجئے، کیونکہ اس کا ایک بوڑھا باپ ہے، حضرت نے کہا: اللہ کی پناہ! رکھا تو اسی کو جائیگا جس کے پاس سامان ملا ہے، آخر کار یہ لوگ مایوس ہو کر چلے اور مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے؟ بڑے بھائی نے کہا: تم کو جانا ہو تو جاؤ میں تو نہیں جا سکتا مگر یہ کہ اللہ کا حکم آجائے یا والد محترم اجازت دیدیں، تم لوگ جاؤ اور ابا سے کہو کہ آپ کے بیٹے نے چوری کر لی تو ہم کیا کر سکتے تھے، ہم غیب تو جانتے نہیں ہیں، حضرت یعقوب نے کہا: جس طرح تم نے یوسف کے معاملے میں کیا اسی طرح اس مسئلہ میں بھی کیا، اتنا کہہ کر آنکھوں میں آنسو بھر گئے اور یوسف کو یاد کرنے لگے، بیٹوں نے کہا: ایسا لگتا ہے کہ آپ یوسف کو یاد کر کے خود کو ختم کر دیں گے، حضرت یعقوب نے فرمایا: جاؤ اور بن یامین کے ساتھ یوسف کو بھی ڈھونڈو، اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوؤ۔

بھائی تیسری مرتبہ میں حضرت یوسف کی خدمت میں پہنچ کر عاجزی کے ساتھ کہنے لگے: قحط کی وجہ سے ہم پریشان ہیں اور جو پیسے ہیں وہ بھی کھوٹے ہیں لیکن ہم آپ کے احسان کو دیکھ کر امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیں غلہ دیں گے اور یہ آپ کی طرف سے صدقہ ہوگا، جب حضرت نے اپنے گھر کی

حالت اور بھائیوں کی عاجزی دیکھی تو بول پڑے: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ناسمجھی میں اپنے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا، بھائیوں نے کہا: آپ ہی تو یوسف نہیں؟ حضرت نے فرمایا: ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا، اور اللہ تعالی کا نام لیکر جو بھی اللہ تعالی سے ڈرتا ہے اور آزمائش میں صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے ضائع نہیں کرتے، بھائیو نے کہا: اللہ تعالی نے آپ کو ہمارے مقابلے میں بڑائی دی اور ہم سے غلطی ہوگئی، حضرت نے کہا: آج آپ کی کوئی پکڑ نہیں، اللہ تعالی آپ کو معاف کرے، میرا یہ کرتا لیجائیں اور اباجان کے چہرے پر ڈالدیں ان کی روشنی واپس آجائے گی، اور گھر کے تمام لوگوں کو لیکر آجائیں

جب بھائیوں کا قافلہ مصر سے چلا تو حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کے کرتے کی خوشبو آنے لگی، (جبکہ ان کا قافلہ ابھی آپ سے ۲۴۰ میل کے فاصلے پر تھا اور ادھر یوسف کی جدائیگی کے بھی اسی سال ہو گئے تھے (ابن کثیر عن ابن عباسؓ) تو اپنے پاس موجود لوگوں سے کہا: مجھے یوسف کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے اگر تم مجھے کمزور عقل والا نہ سمجھو، بہر حال بھائیوں نے آکر حضرت یوسف کا کرتا حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈالا تو آپ کی آنکھ کی روشنی لوٹ آئی، بیٹوں نے کہا: اباجان ہم سے غلطی ہوئی ہے، آپ ہمارے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں، حضرت یعقوب نے فرمایا: ہاں۔ پھر پورا خاندان حضرت یوسف کے پاس پہنچا، حضرت نے والد اور والدہ کو تخت شاہی پر بٹھایا، اور ماں باپ سمیت گیارہ کے گیارہ بھائی حضرت یوسف کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے، تو حضرت یوسف نے فرمایا: ابا! یہی خواب کا مطلب ہے جو میں نے دیکھا تھا اور اللہ نے اسے سچ کر دکھایا۔

اس کے بعد اللہ تعالی کا شکرادا کرتے ہوئے فرمایا: اللہ نے مجھے جیل سے نکلوایا اور آپ لوگوں کو دیہات کی پریشانیوں سے نکال کر شہر میں لے آیا، اور ہمارے درمیان شیطان نے جو جدائی پیدا کردی تھی وہ بھی ختم کروادی، یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوا، اللہ جو بھی کام کرتا ہے اس کے لئے بہت باریک بینی سے راستے بھی پیدا فرماتا ہے، پھر حضرت نے اللہ تعالی سے دعا کی، اے اللہ! آپ نے

مجھے دنیا میں بہت نوازا آپ ہی آسمان وزمین کے خالق ہے، آپ ہی کارساز ہے دنیا اور آخرت میں، میرا خاتمہ ایمان پر فرمایا اور نیک لوگوں میں شامل فرما۔ (سورہ یوسف)

سبق (۱) انسانیت کے فائدے کی خاطر عہدہ کی درخواست جائز ہے بہ شرط یہ کہ عہدہ میں مشغول ہوکر خالق کو نہ بھول جائے اور وہی ذمہ داری قبول کی جائے جس کی صلاحیت ہو

(۲) ایک باپ کی تمام اولاد الگ الگ کام اور میدان میں لگے تا کہ اگر ایک کام میں کامیابی نہ ملے تو پورا گھر بھوکہ نہ مرجائے، جیسے حضرت یعقوب نے بیٹوں سے کہا تھا کہ سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا، مگر یہ ایک اچھی تدبیر ہے باقی اللہ کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا

(۳) تحمل مزاجی یعنی برداشت کرنے کی خوبی کے بغیر کوئی بڑا نہیں بن سکتا، جیسے حضرت یوسف کو بھائیوں نے چور کہا تب بھی برداشت کیا

(۴) صبر بہت بڑی چیز ہے، یعنی چپ چاپ پریشانیاں سہہ کر اللہ سے جڑے رہنا، ہائے واویلا نہ کرنا

(۵) اللہ کے سامنے رونا دھونا صبر کے خلاف نہیں ہے جیسے یعقوب ایک طرف کہہ رہے ہیں :میرا کام صبر کرنا ہے اور بعد میں اللہ کے سامنے رو رہے ہیں

(۶) نافرمان اولاد سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ اچھی تعلیم دیتے رہنا چاہئے، جیسے حضرت یعقوب کرتے رہیں

(۷) معاف کرنا بہت بڑا عمل ہے اور خاص کر اپنوں کو معاف کرنا

(۸) ماں باپ کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے

(۹) حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی اتنی بڑی سازش کو بھی نادانی کہا، اور بعد میں جب اللہ تعالی کے احسانات گنوائیں تب بھائیوں کی اس سازش کا ذکر نہ کیا، اسے کہتے ہیں بڑے دل سے معاف کرنا، بار بار طعنے نہ دینا

(۱۰) ایمان پر خاتمہ تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے

(۱۱) اللہ تعالی عالم الغیب ہے (کسی کے بتلائے بغیر جانتا ہے) جبکہ نبی منبئ الغیب یعنی اللہ کے بتلانے سے جانتا ہے

(۱۲) حضرت یوسف کی شریعت میں تعظیم کے لئے جھکنا جائز تھا جبکہ شریعت محمدی میں ناجائز ہے، کسی کی تعظیم کے لئے سلام دیا گیا ہے

(۱۳) معجزہ کہتے ہی ہے ایسی اَنْ ہونی چیز کو جو نبی کے بس میں نہ ہو بلکہ اللہ تعالی ظاہر کرے، جیسے یوسف علیہ السلام ملک شام کے کنویں میں تھے تب حضرت یعقوب کو کچھ معلوم نہ تھا اور کرتا ۲۴۰ میل کے فاصلے پر تھا اس کی خوشبو محسوس ہوئی

حضرت شعیب علیہ السلام اور حقوق العباد کی حفاظت

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین میں ہوئی تھی، مدین ایک قبیلہ کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا

قوم شعیب میں بھی دولت کی فراوانی، زمین اور باغوں کی شادابی کی وجہ تین بڑی بیماریاں تھیں، ایک: بت پرستی۔ دوسری: ناپ تول میں ڈنڈی مارنا۔ تیسری: ڈاکہ زنی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: اے قوم! ایک اللہ کی عبادت کر۔ خرید وفروخت میں ناپ تول کو پورا رکھ۔ زمین میں فتنہ وفساد نہ کر یعنی لوٹ مار نہ کر۔ مگر اس بد بخت قوم پر کچھ اثر نہ ہوا اور چند ضعیف اور کمزوروں کے علاوہ کسی نے پیغام حق پر کان نہ دھرا، بلکہ قوم کے سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تجھ کو اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم کو مجبور کریں گے کہ پھر ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ (گھر واپسی کرائیں گے)

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: اگر ہم تمہارے دین کو غلط سمجھتے ہو تب بھی زبردستی مان لیں گے یہ تو بڑا ظلم ہے، اور جب اللہ نے تمہارے دین سے نجات دیدی پھر ہم اس کی طرف لوٹ

جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اللہ پر بہتان باندھا، جب سرداروں نے حضرت کا یہ عزم دیکھا تو قوم کے لوگوں سے کہنے لگے،

خبردار! اگر تم نے شعیب کا کہنا مانا تو تم ہلاک و برباد ہو جاؤ گے، حضرت نے فرمایا: دیکھو! میں تمہارا دشمن نہیں ہوں اور نہ ہی اس کام کے بدلے تم سے کچھ مانگتا ہوں، قوم کے سرداروں نے کہا: شعیب! کیا تیری نماز یہ چاہتی ہے کہ ہم باپ دادا کے دیوتاؤں کو پوجنا چھوڑ دیں، اور اگر ہم کم تولنا نہ چھوڑیں تو مفلس اور قلاش ہو کر رہ جائیں۔ حضرت نے فرمایا: اے قوم! مجھے خوف لگ رہا ہے کہ تیری یہ نافرمانیاں تیرا بھی وہی انجام نہ کر دیں جو تجھ سے پہلے قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح اور قوم لوط کا ہوا، اب بھی کچھ نہیں گیا، اللہ کے سامنے جھک جاؤ، اور اللہ سے معافی مانگ، قوم کے سرداروں نے کہا: اگر تیرے خاندان کا خوف نہ ہوتا تو تجھ کو سنگسار کر دیتے، حضرت نے فرمایا: افسوس! کیا تمہارے لئے اللہ کے مقابلہ میں میرا خاندان زیادہ ڈر کا باعث ہے؟

خیر اگر تم نہیں مانتے تو تم بھی عذاب کا انتظار کرو اور میں بھی، الحاصل اللہ کی طرف سے بدعملی کی سزا کا وقت آ گیا، اور دو قسم کے عذاب نے آگھیرا، ایک: زلزلہ کا عذاب اور دوسرا: آگ کی بارش کا عذاب، یعنی وہ اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے تو یک بیک ایک زلزلہ آیا اور ابھی اس کا ڈر نکلا نہ تھا کہ اوپر سے آگ برسنے لگی، اور نتیجہ یہ نکلا کہ صبح کو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کل کے مغرور آج گھنٹوں کے بل اوندھے جھلسے ہوئے پڑے ہیں (سورۃ ۱۱ آیت ۸۴)

سبق (۱) حقوق العباد کی حفاظت کتنا اہم معاملہ ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالی نے ایک نبی کو بھیجا

(۲) ناپ تول میں کمی اتنی بڑی بیماری ہے کہ یہ تمام حقوق العباد کے بارے میں حق تلفی تک پہنچاتی ہے یعنی جو معمولی لین دین میں انصاف نہیں کرتا وہ دوسرے تمام معاملات میں ظلم کرتا ہے

(۳) یہ بیماری لالچ اور خود غرضی جیسی بیماریاں پیدا کرتی ہے

(۴) جب معمولی لین دین میں ظلم کرنے والوں پر یہ عذاب اتارا گیا تو جو میراث وغیرہ نہ دیکر ظلم کرتے ہیں ان کے لئے کتنا بڑا عذاب ہوگا؟

(۵) زلزلہ صرف زمین کے ہلنے کا نام نہیں ہے بلکہ گھروں کے سکون کا ختم ہو جانا بھی زلزلہ ہے

(۶) ظالموں کے انگ انگ میں اللہ تعالی بے چینی کی آگ لگا تا ہے

(۷) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق جب اس قوم کو سخت گرمی لگی تو جنگل کی طرف بھاگے، اللہ تعالی نے ایک ٹھنڈا بادل بھیجا، یہ لوگ اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے، تب اللہ نے اس بادل میں سے آگ برسائی

حضرت داؤد اور خلافت کا قیام

حضرت داؤد بنی اسرائیل میں بھیجے گئے، حضرت طالوت کے بعد حکومت آپ کے ہاتھ میں آئی، حضرت نے بنی اسرائیل کی ہدایت کی خدمت سرانجام دی اور ان کی اجتماعی زندگی کی نگرانی بھی کی ، اس سے اللہ تعالی نے اشارہ کیا کہ دین اسلام اگرچہ روحانیت سے تعلق رکھتا ہے لیکن مادی طاقت (حکومت وخلافت) اس کے ساتھ مل جائے تو اس میں مزید طاقت پیدا ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل تو روحانی اعمال ہیں مثلا ایمان، نماز، روزہ، زکات وغیرہ، مگر حکومت اس کے لئے معین و مددگار ہے، جس کے لئے اللہ تعالی نے نبی مبعوث فرمایا، تا کہ دو فائدے حاصل ہو، ایک: صرف روحانیت سے تعلق رکھنے والے حکومت کو بے کار نہ سمجھیں اور دوسرا: صرف حکومت والے روحانیت سے تعلق قائم کریں۔

معجزات اور خصوصیات

اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت اور ان کی اجتماعی زندگی کو

درست کرنے کے لئے معجزات اور خوبیاں عطا فرمائیں

(۱) زبور عطا کی۔ لیکن بنی اسرائیل نے اس میں بھی تحریف کر دی

(۲) خوش الحانی عطا کی۔ یعنی زبور پر کیف آواز سے پڑھتے، جس سے پہاڑ اور پرندے بھی آپ کے ساتھ پڑھنے لگتے

(۳) لوہا نرم کر دیا۔ جس سے حضرت نے ایسی زرہیں ایجاد کیں جس کو پہن کر سپاہی دشمن سے محفوظ رہتا

(۴) فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا کی، ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں دو شخص ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوئے، ایک نے کہا: اس کی بکریوں نے میری پوری کھیتی تباہ کر دی، حضرت نے فرمایا: چونکہ کھیتی کا نقصان بکریوں کی قیمت کے برابر ہے، لہذا بکری والا تمام بکریاں کھیت والے کے حوالے کر دے

اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کی برکت سے بیٹے سلیمان کو بھی بڑی سمجھ عطا کی تھی وہ والد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، گیارہ سال کی عمر تھی، والد سے کہنے لگے: ابا جان! آپ نے بہترین فیصلہ فرمایا مگر میں اس سے زیادہ مناسب شکل بتلا سکتا ہوں، والد نے کہا: بالکل، پیش کیجئے، حضرت سلیمان نے کہا: بکریوں کا ریوڑ کھیت والے کو دیا جائے کہ وہ اس کے دودھ اور اس کے اون سے فائدہ اٹھائے اور بکری والے سے کہا جائے کہ وہ کھیت میں محنت کرے، کھیت کی پیداوار اپنی اصلی حالت پر آ جائے تو کھیت، کھیت والے کے سپرد کر کے اپنا ریوڑ واپس لے لے۔ (سورۃ ۲۱ آیت ۷۸)

(۵) تحمل مزاجی: یعنی بادشاہ ہونے کے باوجود لوگوں کی بکواس کو برداشت کرنا، اس پر صبر کرنا، انتقام نہ لینا

(۶) لغزش پر بھی اللہ سے معافی مانگنا حکومت کے گھمنڈ میں نافرمانی نہ کرنا، یعنی وہ کام جو گناہ نہیں ہوتا مگر کسی بڑے کی شان کے مناسب نہیں ہوتا اس پر بھی اللہ سے معافی مانگنا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گستاخیاں ہوتی رہتی تھیں، اور لوگ آپ سے ایسی باتیں کیا کرتے تھے، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا، جس سے معلوم ہوجائیگا کہ حضرت داؤد اپنے آپ کو بہت چھوٹا سمجھتے، لوگوں کو معاف کرتے اور لوگوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کی شان کے خلاف کوئی بات ہوجاتی تو اللہ سے معافی مانگ لیتے، واقعہ اس طرح ہے کہ دو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کی عین عبادت کے وقت جس میں کسی کو ان سے ملنے کی اجازت نہیں تھی، عبادت خانے کی دیوار کود کران کے پاس پہنچ گئے، اور بجائے اس کے کہ خود معذرت کرتے کہ ہم بے وقت اور بے ڈھنگے پن سے آپ کے پاس آدھمکے، الٹے حضرت ہی کو نصیحت کرنے لگے بلکہ عام شخص کی طرح بات کرنے لگے: اے داؤد! ذرا انصاف کرنا اور ظلم مت کرنا، خیر! حضرت نے نہ تو انہیں بھگایا اور نہ ہی بادشاہ اور عدالت کی توہین کا مقدمہ ان کے خلاف چلایا بلکہ ان کا مقدمہ بہت ہی ٹھنڈے دل سے سنا۔

ایک نے مقدمہ اس طرح پیش کیا کہ ہم دو ساتھی ہیں ان کے پاس ننادوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی، پھر بھی یہ اس ایک کو بھی مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، حضرت نے ننادوے والے سے کہا: بھائی یہ ظلم ہے، اس کے بعد حضرت نے اللہ کے سامنے معافی مانگی، اب معلوم نہیں کہ حضرت نے کس بنا پر معافی مانگی، ویسے بھی بڑے حضرات جائز کام کے بعد بھی ڈرتے ہیں، پس ہمیں تو گناہ کے بعد زیادہ ڈرنا چاہئے۔ (سورۃ ص آیت ۲۶)

سبق: (۱) ہمیشہ خلیفہ اور طاغوتی بادشاہ کے درمیان یہ فرق نظر آئے گا کہ خلیفہ متواضع، صابر اور برداشت کرنے والا ہوتا ہے اور طاغوتی بادشاہ متکبر اور ظالم ہوتا ہے

(۲) دین اسلام اگرچہ روحانیت سے زیادہ تعلق رکھتا ہے لیکن حکومت اس کی معاون ہے

(۳) جو ہستی مقام عزت اور عروج پر پہنچنے کے بعد جس قدر اللہ کا شکر بجالاتی ہے اسی قدر اس کو انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے

(۴) دنیوی علوم میں بھی مہارت حاصل کرنا چاہئے جیسے حضرت نے زرہیں ایجاد کیں

(۵) دوسروں کے ٹکڑوں پر نہیں پلنا چاہئے جیسے حضرت خلیفہ ہونے کے باوجود اپنی محنت کی کمائی کھاتے تھے

(۶) دنیوی نعمتوں کو پا کر اللہ کی طرف زیادہ رجوع کرنا چاہئے

(۷) جن بندوں کو اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کی ہدایت اور خدمت کے لئے چن لیا ہے ان کے لئے کثرت عبادت کے مقابلہ میں مخلوق کی رہبری اور خدمت اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عمل ہے

(۸) جو اللہ تعالی سے جتنا زیادہ قریب ہوگا وہ اعمال کرنے کے بعد قبولیت کی امید کے ساتھ ضرور ڈریگا کہ کہیں ادائیگی فرض میں کچھ کمی نہ رہ گئی ہو

حضرت سلیمان علیہ السلام اور باپ کے مشن کی توسیع

حضرت سلیمان کو اللہ تعالی نے باپ کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے بھیجا اور خصوصیات وامتیازات سے نوازا

خصوصیات: (۱) پرندوں کی بولیاں سمجھنا: ہدہد پرندے سے آپ کی گفتگو کا واقعہ آگے آئیگا، اسی طرح ایک مرتبہ چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیوں! اپنے گھروں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تم کو پیس ڈالے، چیونٹی کی یہ بات سن کر حضرت مسکرائے اور کہنے لگے: اے اللہ! مجھ کو توفیق دے کہ میں تیرا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کیا ہے

(۲) ہوا پر کنٹرول: اللہ تعالی فرماتے ہیں: ہم نے تابع کر دیا ہوا کو سلیمان کے، کہ وہ چلتی ہے اس کے حکم سے نرمی کے ساتھ جہاں وہ پہنچانا چاہے

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: ہوا پر کنٹرول کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کے اس عمل کے صلہ میں عطا ہوا تھا کہ ایک روز وہ اپنے گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول تھے، کہ عصر کی نماز قضا ہوگئی، چونکہ گھوڑے اس غفلت کا سبب ہوئے تھے، اس لئے حضرت نے ان کو ذبح کر دیا، اور یہ

گھوڑے سلیمان کے خود کے تھے اس لئے بیت المال کے نقصان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، غرض اللہ تعالی نے آپ کی اس ادا پر ہوا کو مسخر کر دیا

(۳) اتنی بڑی حکومت کے مالک ہونے کے باوجود ہر وقت اللہ کی تسبیح وتقدیس میں رہتے، یہی وجہ ہے کہ جب گھوڑوں کی مشغولی اس عمل کے لئے رکاوٹ بنی تو گھوڑوں کو ذبح کر دیا (ابن کثیر)

(۴) جنات پر کنٹرول: حضرت سلیمان نے جنات سے بڑے بڑے کام لئے، مثلا بڑی بڑی عمارتیں بنانا، مجسمے بنانا جو حضرت کی شریعت میں جائز تھا، بڑے بڑے پیالے بنانا، بڑی بڑی دیگیں بنانا اور سب سے بڑا کام بیت المقدس کی تعمیر۔ چنانچہ اخیر عمر میں جب جنات اس کام میں لگے ہوئے تھے، اور حضرت اپنی لاٹھی پکڑ کر عبادت گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی حالات میں آپ کا انتقال ہو گیا، جنات یہ سمجھ کر کہ حضرت ابھی زندہ ہیں، ان کے مرنے کے بعد بھی کام کرتے رہے، پھر جب حضرت کی لاٹھی کو دیمک نے کھالیا تو حضرت کے گرنے پر جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا، اس واقعہ سے ایک طرف اللہ تعالی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان بیان فرمائی تو دوسری طرف یہ بتلایا کہ جنات عالم الغیب نہیں ہوتے، (سورۃ ۳۴ آیت ۱۴)

(۵) تانبے کے چشمے بہا دینا

(۶) حکومت کا استعمال انسانیت کی خدمت اور رہبری کے لئے نہ کہ اپنی بڑائی اور ظلم کے لئے

ملکۂ سبا کو دعوت اسلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ایک ہدہد پرندہ بھی تھا وہ ایک سفر میں غائب نظر آیا تو آپ نے فرمایا: اگر ہدہد اپنے غائب ہونے کی صحیح وجہ نہیں بتلائے گا تو یا تو اسے قتل کر دوں گا یا پھر دوسری سزا دوں گا، تھوڑی دیر بعد ہدہد آیا اور اس نے آکر بتایا کہ میں آگے راستہ معلوم کرنے گیا تھا اور مجھے قوم سبا کے بارے میں علم ہوا ہے، میں نے ایک ایسی عورت کو ان پر حکومت کرتے دیکھا جسے ہر چیز

سے نوازا گیا ہے، اور ساتھ ہی اس کا بہت بڑا تخت ہے، وہ اور اس کی قوم سورج کی پوجا کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا: ابھی ہم تحقیق کریں گے، تم میرا خط لیکر جاؤ اور اسے ان کے پاس ڈال کر ان سے الگ ہو جاؤ اور دیکھو کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں

ہدہد نے ایسا ہی کیا اور خط ڈال کر الگ ہو گیا، ملکہ نے اپنے درباریوں سے کہا: سلیمان کے پاس سے میرے پاس ایک خط آیا ہے جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد لکھا ہوا ہے کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور فرماں بردار بن کر میرے پاس آجاؤ اب بتاؤ! اس خط کا کیا جواب دیا جائے اور میری یہ عادت ہے کہ کوئی بھی فیصلہ تمہارے مشورہ کے بعد ہی کرتی ہوں، درباریوں نے کہا: گھبرانے کی بات نہیں ہے، ہم لوگ اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ سلیمان کا مقابلہ کر سکے، لیکن بہر حال فیصلہ آپ کو کرنا ہے، ملکہ نے کہا: دیکھو! بادشاہوں کی تاریخ یہی رہی ہے کہ وہ جب بھی کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں، اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں، اس لئے لڑائی کی بجائے ہمیں ان سے دوستانہ تعلق قائم کرنا چاہئے، اس کے لئے میں ان کے پاس تحفہ بھیج کر دیکھتی ہوں، اندازہ ہو جائیگا کہ سلیمان کیسے ہیں اور کیا چاہتے ہیں، چنانچہ ملکہ کا قاصد تحائف لیکر پہنچا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تم یہ چاہتے ہو کہ ان ہدایا کے ذریعہ مجھ کو پھسلاؤ، حالانکہ اللہ نے مجھ کو جو کچھ دیا ہے وہ تمہاری تمام دولت سے بہتر ہے، لہذا تم اپنے ہدایا واپس لے جاؤ اور اپنی ملکہ سے کہو کہ اگر میری بات نہ مانی تو ایسے لشکر کے ساتھ پہنچوں گا کہ تم مقابلہ نہیں کر سکو گے، اور تم کو ذلیل کر کے شہر نکال دوں گا

ملکہ نے جب اپنے قاصدوں سے یہ سنا تو طے کر لیا کہ سلیمان کے پاس فرمان بردار ہو کر پہنچنا ہے جب حضرت کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ ملکہ حاضر ہو رہی ہے تب آپ نے درباریوں سے فرمایا : کون شخص اس عورت کے تخت کو اٹھا کر لائے گا؟ ایک مضبوط جن نے کہا: ابھی آپ اسی مجلس میں ہو گے اس سے پہلے لے آؤں گا، کتاب کے علم رکھنے والے ایک شخص نے کہا: آپ کی پلک جھپکنے

سے پہلے لے آؤں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ تخت حضرت کے سامنے آ گیا، یہ دیکھ کر حضرت نے اللہ کا شکر ادا کیا، اس کے بعد فرمایا: اس تخت میں کچھ تبدیلی کر دو، تا کہ ملکہ کی عقل کا امتحان ہو جائے، چنانچہ تبدیلی کر دی گئی، کچھ وقت کے بعد ملکہ حضرت کی خدمت میں پہنچی، تو دریافت کیا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ علقمند ملکہ نے جواب دیا، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہی ہے پھر اس نے کہا، مجھ کو آپ کی طاقت کا پہلے سے علم ہو چکا تھا اس لئے فرماں بردار بن کر حاضر ہوئی ہوں، مگر ملکہ نہ سمجھ سکی کہ حضرت اپنی فرماں برداری نہیں چاہتے بلکہ اللہ کی فرماں برداری چاہتے ہیں

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالی تک پہنچانے اور ملکہ کی عقل پر سخت چوٹ لگانے کے لئے ایک عالیشان محل تیار کرایا، اس میں داخل ہونے کے لئے جو صحن پڑتا تھا اس میں بڑا حوض کھدوا کر پانی سے بھر دیا اور بلور کے ٹکڑوں کا اس کے اوپر فرش بنوایا، ملکہ سے کہا گیا: محل میں داخل ہو جاؤ، جب ملکہ محل کے سامنے پہنچی تو ملکہ نے کپڑوں کو پنڈلی سے اوپر اٹھایا، حضرت نے فرمایا: اس کی ضرورت نہیں یہ پانی نہیں ہے، ملکہ کو سخت ندامت ہوئی اور اس پر واضح ہو گیا کہ سلیمان کو یہ معجزانہ قدرت کسی ایسی ہستی کی عطا کردہ ہے جو سورج اور چاند بلکہ کل کائنات کی مالک ہے، اس طرح وہ اللہ تعالی کی فرماں بردار بن گئی۔ (سورہ ۲۷ آیت ۱۴)

(۷) معمولی لغزش پر اللہ تعالی سے معافی مانگنا: ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں کو جہاد کی ترغیب دی، مگر درباریوں نے سستی دکھائی تو حضرت نے فرمایا: آج رات میں اپنی سب بیویوں سے صحبت کروں گا، جو لڑکے ہوں گے، ہم سب مل کر جہاد کریں گے، وزیر نے کہا: حضرت ان شاء اللہ کہہ لیں، مگر حضرت غصہ کی وجہ سے نہ کہہ سکے، پھر حضرت نے تمام بیویوں سے صحبت کی مگر کسی بیوی کے حمل قرار نہیں پایا، ایک بیوی کا حمل ٹھہرا وہ بھی ناتمام بچہ گر گیا، حضرت سمجھ گئے کہ مجھ سے لغزش ہوئی ہے فوراً معافی مانگ لی، حالانکہ غصہ کی حالت کی وجہ سے ان شاء اللہ کا نہ کہنا کوئی گناہ نہ تھا مگر آپ نے اسے بہت بڑا گناہ سمجھا۔ ترمذی (سورۃ ۳۸ آیت ۳۴)

(۸) اسباب جہاد سے محبت کرنا: بعض مفسرین کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کو ذبح نہیں کیا تھا بلکہ محبت میں ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرا ہے۔(سورہ ۳۸ آیت ۳۲)

سبق (۱) نیک لوگ ہر اس چیز کو قربان کر دیتے ہیں جو اللہ اور ان کے درمیان میں حائل ہو، جیسے حضرت نے گھوڑوں کو قربان کیا تو اللہ نے اس سے زیادہ تیز سبب ہوا کو تابع بنایا

(۲) جنات عالم الغیب نہیں ہوتے، اس لئے عاملین ان کے حوالہ سے جو باتیں سناتے ہیں اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا

(۳) اپنے ماتحتوں کی خبر رکھنا چاہئے، اور غلطی پر تنبیہ بھی کرنا چاہئے، جیسے حضرت نے حاضری لی تو ہدہد کو غیر حاضر پا کر سزا کی بات کی

(۴) اللہ کے دئے ہوئے کمال کو خدمت خلق اور ان کی ہدایت کے لئے استعمال کرنا چاہئے نہ کہ اپنی بڑائی اور ظلم کے لئے

(۵) مال و دولت فی نفسہ بری چیز نہیں ہے اور نہ اس سے محبت بری چیز ہے، اگر اسے دین کا سبب بنالے تو بہت اچھی چیز ہے

(٦) جو بڑے ماتحتوں کو اعتماد میں لیتے ہیں وہ کامیاب ہوتے ہیں جیسے ملکہ نے درباریوں سے کہا: میں تمہارے مشورہ کے بغیر کچھ نہیں کرتی، جس پر انہوں نے تعاون کا مظاہرہ کیا

(۷) جو بادشاہ لالچی ہوتا ہے وہ ناکام ہوتا ہے

(۸) چیونٹی بھی جانتی تھی کہ نبی عالم الغیب نہیں ہوتا، اسی لئے کہا: سلیمان اور اس کا لشکر لاعلمی میں تمہیں روندھ نہ دیں

(۹) نیک لوگ معمولی لغزش کو بھی بڑا گناہ سمجھتے ہیں جبکہ برے لوگ گناہ کو بھی کچھ نہیں سمجھتے ہیں

(۱۰) جو اللہ کا ہو جاتا ہے، کل کائنات اس کے تابع ہو جاتی ہے

حضرت الیاس علیہ السلام اور دعوت حق

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جانشینوں کی بدکاری کی وجہ سے بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی، ایک حصہ یہودیہ کہلاتا تھا، اس کا مرکز بیت المقدس تھا اور دوسرا حصہ اسرائیل کہلاتا تھا، اس کا مرکز نابلس تھا، حضرت الیاس علیہ السلام کو اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا

اسرائیل کے بادشاہ کی بیوی نے پوری قوم کو بعل نامی بت کی پوجا پر لگا دیا تھا، لہذا حضرت الیاس علیہ السلام نے اسرائیل کے بادشاہ، اس کی بیوی اور اس کی رعایا کو توحید کی دعوت دی، مگر چند حق پسندوں کے سوا کسی نے آپ کی دعوت قبول نہیں کی، بلکہ آپ کے قتل کے منصوبے بنائے، آپ نے ایک غار میں پناہ لی اور اس کے بعد دعا فرمائی کہ اسرائیلی قحط کا شکار ہو جائیں تا کہ آپ ان کو معجزات دکھائیں تو شاید وہ ایمان لے آئیں، چنانچہ انہیں قحط میں مبتلا کر دیا گیا

اس کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام اللہ تعالی کے حکم سے اسرائیل کے بادشاہ سے ملے اور کہا: تم کہتے ہو کہ اسرائیل میں تمہارے معبود بعل کے ساڑھے چار سو نبی ہیں، تم ایک دن سب کو جمع کرلو، وہ بعل کے نام پر قربانی پیش کریں اور میں اللہ کے نام پر قربانی کروں، جس کی قربانی کو آسمانی آگ جلا دے اس کا دین سچا ہوگا، چنانچہ بعل کے جھوٹے نبیوں نے اپنی قربانی پیش کی مگر کوئی جواب نہ آیا، اس کے بعد حضرت نے پیش کی، اس پر آسمان سے آگ نازل ہوئی اور اس کو جلا کر خاکستر کر دیا، یہ منظر دیکھ بہت سے لوگ سجدے میں گر گئے مگر جھوٹے نبی، بادشاہ اور اس کی بیوی کی اب بھی آنکھ نہ کھلی، اور بجائے اس کے کہ ایمان لاتے حضرت کے قتل کی تیاری شروع کر دی، حضرت نے اسرائیل چھوڑ کر یہودیہ میں تبلیغ شروع کر دی، اللہ تعالی نے اسرائیل کو مہلک بیماریوں کا شکار بنا دیا۔ (سورۃ ۳۷ آیت ۱۲۳)

یاد رہے! قرآن مجید میں اللہ تعالی نے نہایت اختصار کے ساتھ حضرت الیاس کی دعوت و تبلیغ کا واقعہ بیان کیا ہے باقی تفصیل مفسرین نے تاریخی روایتوں سے بیان کی ہے

سبق (۱) بنی اسرائیل کی ذھنیت اس درجہ گرگئی تھی کہ نبیوں کی اولاد ہونے کے باوجود شرک جیسی گھناؤنی چیز کو نہ چھوڑا، اس میں ہمارے لئے سبق ہے کہ اب جبکہ انبیاء اور رسل کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے تو ہمارے لئے ازبس ضروری ہے کہ شرک جیسی گھناؤنی چیز سے بے حد نفرت کریں

(۲) نبی کی بددعا بھی دعا ہوتی ہے دیکھئے! حضرت الیاس نے قحط سالی کی بددعا کی تا کہ بنی اسرائیل اس سے پریشان ہو کر اللہ کی طرف لوٹے

(۳) حضرت الیاس علیہ السلام کا یہ مقابلہ بھی وقت کے بادشاہ کے ساتھ تھا ظاہر ہے کہ اس کے لئے کتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس لئے داعی کو مصائب سے نہیں گھبرانا چاہئے

حضرت ایوب علیہ السلام اور آپ کا بے مثال صبر

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالی نے ابتداء میں ہر قسم کے مال ودولت، زمین جائداد، مکانات، سواریاں اور اولاد وخادم سے نوازا تھا پھر اللہ تعالی نے بطور آزمائش کے سب لے لیا اور بیماریوں میں مبتلا کر دیا جس کے سبب سب نے ساتھ چھوڑ دیا سوائے آپ کی بیوی کے، نیک بیوی مسلسل خدمت کرتی رہی، ایک دن عرض کیا کہ آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے، اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ تکلیف دور ہو جائے تو فرمایا: میں نے کئی سال صحیح، تندرست اللہ کی بے شمار نعمت ودولت میں گذارے ہیں کیا اس کے مقابلے میں سات سال کی مصیبت پر اللہ سے دعا کروں؟ پیغمبرانہ صبر کا یہ عالم تھا کہ دعا کرنے کی بھی ہمت نہیں کرتے تھے کہ کہیں صبر کے خلاف نہ ہو جائے۔ (ابن کثیر)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے مسند احمد کتاب الزھد میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے زمانہ میں ایک بار شیطان طبیب کی شکل میں حصرت کی بیوی سے ملا، اور کچھ شرکیہ کلمات پڑھنے کے لئے دئے، بیوی نے حضرت سے آکر کہا تو حضرت نے فرمایا: وہ تو شیطان تھا اور اگر میں اچھا ہو گیا تو تیری اس حرکت پر تجھ کو سو لکڑیاں ماروں گا، شیطان کے اس عمل پر حضرت کو سخت رنج ہوا جس کی بنا پر اللہ کو پکارا اے اللہ! شیطان نے مجھ کو رنج پہنچایا ہے اللہ نے فرمایا:

اپنا پیر زمین پر مارو، چنانچہ پیر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا، حضرت نے اس سے غسل کیا اور پیا، تو اس سے ان کی ہر قسم کی بیماری ختم ہوگئی، مزید اللہ تعالی نے اہل وعیال، مال ومنال چند در چند عطا کیا، اور اللہ تعالی نے فرمایا: اپنے ہاتھوں میں تنکوں کا ایک مٹھا لے کر اپنی بیوی کو مار دو تا کہ قسم نہ ٹوٹے، چنانچہ حضرت نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا: سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر پایا، وہ بڑا نیک اور اپنے اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والا بندہ تھا۔ (سورۃ ۳۸ آیت ۴۱)

سبق (۱) مصائب کبھی درجات بلند کرواتی ہیں تو کبھی گناہ معاف کرواتی ہیں

(۲) کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر ہرگز یہ نہ کہے کہ یہ پریشانی اس کے کسی گناہ کی وجہ سے آئی ہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پریشانیاں آئیں تو کیا گناہوں کی وجہ سے آئیں؟

(۳) صبر سے بڑی کوئی خوبی نہیں ہوسکتی ہے

(۴) اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا یہ بڑی بندگی ہے

(۵) حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالی کو اس وقت پکارا جب شیطان حملہ آور ہوا گویا آپ نے یہ سبق دیا کہ بیماری اصل حالات نہیں ہے بلکہ گناہوں میں مبتلا ہو جانا اصل حالات ہیں

(۶) بیوی سے بے حد محبت ہونے کے باوجود جب شریعت کے خلاف کام ہوا تو حضرت نے اس کو برداشت نہ کیا، اور سو کوڑے مارنے کی قسم کھالی

(۷) لوگوں کی تعریفوں سے کچھ نہیں ہوتا اصل تو اللہ تعالی کی تعریف ہے، جیسے اللہ نے فرمایا: ایوب میرا صابر بندہ ہیں

(۸) حالات میں اگر اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو یاد کیا جائے تو کبھی شکایت زبان سے نہ نکلے

حضرت یونس علیہ السلام اور آپ کی بے چینی

حضرت یونس علیہ السلام عراق کے علاقہ موصل میں نبی بنا کر بھیجے گئے، یہ آشوریوں کا پایہ تخت تھا، انہوں نے ایک لاکھ اسرائیلیوں کو قیدی بنا رکھا تھا، چنانچہ ان کی ہدایت کے لئے حضرت یونس کو بھیجا

گیا،لیکن یہ قوم آپ پر ایمان نہ لائی، بالآخر اپنی قوم کو ڈرایا کہ عنقریب تم پر اللہ کا عذاب آئے گا، پھر یہ سمجھ کر کہ ہمیشہ ایسے موقع پر اچھے لوگوں کو عذاب کے علاقہ سے چلے جانے کو کہا جاتا ہے حضرت اللہ تعالی کی اجازت کے بغیر چلے گئے، سمندر پر پہنچے تو کشتی کو بھرا ہوا پایا، مگر کشتی والوں نے آپ کی نیکی وجہ سے سوار کرلیا، جب کشتی منجدھار میں پہنچی تو موجوں میں گھر کر کھڑی ہوگئی اور ڈگمگانے لگی، حضرت نے دریافت کیا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے تو ملاحوں نے جواب دیا کہ نہ معلوم ایسا کیوں ہو رہا ہے،

حضرت نے فرمایا: کشتی میں اپنے مالک سے بھاگا ہوا غلام ہے یعنی میں رب کو ناراض کر کے آیا ہوں، اس لئے مجھے دریا میں ڈال دو، کشتی والوں نے کہا: ہم آپ جیسے نیک بندے کو دریا میں نہیں ڈال سکتے ہیں، تب حضرت نے فرمایا: قرعہ اندازی کرلو (چٹھی ڈال دو) جس کے نام قرعہ نکلے اس کو ڈال دو۔ حضرت نے یہ عمل دوسروں کو پھنسانے کے لئے نہیں بلکہ ان کو مطمئن کرنے کے لئے دیا، کیونکہ حضرت کو یقین تھا کہ نام میرا ہی نکلے گا، بہرحال قرعہ ڈالا گیا، حضرت کے نام نکلا، تین مرتبہ ڈالا، ہر بار حضرت ہی کے نام نکلا، لہذا حضرت نے خود اپنے کو دریا میں ڈال دیا

ادھر یہ واقعہ ہوا کہ اللہ تعالی نے ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ یونس کو اپنے پیٹ میں بہ حفاظت رکھ لے، وہ اس کی خوراک نہیں ہیں، حضرت نے مچھلی کے پیٹ اور دریا کی گہرائی کی تاریکیوں میں اللہ کو پکارا، اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات ہی پاک ہے میں بڑا گناہ گار ہوں، اللہ تعالی نے دعا قبول فرمائی، اور مچھلی کے پیٹ سے نکال کر چٹیل میں ڈال دیا، کمزور ہونے کی وجہ سے آپ پر سایہ کے لئے ایک بیل والا درخت لگایا، پھر دوبارہ ایک لاکھ سے زیادہ انسانوں کی طرف بھیج دیا، پس وہ لوگ ایمان لے آئے۔ (سورۃ ۳۷ آیت ۱۳۹)

سبق (۱) بڑے کی یہی شان ہوتی ہے کہ معمولی لغزش پر بھی اپنے آپ کو کوستا ہے، خدا کا مجرم

سمجھتا ہے

(۲) جو قومیں حقیقی عذاب آنے سے پہلے توبہ کرلیتی ہیں وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتی ہیں ،جیسے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم حضرت کے جانے کے بعد تائب ہوگئیں تو اللہ نے عذاب سے محفوظ رکھا، لہذا ہمیں بھی جلد سے جلد توبہ کرلینی چاہئے

(۳) جس سے جتنی زیادہ محبت ہوتی ہے اسے اتنا ہی سخت ڈانٹا جاتا ہے جیسے اللہ تعالی کو حضرت یونس علیہ السلام سے بے حد محبت تھی اس لئے تعبیر سخت استعمال کی

(۴) ہمیں بھی ان الفاظ سے دعا کرنا چاہئے، لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین اللہ تعالی ہر پریشانی سے نجات عطا کرے گا

حضرت عزیر علیہ السلام تورات کے حافظ

قرآن مجید میں حضرت عزیز علیہ السلام کا نام صرف ایک جگہ سورۂ توبہ میں ہے، اور اس میں بھی صرف یہ کہا گیا ہے کہ یہود عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آخر کن اسباب کی وجہ سے یہود نے حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا؟ اس کا جواب مفسرین نے دیا ہے کہ جب بخت نصر نے بنی اسرائیل پر ظلم کیا، اور توریت کے تمام نسخے جلاڈالے، اور قید کردیا، اور حضرت ذوالقرنین نے رہائی کے بعد دوبارہ بیت المقدس میں آباد کیا، تب حضرت عزیز علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جمع کرکے از اول تا آخر اپنے حافظہ سے توریت لکھوائی ، اس طرح توریت لکھوانے سے حضرت کی قدر ومنزلت اسرائیلیوں میں اتنی بڑھ گئی کہ اس نے گمراہی کی شکل اختیار کرلی اور حضرت کو اللہ کا بیٹا مان لیا

سبق (۱) انسان کتنی ترقی کرجائے وہ اللہ کا بندہ ہی رہتا ہے، اللہ کا بیٹا، یا اللہ نہیں ہوسکتا ہے

(۲) بیشک جب توریت کے حافظ کی قدر تو قرآن کے حافظ کی بھی قدر کرنا چاہئے مگر اعتدال میں رہ کر

(۳) انسان کی خوبیوں میں ایک خوبی اعتدال بھی ہے

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کے سوالی

حضرت زکریا کے کوئی اولاد نہ تھی اور آپ کو زیادہ فکر اس بات کا تھا کہ آپ کے بھائی آپ کے دینی مشن کو لیکر چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، لہذا ان کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اگر اللہ تعالی ان کے یہاں کوئی نیک لڑکا پیدا کردے تو یہ ان کے مشن کو لیکر چلے، لیکن وہ بوڑھے ہو چکے تھے، اور ان کی بیوی بانجھ تھیں، اس صورت کے باوجود جب انہوں نے حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تو اللہ کو پکارا۔

اے پروردگار! میرا جسم کمزور پڑ گیا ہے، میرے سر کے بال بڑھاپے سے بالکل سفید ہو گئے ہیں، اور میں کبھی تجھ سے مانگ کر محروم نہیں رہا ہوں، پس تو مجھے ایک وارث بخش دے جو میرا بھی وارث ہو اور خاندان یعقوب کا، پھر جب حضرت زکریا حجرہ کے اندر نماز میں مشغول تھے تو فرشتوں نے ان کو آواز دی: اے زکریا! اللہ تجھ کو بچے کی خوش خبری دیتا ہے، جو گواہی دیگا اللہ کے کلمہ یعنی عیسی کی ، اور صاحب مرتبہ ہوگا اور عورت کے پاس تک نہ جائیگا، نبی ہوگا اور نیکوں کاروں میں سے ہوگا۔

(سورۃ ۱۹ آیت ۳)

سبق: (۱) انسان کتنے ہی بڑے مرتبہ پر فائز ہو جائے مگر وہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے

(۲) اتنے بڑے بڑے انبیاء مقصود اللہ تعالی سے مانگ رہے ہیں تو ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم اللہ ہی سے مانگے

(۳) اللہ کے سوا کسی ولی یا نبی سے مقصود مانگنا شرک ہے، مثلا اولاد یہ مقصود ہے اور دوا یا دعا یہ ذریعہ ہے پس اولاد اللہ کے سوا کسی سے مانگنا شرک ہوگا اسی طرح شفا یہ مقصود ہے اور دوا یا دعا یہ ذریعہ ہے پس شفا اللہ کے سوا کسی سے مانگنا یا ملنے کا عقیدہ شرک ہے، یاد رہے! زندہ سے دعا یا دوا کروائی جاسکتی ہے مگر مردہ سے تو وہ بھی نہیں کیوں کہ اب وہ اس سے عاجز ہے

(۴) اللہ ہی ہے جو اسباب، اور ماحول کا محتاج نہیں، جیسے اللہ تعالی نے مریم کو بے موسم پھل

دیئے اور زکریا کو بڑھاپے میں اولاد دی اس کے لئے اللہ کی ذات سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے
(۵) اللہ کو وہ دعا زیادہ پسند ہے جس میں سوالی اپنی بے بسی اور کمزوری کا اظہار کرے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی حنہ نے یہ منت مان لی تھی کہ جو میرے پیٹ میں ہے اس کی پیدائش پر اسے آزاد کروں گی، وہ بیت المقدس کی خدمت کرے گا، اللہ تعالیٰ نے حنہ کو لڑکی عطا کی جس کا نام مریم رکھا گیا، حنہ پیدائش کے بعد مریم کو بیت المقدس کے خادموں کے پاس لے گئیں اور کہنے لگیں: یہ لو! یہ منت کی ہے، اگر چہ یہ بچی ہے، لیکن میں اب اسے واپس نہیں لے جاؤں گی، بیت المقدس کے ہر خادم کی یہ خواہش ہوئی کہ وہ اس نیک بچی کی پرورش کرے، لیکن بچی کے سگے خالو حضرت زکریا نے کہا: مجھے پرورش کا زیادہ حق ہے، لیکن دوسرے خادموں نے کہا: ایسا نہیں ہوگا، بلکہ قرعہ ڈالا جائیگا، قرعہ بھی حضرت زکریا کے نام نکلا، حضرت زکریا نے حضرت مریم کی پرورش کی، حضرت مریم اس طرح بیت المقدس میں بڑی ہوئی۔ (سورہ ۳ آیت ۳۵)

ایک مرتبہ جب حضرت مریم کسی وجہ سے تنہائی میں تھیں، تو فرشتہ مکمل آدمی کی شکل میں ان کے پاس آیا، وہ ڈر گئیں اور کہنے لگیں: تمہیں اگر اللہ کا خوف ہے تو تم یہاں سے چلے جاؤ، اس نے جواب دیا : میں کوئی انسان نہیں ہوں، میں فرشتہ ہوں، میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں یہ سن کر آپ بہت حیران ہوئی اور اللہ سے کہا: مجھے کیسے بیٹا ہوگا؟ مجھے کسی نے چھوا نہیں ہے یعنی شادی نہیں کی اور نہ میں بدکار ہوں، فرشتے کے ذریعہ اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ بغیر باپ کے بھی اولاد دے سکتا ہے، پھر فرشتہ نے اللہ کے حکم سے ان کے گریبان میں پھونک ماردی اور ان کو اللہ کی مرضی سے حمل ٹھہر گیا، تو وہ اور پریشان ہوئی، پھر جب آپ کو بچے کی پیدائش کا درد شروع ہوا تو ایک درخت کے نیچے آکر بیٹھ گئی، اور بے حد پریشان ہوئی، اللہ کی طرف سے انہیں سمجھایا گیا کہ پریشان نہ ہو، آپ کے رب نے آپ کے قدموں کے نیچے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اور جس درخت

کے نیچے آپ بیٹھی ہیں اسے ہلائے، اس سے تازی اور پکی کھجوریں گریں گی، پس دونوں کھائے پیئے
اور اپنے آپ کو سکون پہنچائے

حضرت مریم نے اس کے بعد بچہ جنا تو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اگر کوئی آپ سے ملے تو اس سے بات کرنے کی بجائے بس اتنا کہہ دے کہ میں نے آج اللہ کے لئے کسی سے بات نہ کرنے کی منت مان لی ہے، اور عیسی کی طرف اشارہ کر دینا، حضرت مریم نے ایسا ہی کیا، کسی سے بات کرنے کی بجائے حضرت عیسی کی طرف اشارہ کر دیا، اس پر لوگ زیادہ بھڑک گئے اور کہنے لگے: بھلا گود کے بچے سے کیسے بات کی جاسکتی ہے؟ فوراً حضرت عیسی بول پڑے: میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ تعالی نے مجھے کتاب دی ہے، مجھے نبی بنایا ہے، میں جہاں بھی رہوں وہاں کے لئے مجھے خیر و برکت کا ذریعہ بنایا ہے، پوری زندگی نماز و زکات ادا کرنے کا حکم دیا ہے، مجھے اپنی والدہ کا فرماں بردار بنایا ہے، اور میری پیدائش سے لیکر مرنے تک اور مرنے سے لیکر دوبارہ زندہ کئے جانے تک مجھ پر اللہ کی سلامتی ہی سلامتی ہے، قوم نے جب ایک گود کے بچہ کی زبانی حکیمانہ کلام سنا تو یقین کر لیا کہ مریم کا دامن بالکل پاک ہے ، اور اس بچہ کی پیدائش من جانب اللہ ہے، (سورۃ ۱۹ آیت ۱۷)

سبق (۱) اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر کے اس وقت کے علم طب یعنی MEDICAL SCIENCE اور علم الطبیعات یعنی PHYSICS کے ماہرین کو چیلینج کر رہے تھے کہ اگر تمہارے فنون میں اتنی صلاحیت ہو تو بغیر باپ کے بچہ پیدا کر کے دکھائے

(۲) بعض مرتبہ انسان کسی مقصد کے تحت لڑکے کی تمنا رکھتا ہے، مگر اللہ لڑکی دیتا ہے، اس کے پیچھے کئی حکمتیں چھپی ہوتی ہیں، جیسے حضرت عیسی کی نانی نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے لڑکے کی تمنا کی تھی مگر اللہ نے لڑکی دیکر بتلا دیا کہ میری حکمتوں کو کوئی نہیں جان سکتا ہے

(۳) حمل کے دوران عورت کے لئے کھجور اور پانی مفید ہے

(۴) نیک عورت کو سب سے زیادہ پریشان کرنے والی چیز بے حیائی کا طعنہ ہے، جیسے حضرت

مریم کو سب سے زیادہ اسی نے پریشان کیا کہ لوگ مجھے بدکار کہیں گے

(۵) کسی پر الزام لگانے سے پہلے بہت تحقیق کر لینی چاہئے جیسے قوم نے بغیر تحقیق کے حضرت مریم پر الزام لگایا

(۶) جو سچا ہوتا ہے اس کی براءت کا انتظام اللہ تعالی کہیں سے بھی کر لیتا ہے

حضرت عیسی علیہ السلام اور آپ کا مشن

حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ میں علم طب اور علم الطبیعات کا بہت چرچا تھا، بڑے بڑے طبیب اپنے کمالات کا مظاہرہ کر رہے تھے، مگر گمراہیوں میں مبتلا تھے، ایسے وقت میں اللہ تعالی نے حضرت عیسی کو چند ایسے معجزات عطا فرمائے جو اس زمانہ کے ماہرین اور ان کے ماننے والوں پر اثر انداز ہوں، مثلا اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کرنا، پیدائشی نابینا اور جذامی کو اچھا کر دینا اور مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارنا جس سے وہ زندہ ہو جاتا۔

حضرت عیسی علیہ السلام یہ معجزات لیکر نبی اسرائیل کے پاس پہنچے جن میں ہر قسم کی بیماری موجود تھی، مگر ان کے عیاشوں اور مالداروں نے کہا: یہ معجزات نہیں بلکہ کھلا جادو ہے، اور حضرت کے دشمن ہو گئے، دشمنی کی تین وجوہات تھیں، ایک: چونکہ حضرت نے شادی نہیں کی تھی اور نہ گھر بنایا تھا، شہر شہر اور گاؤں گاؤں اللہ کا پیغام سناتے، جس جانب سے آپ کا گزر ہوتا وہاں کے لوگ والہانہ محبت کے ساتھ آپ پر نثار ہو جاتے، یہود کو اس کی وجہ سے حسد ہو گیا، دوسری: حضرت کی تعلیمات کی وجہ سے یہود کے عیاشوں کی عیاشیوں پر ضرب لگ رہی تھی، تیسری: یہود اپنی مذہبی کتابوں میں پیشن گوئی کے مطابق دو شخصیتوں (مسیح ہدایت اور مسیح ضلالت) کے منتظر تھے، پس انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو مسیح ضلالت سمجھا۔

یہود کے عیاشوں اور مالداروں نے حضرت کو سولی پر چڑھانے کے لئے اس وقت کے بادشاہ پیلاطیس سے اجازت حاصل کر لی یہ کہہ کر کہ اگر عیسی کو سولی نہ دی گئی تو یہ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ

حکومت کے لئے بھی خطرہ بن جائے گا، غرض اب وہ اس وقت کا انتظار کرنے لگے جس وقت میں عیسی تنہا ہوتا کہ عوام میں ہیجان نہ ہو، دوسری جانب جب حضرت عیسی علیہ السلام نے یہود کی اس سازش کو محسوس کیا تو ایک جگہ اپنے حواریوں کو جمع کیا اور ان سے سوال کیا کہ تم میں سے کون ہیں جو اس کفر وعناد کے سیلاب کے سامنے سینہ سپر ہو کر اللہ کے دین کا مددگار بنیں؟ سب نے جوش ایمانی کے ساتھ جواب دیا: ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار،

آخر وہ وقت آپہنچا کہ یہود کے عیاشوں اور مالداروں نے حضرت عیسی کا ایک بند مکان میں محاصرہ کرلیا، ایسے نازک وقت میں اللہ کی طرف سے وحی آئی، اے عیسی! تجھ کو دشمن وقت سے پہلے قتل نہیں کرسکیں گے، بلکہ میں ہی وقت پر موت دوں گا اور ابھی تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا، اور ان کافروں سے ہر طرح تجھ کو پاک رکھوں گا اور تیرے ماننے والوں کو ان کافروں پر ہمیشہ غالب رکھوں گا یعنی یہود کے مقابلہ میں قیامت تک عیسائی اور مسلمان غالب رہیں گے،

پس جب یہ منکرین گرفتاری کے لئے اندر گھسے تو وہاں عیسی علیہ السلام کو نہ پایا، یہ دیکھا تو سخت حیران ہوئے اور کسی طرح اندازہ نہ لگا سکے کہ صورت حال کیا پیش آئی، لہذا انہوں نے کسی کو قتل کر کے یہ مشہور کردیا کہ ہم نے مسیح کو قتل کردیا، قرآن نے ان کی تردید میں فرمایا: انہوں نے نہ عیسی کو قتل کیا نہ سولی دی لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا، بلکہ اللہ نے عیسی کو اپنی طرف اٹھالیا، اور قیامت سے پہلے نازل ہوں گے تاکہ مسیح ضلالت اور مسیح ہدایت کے درمیان فرق واضح ہوجائے، جو جس کو قتل کرے گا وہ مسیح ہدایت ہوگا، پس عیسی مسیح ضلالت یعنی دجال کو قتل کریں گے، تب یہود اور نصاری حضرت کے زندہ اٹھائے جانے پر یقین کریں گے۔

(سورۃ ۶۱ آیت ۱۴) (سورۃ ۴ آیت ۱۵۷) (سورۃ ۳ آیت ۵۵)

سبق: (۱) بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ضرور وہ وقت آنے والا ہے کہ تم میں عیسی بن

مریم حاکم وعادل بن کر اتریں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، اور خنزیر کو قتل کریں گے یعنی موجودہ عیسائیت کو مٹائیں گے، اور جزیہ اٹھا دیں گے یعنی اسلام کے سوا کچھ بھی قبول نہیں کریں گے

(۲) بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا ہوگا جب تم میں عیسی بن مریم اتریں گے اور اس حالت میں اتریں گے کہ تم ہی میں سے ایک شخص تمہاری امامت کر رہا ہوگا یعنی حضرت مہدی فجر کی نماز کے لئے آگے بڑھ چکے ہوگے

(۳) ترمذی میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ توریت میں مذکور ہے کہ عیسی بن مریم محمد ﷺ کے ساتھ ان کے پہلو میں دفن ہوں گے

(۴) صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیسی زمین پر اتر کر چالیس سال قیام کریں گے

(۵) نیک لوگوں کی اچھی باتیں ان لوگوں کو پسند نہیں آتی جو نفس وشیطان کے غلام بن چکے ہوتے ہیں جیسے یہود

(٦) حضرت عیسی کے ساتھی یعنی حوارین بیشتر غریب اور مزدور طبقہ میں سے تھے، ہمیشہ سچائی قبول کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں

(۷) حوارین نے آخری سانس تک حضرت عیسی کو ساتھ دیا، اس لئے عیسائی حضرت عیسی کے بعد سب سے افضل ان کو مانتے ہیں، مگر روافض ان سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وہ محمد ﷺ کے صحابہ کو سب سے بدتر سمجھتے ہیں

(۸) اللہ کا فیصلہ ہے کہ یہود کبھی غالب نہ آئیں گے، ہاں اگر کسی قوم میں یہود جیسی بیماریاں پیدا ہو جائے گی تو اللہ تعالی یہود جیسی ذلیل قوم کو اس پر مسلط کریگا، جیسے آج کیا ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے یہود کی بیماریاں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے یہود کی اعتقادی اور عملی گمراہیاں اگرچہ بے شمار تھیں، تاہم چند اہم بنیادی گمراہیاں جن کی اصلاح کے لئے حضرت عیسیٰ نے بہت زیادہ محنت کی وہ یہ ہیں

(۱) یہود کی ایک جماعت کہتی تھی: انسان کے نیک اور برے اعمال کی سزا اسی دنیا میں مل جاتی ہے باقی قیامت اور آخرت سب غلط باتیں ہیں

(۲) ایک جماعت وہ تھی جو بستیوں سے الگ خانقاہوں اور جھونپڑیوں میں رہنا پسند کرتی تھی مگر ظاہری صوفی بن کر حیا کی تمام حدوں کو پار کرگئی تھی یعنی زنا، شراب نوشی وغیرہ

(۳) دینی خدمات کو تجارتی کاروبار بنالیا تھا، یعنی جب تک ہر خدمت پر نذرانہ اور تحفہ نہ لیتی قدم نہ اٹھاتی

(۴) ایک جماعت وہ تھی جس نے عوام میں یہ عقیدہ پیدا کردیا تھا کہ دین میں تبدیلی کا حق اس جماعت کو حاصل ہے یعنی وہ جس حرام کو حلال کردے وہ حلال ہوجائیگی

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے

سبق (۱) دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے

(۲) اپنے ظاہر سے لوگوں کو دھوکہ نہیں دینا چاہیۓ ، بلکہ ظاہر کی طرح باطن بھی پاک رکھنا چاہیۓ

(۳) کسی بھی حلال کو نہ عقیدۃً نہ عملاً حرام کرنا چاہیے

(۴) کسی نبی اور رسول کو بھی دین میں ترمیم وتردید کا حق حاصل نہیں چہ جائیکہ کسی امام کو ہو

عیسیٰ بن مریم کے بارے میں دو جماعتیں

حضرت عیسی کے بارے میں ایک فرقہ یہود کا تھا، جن کا عقیدہ تھا کہ عیسی جھوٹا، اور گمراہ ہے پس اللہ تعالی نے ان کی تردید میں حضرت عیسی علیہ السلام کا مقام اس طرح بیان کیا: مسیح نہیں ہے مگر ایسا بندہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے مثال بنایا۔ پھر اللہ نے فرمایا: بلاشبہ مسیح نشان ہے قیامت کے لئے۔ (سورہ ۴۳ آیت ۵۹)

اور دوسرا فرقہ عیسائیوں کا تھا جن کا عقیدہ تین حصوں میں تقسیم تھا، ایک فرقہ کہتا تھا کہ مسیح عین خدا ہے اور خدا بشکل مسیح دنیا میں اتر آیا ہے، اور دوسرا فرقہ کہتا تھا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، اور تیسرا فرقہ کہتا تھا کہ مسیح تین میں کا تیسرا ہے یعنی خدا تین ہیں، ایک: اللہ، دوسرا: عیسی، تیسرا: روح القدس۔ اللہ تعالی نے ان تمام کی تردید میں حضرت عیسی کی زبانی کہلوایا: میں اللہ کا بندہ ہوں یعنی میں اللہ نہیں ہوں، اللہ کا بیٹا نہیں ہوں اور تین میں کا تیسرا نہیں ہوں۔ (سورۃ ۴۳ آیت ۶۴)

سبق: (۱) کسی نیک شخصیت سے محبت میں اتنا آگے نہیں بڑھنا چاہئے کہ اسے خدا کے درجے تک پہنچادے، اور نہ اس سے نفرت کرنا چاہئے

(۲) عیسائیوں سے پہلا سوال: جب عیسی علیہ السلام تین میں کا تیسرا ہے یعنی تین خدا ہیں تو تم موحّد کیسے رہیں؟

دوسرا سوال: اگر عیسی اللہ کا بیٹا ہے اور تمہارے عقیدہ کے مطابق اس کو سولی دی گئی تو اللہ نے اپنے بیٹے کو سولی کیوں دی، کیا بغیر سولی دئے معاف نہیں کرسکتا تھا؟

تیسرا سوال: اگر عیسی خود اللہ ہے، تو اللہ سولی پر کیوں چڑھا؟ کیا وہ عاجز تھا؟

اصحاب کہف اور ان کا فولادی ایمان

اصحاب کہف کا قصہ قرآن مجید میں پندرہویں پارے کی سورہ کہف میں بیان کیا گیا ہے جس

کا خلاصہ اس طرح ہے کہ یہ سات نوجوان تھے (ابن کثیر) یہ جس قوم میں رہتے تھے اس کا بادشاہ خود بھی بت پرست تھا اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرتا تھا، ایک دن کا واقعہ ہے کہ یہ لوگ اپنے قومی میلے میں گئے، جس میں بت پرستی ہورہی تھی، لہذا کھلم کھلا بت پرستی کے کاموں سے بیزار ہو کر یہ نوجوان ایک ایک کر کے وہاں سے الگ ہو گئے، اور اللہ کا کرنا کہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے، پھر ایک دوسرے سے الگ ہونے کی وجہ سے معلوم کرنے لگے، جب ایک نے ہمت کر کے یہ وجہ بتلائی کہ بھائی یہ بت پرستی کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے، تو سب نے کہا: ہمارے الگ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے،

پھر وہ الگ تھلگ عبادت کرنے لگے، رفتہ رفتہ بادشاہ کو ان کے عقیدے کا علم ہو گیا، اس نے انہیں اپنے پاس بلوا کر ان سے جواب طلب کیا، تو نوجوان نے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر پوری قوت کے ساتھ کہا: ہاں ہم بت پرستی سے بیزار ہیں اور ایک ہی رب کی عبادت کرتے ہیں، جو آسمان وزمین کا رب ہے، اور ہماری قوم گمراہ ہے، بت پرستی کر کے اللہ کے خلاف جھوٹا الزام لگا رہی ہے، بادشاہ نے ان کی بات قبول کرنے کی بجائے دھمکی دی، مگر افسر کے بیٹے ہونے کی وجہ سے کچھ دنوں کی مہلت دی۔

نوجوان نے الگ ہو کر یہ فیصلہ کر لیا کہ ہمیں اپنے ایمان کو بچانے کے لئے شہر سے نکل کر، ساری راحتوں کو چھوڑ کر کسی غار میں پناہ لینی چاہئے، پھر اللہ سے دعا کی، اے پروردگار! تو ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، اور ہماری زندگی کی ضروریات مہیا فرما، پس اللہ تعالی نے انہیں ایسے غار میں پہنچایا جس کے کشادہ ہونے کے باوجود گرمی کی شدت وہاں تک نہیں پہنچی تھی اور اس غار میں اللہ تعالی نے انہیں آرام کی نیند سلا دیا، دیکھنے والا انہیں جگا ہوا سمجھتا جبکہ وہ سو رہے تھے، اور کروٹیں بدل رہے تھے، اور ان کا کتا چوکھٹ پے ہاتھ بچھائے بیٹھا تھا، اس طرح اللہ نے ان کی حفاظت کا سامان مہیا فرمایا،

جب اللہ تعالی نے تین سو نو سال تک سلانے کے بعد جگایا تو ان میں سے ایک نے پوچھا: ہم

کتنے دنوں تک اس غار میں رہے؟ انہوں نے کہا: ایک یا آدھا دن، پھر کہا: اللہ ہی کو صحیح معلوم ہے کہ کتنے سالوں رہے، پھر انہوں نے مشورہ کر کے ایک کو شہر میں کھانا خریدنے کے لئے بھیجا اور کہا: بھائی! دو چیزوں کا خیال رکھنا، ایک: حلال کھانا خریدنا، دوسرا: لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ تم غار سے آئے ہو، ورنہ وہ ہمیں سنگسار کردیں گے یا پھر اپنے مذہب میں واپس لے جائیں گے، پس جب اس نوجوان نے کھانا خریدنے کے لئے دوکاندار کو پیسے دئے تو دوکاندار تین سوسال پرانا سکہ دیکھ کر پریشان ہوا، اور بادشاہ تک بات پہنچ گئی، پھر یہ نوجوان واپس لوٹا اور اللہ تعالی نے سب کو موت دیدی، سارے لوگ اس غار کے قریب جمع ہوئے مگر مردہ پاکر مشورہ کرنے لگے کہ ان کی یادگار کے طور پر کیا بنایا جائے؟ کسی نے کہا: عمارت بنائی جائے، اور کچھ لوگوں نے کہا: مسجد بنائی جائے، لیکن مسجد کی رائے دینے والے غالب آئیں اور مسجد بنائی گئی۔ (سورہ کہف پارہ ۱۵)

سبق (۱) قیامت کے فتنوں میں ایک فتنہ سلب ایمان کا فتنہ ہے یعنی ظالم بادشاہ دھمکا کر ایمان چھیننا چاہیں گے لہذا سورہ کہف میں بیان کردہ نوجوانوں کے قصہ کو پڑھ کر اپنے اندر بھی فولادی ایمان بنانا

(۲) پریشانی کے وقت اللہ ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، جس طرح نوجوان نے اللہ تعالی سے رحمت اور ضروریات زندگی کو مانگا تو اللہ تعالی نے نیند عطا کی اور ایسے غار میں سلایا جس میں گرمی کا نام ونشان نہ تھا

(۳) دعوت حق کو قبول کرنے والے عام طور نئے خون والے جوان ہوا کرتے ہیں، قوم کے بڑے، بوڑھے اپنے پرانے راستے سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، یعنی انقلاب تو جوانوں سے آتا ہے

(۴) برے ماحول کو چھوڑے بغیر کبھی برائی سے بچا نہیں جاسکتا ہے، جیسے نوجوانوں نے بت پرستی کے ماحول کو چھوڑا

(۵) اگر طاقت ہو تو برے ماحول کو مٹانے کی کوشش کرنا چاہئے ورنہ اپنے ایمان کو بچانے کے مقصد سے الگ ہو جانا چاہئے

(۶) اچھی صحبت جب کتے کو نفع پہنچا سکتی ہے تو انسان کو بہت زیادہ نفع پہنچائیگی

(۷) جس طرح اللہ اصحاب کہف کو لمبی مدت سلانے کے بعد جگا سکتا ہے اسی طرح اللہ تعالی تمام انسانوں کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتا ہے

(۸) جس چیز میں دینی اور دنیوی فائدہ نہ ہو اس میں نہیں پڑنا چاہئے جیسے اصحاب کہف کتنے تھے؟ کتنی مدت غار میں رہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد مؤمن تھے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ

(۹) میت کو ثواب پہنچانے کے لئے ایسے کام کرنا چاہئے جو اس کے لئے صدقہ جاریہ بنے، نہ کہ قبروں پر عمارتیں وغیرہ

مال کو ذاتی سمجھنے کا فتنہ

قیامت سے پہلے پیش آنے والے بڑے فتنوں میں سے ایک فتنہ مال کو ذاتی جاگیر سمجھنا ہے، اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالی نے سورۂ کہف میں دو دوستوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک زمانے میں دو دوست تھے، ان میں سے ایک کے پاس دو بہت ہی ہرے بھرے اور پھلوں والے باغات تھے، اس نے اپنے غریب دوست سے کہا: میں تم سے زیادہ مالدار ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ نہ یہ سب کبھی ختم ہوگا اور نہ کبھی قیامت آئے گی، اور اگر قیامت آئی بھی جیسا کہ تیرا گمان ہے تو مجھے اس سے اور زیادہ ہی ملے گا

غریب دوست نے سمجھایا کہ اس طرح نہیں کہنا چاہئے، بلکہ اس کو اللہ کا دیا ہوا سمجھ کر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے، ایسا ہو سکتا ہے کہ کل میرا پروردگار مجھے تمہارے اس باغ سے بھی بہتر باغ دیدے اور تمہارے باغ پر آسمان سے کوئی ایسی چیز بھیج دے کہ وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے، یا پھر بربادی کی کوئی اور صورت نکل آئے، مثلا اس کی نہر کا پانی بالکل نیچے اتر جائے اور تم کسی طرح بھی اس تک نہ پہنچ

سکو، اور پھر ایسا ہی ہوا کہ اس کی دولت بربادی کے گھیرے میں آ گئی وہ ہاتھ ملتے رہ گیا، اور کہنے لگا: اے کاش! میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا، اللہ فرماتا ہے: دیکھو! کوئی اس کی مدد نہ کرسکا اور نہ خود اس نے یہ طاقت پائی کہ بربادی سے بچ سکتا، پس یقین رکھو! کہ سارا اختیار اللہ ہی کے لئے ہے۔(سورہ کہف پارہ ۱۵)

سبق: (۱) مال ودولت اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے کسی کی جاگیر نہیں ہے پس انسان اسے اللہ کی عطاء سمجھے

(۲) دنیوی نعمتیں فانی ہیں پس عقلمند وہ ہے جو ان پر گھمنڈ نہ کرے

(۳) حقیقی عزت اللہ پر ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے سے بنتی ہے، دولت سے حقیقی عزت حاصل نہیں ہوتی،

(۴) عقلمند وہ ہے جو انجام سے پہلے انجام کی حقیقت کو سوچ لے، اور بیوقوف وہ ہے جو برے انجام کو دیکھنے کے بعد حسرت کا اظہار کرے

اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا فتنہ

بعض قریش کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ان چھوٹے اور گھٹیا لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھادو تاکہ ہم آپ کے پاس بیٹھیں، اللہ تعالی نے سورہ کہف میں حضرت موسی اور خضر کا واقعہ بیان کرکے اس فتنہ کی طرف اشارہ کیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ کوئی خاندان اور ذات کی بنا پر ہمارے نزدیک چھوٹا اور بڑا نہیں ہے بلکہ انسان ہونے میں سب برابر ہے، ہاں جو اپنے آپ کو ہمارے سامنے جھکا دے وہ بڑا ہوگا، جیسے موسی علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو فورا ہمارے حکم کی تعمیل میں اپنے آپ کو گرادیا، شیطان اور قریش کے سرداروں کی طرح گھمنڈ نہیں کیا

واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی قوم میں بیان کیا، اخیر میں کسی نے پوچھا کہ کیا روئے زمین پر آپ سے زیادہ کسی کے پاس علم ہے؟ حضرت نے اپنے علم کے

مطابق صحیح فرمایا کہ نہیں لیکن چونکہ یہ جواب پیغمبری شان کے خلاف تھا، اور اس میں بڑائی کی بو آ رہی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! تم سے زیادہ علم رکھنے والا میرا ایک بندہ ہے جو دو سمندروں کے ملنے کی جگہ رہتا ہے

حضرت موسیٰ نے عرض کیا، اے پروردگار! تیرے اس بندے تک پہنچنے کا کیا طریقہ؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مچھلی کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو پس جس مقام پر وہ مچھلی گم ہو جائے اسی جگہ وہ شخص ملے گا، حضرت نے مچھلی کو توشہ دان میں رکھا اور اپنے خادم یوشع بن نون کو ساتھ لیکر روانہ ہو گئے، جب چلتے چلتے ایک مقام پر پہنچے تو ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے، مچھلی میں زندگی پیدا ہوئی اور زنبیل سے نکل کر سمندر میں چلی گئی، یہ واقعہ حضرت یوشع نے دیکھ لیا تھا، مگر جب حضرت موسیٰ بیدار ہوئے تو ان سے ذکر کرنا بھول گئے، پھر دونوں نے سفر شروع کر دیا، پھر جب بھوک کا احساس ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مچھلی لاؤ، یوشع نے کہا: مچھلی تو پہلے ہی اسی جگہ نکل چکی تھی جہاں آپ آرام کر رہے تھے، لیکن شیطان نے میرے ذہن سے وہ بات نکال دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ارے بھائی اسی جگہ تو جانا تھا، یہ کہہ کر دونوں پھر اسی راہ پر لوٹے اور پتھر کی چٹان تک جا پہنچے۔

حضرت خضر سے ملاقات کی، اور ملاقات کی غرض بیان کی کہ جو علم اللہ کی طرف سے آپ کو ملا ہے آپ مجھے بھی سکھا دیں، اور کیا میں اس غرض سے آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں؟ حضرت خضر نے فرمایا: بہت سے کام میں ایسے کروں گا جن کی حکمتیں آپ کو معلوم نہیں ہوں گی اور آپ انہیں برداشت نہیں کر پائیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں برداشت کر لوں گا، حضرت خضر نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو مجھ سے کسی کام کی وجہ اس وقت معلوم نہ کرنا جب تک کہ میں خود ہی آپ کو نہ بتا دوں،

پھر دونوں ایک کشتی پر سوار ہو گئے، آگے جا کر حضرت خضر نے کشتی کے ایک تختے کو اکھاڑ دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بول پڑے: آپ نے یہ کر کے سب کو ڈوبانے کا کام کیا، حضرت خضر نے وعدہ یاد دلایا تو کہنے لگے اچھا آئندہ ایسا نہیں ہوگا، پھر جب کشتی سے اترے تو حضرت خضر نے ایک

خوبصورت معصوم بچے کو قتل کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر نہیں رہا گیا اور فرمایا: آپ نے ایک معصوم بچے کو ناحق قتل کر دیا، حضرت خضر نے پھر وعدہ یاد دلایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ابھی معاف کر دیا جائے آئندہ غلطی ہو تو مجھے اپنے ساتھ نہ لینا۔ لیکن پھر یہ ہوا کہ ایک گاؤں سے ان کا گذر ہوا، اس وقت کے رواج کے مطابق ان دونوں بزرگوں نے کھانا مانگا لیکن انہوں نے کھانا نہ دیا، پھر بھی حضرت خضر نے اس گاؤں کے ایک گھر کی گرتی دیوار کو سیدھا کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر خاموش نہیں رہا گیا اور بول پڑے: ان لوگوں نے تو ہمیں کھانا تک دینے سے انکار کر دیا اور آپ نے دیوار سیدھی کر دی، ٹھیک ہے سیدھی کر دی لیکن اجرت تو لے ہی سکتے تھے، حضرت خضر نے کہا: اب ہم ایک ساتھ نہیں جا سکتے

اور میں نے جو کام جس مقصد سے کیا وہ سن لیجئے؟ جس کشتی کو میں نے عیب دار بنایا اس کی وجہ یہ تھی وہ کشتی جس بادشاہ کے علاقے سے گذرنے والی تھی وہ بادشاہ ہر اچھی کشتی کو چھین لیتا تھا اگر یہ کشتی بھی اس کے سامنے سے صحیح سالم گذرتی تو بادشاہ اسے بھی چھین لیتا اور کشتی والوں کی روزی روٹی بند ہو جاتی، اسی طرح جس بچے کو میں نے قتل کیا اس کے ماں باپ ایمان والے تھے اور اس بچے کے بارے میں ڈر تھا کہ یہ بڑا ہو کر ماں باپ کے ایمان کے لئے خطرہ بنے گا، پس اس کو قتل کر دیا، اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوسری نیک اولاد دیگا، اور جس دیوار کو میں نے سیدھا کیا وہ دو یتیم بچوں کی تھی، اس کے نیچے ان دونوں کے خزانے تھے، اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ وہ دونوں بڑے ہو کر اس خزانے سے اللہ کی رحمت کے طور پر فائدہ اٹھائیں، اور میں نے یہ سب کچھ خود نہیں کیا بلکہ اللہ کے حکم سے کیا۔

(قرآن مجید میں یہ واقعہ سورہ کہف پارہ ۱۵ میں ہے)

سبق: (۱) تکبر انسان کو اللہ کی نظر سے گرا دیتا ہے

(۲) نیک بندے وہ ہیں جو عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور اگر کسی لغزش کی بنا پر کچھ کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی کر دیتے ہیں اور اپنے آپ کو گرا دیتے ہیں، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

اپنے آپ کو بالکل گرا دیا یہ نہیں دیکھا کہ سامنے والا مجھ سے بڑا ہے یا چھوٹا۔

(۳) رہبر مقامی ہونا چاہئے جیسے اللہ نے سمندر کے سفر میں مچھلی کو رہبر بنایا

(۴) استاد اور شاگرد کے درمیان بعض شرائط پر تعلیم وتعلم کا انتظام کرنا درست ہے

(۵) کبھی اللہ تعالی چھوٹی پریشانی دیکر بڑی پریشانی سے بچاتا ہے جیسے کشتی کے ایک طرف کے تختے کو توڑوا کر پوری کشتی کو بچالیا

(۶) اللہ کی نظر میں ایمان اتنی اہم چیز ہے کہ اس کے مقابلے میں خطرات کو بھی پسند نہیں کرتا، جیسے بچہ والدین کے ایمان کے لئے خطرہ تھا تو خطرہ کو پسند نہیں فرمایا

(۷) نیک شخص کی اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے جیسے خضر نے نیک شخص کی اولاد کی دیوار کو سیدھا کیا

(۸) حلال مال کبھی ضائع نہیں ہوتا

(۹) دین کی خدمت کسی دینوی غرض سے نہیں کرنا چاہئے جیسے حضرت خضر نے گاؤں والوں کے کھانا نہ دینے کے باوجود دیوار سیدھی کی

(۱۰) اللہ کی حکمتوں سے ہر بندہ واقف ہو ایسا ضروری نہیں ہے، دیکھئے! موسی علیہ السلام اللہ کی حکمتوں سے واقف نہیں تھے

حضرت ذوالقرنین اور صلاحیت کا صحیح استعمال

یہودی علماء نے مشرکین سے کہا تھا کہ محمد سے تین سوالات کیجئے، اگر وہ نبی ہوگا تو صحیح جواب دے سکے گا ان میں سے دوسرا سوال یہ تھا کہ اس شخص کا حال بتائیں جس نے مشرق سے مغرب تک پوری دنیا کا سفر کیا تھا، لہذا اللہ تعالی نے حضرت ذوالقرنین کا واقعہ بیان فرمایا تاکہ ایک طرف آپ کا نبی ہونا ثابت ہوجائے اور دوسری طرف قیامت تک آنے والے طاقتور باصلاحیت افراد اپنی صلاحیت کا استعمال صحیح کریں اسے اپنا ذاتی کمال نہ سمجھیں

حضرت ذوالقرنین نے کل تین سفر کئے ہیں، پہلا سفر مغرب (ویسٹ) کی جانب تھا، مغرب میں دنیا کی جو آخری آبادی تھی، ذوالقرنین وہاں تک پہنچے، وہ ایسی جگہ تھی کہ اس کے بعد کوئی آبادی نہیں تھی، اور حد نظر تک سمندر پھیلا ہوا تھا، اور سمندر کی شکل بھی ایک کالے رنگ کی دلدل جیسی تھی، اور شام کے وقت جب سورج ڈوبتا تو دیکھنے والے کو ایسا لگتا تھا جیسے وہ دلدل نما چشمے میں ڈوب رہا ہے، اس علاقے میں کافر لوگ رہتے تھے حضرت ذوالقرنین نے اللہ کی دی ہوئی صلاحیت کا استعمال اس طرح کیا کہ ان کو اللہ کی طرف بلایا، پس جن لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور جن لوگوں نے دعوت قبول نہ کی ان کو سزا دی

حضرت کا دوسرا سفر مشرق (ایسٹ) کی جانب تھا، مشرق میں دنیا کی جو آخری آبادی تھی، حضرت وہاں تک پہنچے، اس جگہ کچھ غیر متمدن لوگ رہتے تھے، ان میں مکان بنانے اور چھتیں ڈالنے کا دستور نہیں تھا، سب کھلے میدان میں رہتے تھے حضرت نے ان کے رہنے سہنے کا انتظام فرمایا، گویا روٹی، کپڑا اور مکان کا انتظام کیا

حضرت کا تیسرا سفر شمال (ساؤتھ) کی جانب تھا، یہاں کے لوگوں کی زبان مختلف تھی، علاقے کے لوگوں نے حضرت سے یاجوج ماجوج کی شکایت کی، (یاد رہے! یاجوج ماجوج دو وحشی قبیلے تھے یعنی انسان تھے مگر جانوروں جیسے اوصاف تھے، وہ پہاڑوں کے درمیان سے اس علاقے میں آکر قتل وغارت گری کا بازار گرم کر دیتے تھے، علاقے کے لوگ ان سے پریشان تھے) اور حضرت سے درخواست کی کہ پہاڑوں کے درمیان جو خالی جگہ ہے اسے ایک دیوار بنا کر بند کر دیں، ہم آپ کی مالی مدد بھی کریں گے، حضرت نے فرمایا: مجھے تمہاری مالی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے البتہ افرادی طاقت سے میری مدد کرو، حضرت نے لوہے کی بڑی بڑی پلیٹوں سے خالی جگہ کو بند کر دیا، پھر ان لوہے کی پلیٹوں کو آگ سے گرم کر کے ان پر پگھلا ہوا تانبہ ڈالا، اس طرح یہ دیوار مضبوط ہوگئی

حضرت نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے بعد دو اعلان کئے، ایک: یہ سارا کارنامہ میرے

قوت بازو کا کرشمہ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالی کی رحمت سے مجھے اس کی توفیق ہوئی ہے۔ دوسرا: اگر چہ اس وقت یہ دیوار بہت مضبوط بن گئی ہے، لیکن اللہ تعالی کے لئے اسے توڑنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ جب وہ چاہے گا توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا،

(قرآن مجید میں اس کا ذکر سورہ کہف پارہ ۱۶ میں ہے)

سبق: (۱) حضرت ذوالقرنین نے اللہ تعالی کی دی ہوئی صلاحیت کا استعمال اللہ کو راضی کرنے اور انسانیت کو فائدہ پہنچانے میں کیا، لہذا ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے

(۲) اچھا نظام قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور بدمعاشوں کی سرکوبی کی جائی جیسے حضرت نے پہلے سفر میں کیا

(۳) فسادی کے فساد کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہئے جیسے حضرت نے تیسرے سفر میں کیا

(۴) ہر کمال کو اللہ کی رحمت پر محمول کرنا چاہئے، یعنی اللہ کا دیا ہوا سمجھنا چاہئے، نہ کہ ذاتی

(۵) حضرت ذوالقرنین ہی نے یہودیوں کو بخت نصر جیسے ظالم کی غلامی سے نکالا تھا اس لئے یہودی حضرت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

(۶) اپنے کام کو ہمیشہ ناقص یعنی ادھورا سمجھنا چاہئے، نہ کہ کامل۔ جیسے حضرت نے دیوار بنانے کے بعد کہا: اللہ جب چاہے گا توڑ دیگا

(۷) حضرت ذوالقرنین کو یونانی مؤرخین سائرس کے نام سے جانتے ہیں، اور ان کے انصاف کی خوب تعریف کرتے ہیں

قوم سبا اور اللہ کی ناشکری

قوم سبا یمن کی رہنے والی قوم تھی، اللہ تعالی نے دو بڑی نعمتوں سے نوازا تھا، ایک: پانی کی کثرت کی وجہ سے خوشگوار موسم اور مزے دار پھل، دوسری: سفر کی تکلیفوں سے دور رکھنا

پہلی نعمت کی ناشکری اور سزا:

اللہ تعالی نے ان کی آبادی کے دونوں طرف پہاڑ قائم کئے تھے، جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے، اس پانی کو روکنے کے لئے انہوں نے ایک ڈیم تعمیر کیا تھا، جس کا پانی مارب شہر کے دونوں جانب کے باغوں میں پہنچتا تھا، جس کی وجہ سے یہ علاقہ خوب ہرا بھرا رہا کرتا تھا، پھل اتنے زیادہ ہوتے کہ اگر کوئی خالی ٹوکری لیکر صرف کچھ دیر ان باغوں میں سے گزر جاتا تو اس کی ٹوکری بھر جاتی، ان کے شہروں کے موسم کا عالم یہ تھا کہ ان کے یہاں مچھر، مکھی اور دوسرے زہریلے جانور بھی نہ تھے، اللہ تعالی نے انبیاء کے ذریعے یہ کہلوایا کہ اللہ کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤ، خوب کھاؤ پیو اور اللہ کا شکر ادا کرو، لیکن انہوں نے عیاشی کے ساتھ ساتھ سورج کی پوجا شروع کر دی اور اس صلاحیت کو ذاتی کمال سمجھا، تو اللہ تعالی نے سیلاب بھیجا، بند توڑ یا، ان کی بستیاں، مکانات، باغات اور کھیتیاں سب اجڑ گئے، ایسی تباہی آئی کہ یا تو ان کے یہاں کوئی پھل دار درخت اگتا ہی نہ تھا یا اگر اگتا بھی تو کسی کام کا نہیں، اللہ کے اس عذاب کو قوم سبا کی انجینئری کا فن روک نہ سکا۔

دوسری نعمت کی ناشکری اور سزا:

اللہ تعالی نے ان کی بستیوں کو اس انداز سے بسایا تھا کہ ایک بستی سے دوسری بستی کے سفر میں رات ہو یا دن انہیں کوئی پریشانی پیش نہیں آتی گویا ہر جگہ ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤس کا انتظام تھا، انہوں نے اس نعمت پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کی بجائے بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ کوئی زندگی ہے کہ انسان سفر کے ارادے سے گھر سے نکلے تو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ سفر کی حالت میں ہے یا اپنے گھر میں، سفر میں تو تکلیف ہونی چاہئے تا کہ مردانہ ہمت کے ساتھ اس کو برداشت کرے، تو اللہ تعالی نے یمن سے شام تک ان کی تمام آبادیوں کو ویران کر دیا، اور سبا کا پورا خاندان تتر بتر ہو گیا، کسی نے شام کی راہ لی تو کسی نے عمان کی اور کسی نے عراق کا رخ کیا تو کسی نے حجاز کا،

(قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر سورہ سبا پارہ ۲۲ میں ہے)

سبق: (۱) اللہ کی نعمتوں کو پا کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے

(۲) اللہ کی نعمتوں کو ذاتی کمال نہیں سمجھنا چاہئے

(۳) اللہ سے تکلیف نہیں مانگنا چاہئے، اور اگر ہمارے گناہوں کے سبب آ جائے تو معافی مانگ کر اللہ سے خیر طلب کرنا چاہئے

(۴) اللہ کو بہادری نہیں دکھانا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالی سے شہادت تو مانگی جاسکتی ہے مگر شہادت کے اسباب نہیں، مثلاً کوئی اللہ سے دعا مانگے، اے اللہ! فلاں قوم سے ٹکرانے کی مجھے توفیق دیدے تو اسلامی مزاج کے خلاف ہے، بلکہ صرف اتنا کہہ دے اے اللہ! مجھے شہادت عطا فرما۔

سورہ یسٓ اور اہل حق کا واقعہ

ایک گاؤں میں اللہ کے دو رسول آئے، دونوں کو گاؤں کے لوگوں نے جھٹلا دیا تو ان کی مدد کے لئے اللہ تعالی نے ایک تیسرے رسول کو بھیجا، سب نے اللہ کی طرف بلایا، گاؤں کے لوگ دو رٹ لگاتے رہیں۔ ایک: تم میں اور ہم میں کیا فرق ہے، آپ لوگ تو ہمارے ہی جیسے انسان ہیں، دوسری: آپ لوگ منحوس ہیں، آپ جب سے آئے ہیں ہمارے لئے مسائل کھڑے ہو رہے ہیں، ان حضرات نے فرمایا: نہیں بلکہ ہم اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ تمہارے گناہوں کے نتیجے میں ہی ہو رہا ہے، گاؤں کے لوگوں نے کہا: اگر تم اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے، جیسے ہی یہ بات ایک نیک بندے نے سنی تو شہر کے آخری کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

اے لوگو! تم ان کی بات مان لو کیونکہ یہ تم سے کوئی اجرت بھی نہیں مانگتے یعنی مخلص ہیں اور سچے ہیں۔ (لوگوں نے کہا: تو بھی ان پر ایمان لے آیا؟) اس نیک بندے نے کہا: میں کیوں ایمان نہ لاؤں اس ذات پر جس نے مجھے پیدا کیا یعنی اتنا بڑا انعام کیا اور تمہیں بھی اسی ذات کی طرف لوٹنا ہے، میں اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کیسے کروں؟ کیونکہ اگر اللہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو وہ مجھے بچانہ

سکے، لہذا سنو! میں اپنے اور تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا ہوں

جیسے ہی لوگوں نے سنا تو اتنا مارا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مطابق انتڑیاں نکل آئیں (ابن کثیر) جب نیک بندہ اس حالت میں تھا تو اللہ نے جنت سامنے کردی اور کہا: اس میں داخل ہوجا! نیک بندے نے یہ انعام واکرام دیکھ کر کہا: اے کاش! میری قوم جان لیتی کہ میرے پروردگار نے مجھے معاف فرما کر معزز لوگوں میں شامل کر دیا، اللہ تعالی فرمارہے ہیں: اس گاؤں کے لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے مجھے کسی بڑی فوج یا فرشتوں کی جماعت کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ فرشتہ کی ایک چیخ کے ذریعہ میں نے ان سب کو تباہ کر دیا،

(قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر سورہ یس پارہ ۲۲ میں ہے)

سبق: (۱) اہل باطل کا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے کہ اللہ کا پیغمبر انسان نہیں ہونا چاہئے، مگر یہ بیوقوفی ہے اس لئے کہ جب دنیا میں انسان بس رہے ہیں تو پھر ان کی ہدایت کے لئے بھی پیغمبر انسان ہی ہونا چاہئے، البتہ وہ صفات اور خوبیوں میں عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتا

(۲) ہمیشہ برے لوگ ہی دوسروں کو منحوس ٹھہراتے ہیں، کبھی اپنے اعمال میں غور نہیں کرتے

(۳) حق کا ساتھ دینے والا ہمیشہ امر رہتا ہے جبکہ باطل کا ساتھ دینے والا جیتے جی بھی مرا ہوا ہے

(۴) باطل ہمیشہ دلائل کی جگہ لڑائی پر آمادہ ہوجاتا ہے

(۵) اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق یہ واقعہ ملک شام کے ایک شہر انطاکیہ کا ہے جس کو آج انٹیکیس کہا جاتا ہے

(۶) نیک بندہ حبیب نجار تھا جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا چکا تھا

(۷) سچے لوگ ہمیشہ انسانیت سے کچھ نہیں مانگتے، صرف ان کی بھلائی چاہتے ہیں

آگ میں کود پڑے مگر ایمان نہ چھوڑا

ترمذی شریف میں ہے کہ کسی زمانہ میں ایک بادشاہ ہوا کرتا تھا، جس کے پاس ایک کاہن رہتا تھا، جس سے پوچھ کر یہ بادشاہت کرتا تھا، ایک دن کاہن نے بادشاہ سے کہا: میری عمر اب ختم ہو رہی ہے، لہذا کسی بچہ کو میرے پاس لاؤ کہ میں اپنا علم اسے سکھلا دوں، لیکن جو لڑکا اس کے لئے چنا گیا وہ راستے میں خاموشی سے ایک راہب سے ملنے لگا اور اس وقت کا صحیح دین یعنی عیسائیت سیکھنے لگا

ایک دن کا واقعہ ہے کہ راستہ میں ایک خطرناک چیز تھی جس کی وجہ سے راستہ رکا ہوا تھا اور لوگ بڑے پریشان تھے، جب یہ پہنچا تو ایک پتھر اٹھایا اور کہا: اگر راہب کی بات حق ہے تو اے اللہ! اس خطرناک چیز کو ختم فرما، اس نے یہ کہہ کر پتھر پھینکا تو فوراً وہ مر گیا، اس بات کی بڑی شہرت ہوئی تو بادشاہ نے بچے کے بارے میں یہ حکم دیا کہ پہاڑی کی چوٹی سے گرا کر اسے مار دو، لیکن بچے کی بجائے خود بادشاہ کے لوگ مر جاتے، پھر کشتی میں ڈوب کر مارنے کے لئے بھیجا، وہاں بھی بادشاہ کے لوگ ہی ڈوب کر مر گئے، پھر خود لڑکے نے ہی کہا: میں تمہاری تدبیروں سے مرنے والا نہیں ہوں، اگر مارنا ہی ہے تو مجھے سولی پر چڑھا دو اور یہ پڑھ کر مجھ پر تیر مارو "اس لڑکے کے رب کے نام سے"۔ بادشاہ نے نصیحت حاصل کرنے کی بجائے یہ پڑھ کر تیر چلایا جو اس لڑنے کی کنپٹیوں پر لگا اور وہ اپنے ہاتھوں کو کنپٹیوں پر رکھ کر دنیا سے چل بسا، لیکن اس کے شہید ہوتے ہی ملک کی حالت بدل گئی لوگ بڑی تیزی سے اسلام میں داخل ہو گئے تو اس بادشاہ نے مسلمانوں کو جلانے کے لئے خندقیں کھودوائی ہر ایک نے مرجانا قبول کیا مگر سچے مذہب سے منہ نہ موڑا۔

(قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر سورہ بروج پارہ ۳۰ میں ہے)

سبق: (۱) اصل ایمان وہی ہے جو خطرات میں بھی سالم رہے

(۲) اللہ تعالی کی سچی محبت اگر دل میں راسخ ہو جائے تو باطل کی لاکھ دھمکیاں بھی اسے نہیں نکال سکتی ہیں

(۳) تفسیر حقانی کے مطابق حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں جب اس لڑکے کی لاش برآمد ہوئی تو وہ اپنی کنپٹیوں پر اسی طرح ہاتھ رکھے ہوئے تھا جس طرح لگنے کے بعد اس نے رکھے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ شہید زندہ ہے

(۴) اللہ کے نام سے ہر کام کو کرنا چاہئے، اللہ کے نام میں بڑی طاقت ہے

(۵) اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق یہ واقعہ یمن کا تھا اور بادشاہ کا نام ذونواس تھا

(۶) جن لوگوں کو جلادیا گیا تھا ان کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی

(۷) بعد میں جب قیصر کو پتا چلا تو اس نے حبشہ کے بادشاہ کے ذریعہ ذونواس کو مروادیا بس ظالم کا یہی انجام ہے

سورۂ فیل اور ابرہہ کی تباہی

یمن کے بادشاہ ذونواس کو قتل کر کے حبشہ کے دو کمانڈر (ارباط اور ابرہہ) نے یمن پر قبضہ کرلیا، پھر ابرہہ نے ارباط کو قتل کروا کر یمن پر اکیلا قبضہ جمالیا، پھر اس نے یمن میں ایک بے مثال کنیسہ (چرچ) بنوایا، اس کا مقصد تھا کہ یمن کے لوگ حج کے لئے خانہ کعبہ جانا بند کریں، اور اسی کنیسہ کا طواف کریں، جب اس نے اعلان کروایا کہ اب یمن سے کوئی آدمی خانہ کعبہ نہ جائے تو ایک عربی نے غصہ میں آکر اس کنیسہ میں گندگی کردی

جب ابرہہ کو یہ معلوم ہوا کہ کسی قریشی نے یہ سب کیا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ میں ان کے کعبے کو ضرور ڈھاوں گا، اس نے تیاری شروع کرتے ہوئے نجاشی بادشاہ سے اس کی اجازت مانگی، بادشاہ نے نہ صرف اس کی اجازت دی بلکہ اپنے ہاتھی بھی بھیجے جن میں سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا، ان کی سوچ یہ تھی کہ خانہ کعبہ کے ستونوں میں لوہے کی مضبوط زنجیریں باندھ کر ان زنجیروں کو ہاتھیوں کے گلے میں باندھ کر انہیں ہنکادیا جائے گا تو پورا کا پورا بیت اللہ ایک ہی ساتھ زمین پر گر جائے گا۔

عربوں نے مختلف محاذوں پر اس سے جنگ بھی کی لیکن وہ ابرہہ کے ہاتھوں شکست کھا گئے، پھر حضرت عبدالمطلب کے اونٹوں کے لینے ان کی واپسی اور ان سے گفتگو کے بعد جب ابرہہ نے دوسرے دن صبح کو کعبہ پر حملے کی تیاری شروع کی تو نوفل بن خبیب نے محمود نامی ہاتھی کے کان میں کہا: تم جہاں سے آئے ہو وہیں واپس چلے جاؤ کیوں کہ تم اللہ کے شہر مکہ میں ہو، اب ہاتھی جو بیٹھا تھا وہ لڑائی کے لئے کسی بھی قیمت پر اٹھنے کے لئے تیار نہ ہوا، جب اسے یمن کی طرف چلانا چاہا تو فوراً اٹھ کھڑا ہوگیا، لیکن جب مکہ کی طرف چلانا چاہا اسی وقت بیٹھ گیا، پس ایک طرف جس ہاتھی سے سب سے زیادہ امید تھی اس نے جواب دے دیا، دوسری طرف اللہ تعالی نے دریا کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول بھیجے، ان پرندوں نے اپنی کنکریوں سے جو ابرہہ کے لشکر پر حملہ کیا تو قرآن مجید کہتا ہے: انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنا دیا

سبق (۱) دنیوی طاقت کے گھمنڈ پر اللہ تعالی سے ٹکرانے والے اللہ تعالی کی حقیری مخلوق سے فنا کے گھاٹ اتار دئے جاتے ہیں

(۲) انسان جب نفس کا غلام بن جاتا ہے تو جانور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، بلکہ جانوروں سے بھی رہبری نہیں لیتا، کاش! ابرہہ محمود نامی ہاتھی سے رہبری لیتا

(۳) اللہ تعالی اپنا کام لینے میں کسی کا محتاج نہیں ہے خاص کر انسان کا، اس لئے اگر اللہ تعالی ہم سے کام لے رہا ہے تو بہت بڑا احسان ہے

(۴) اللہ تعالی نے کعبۃ اللہ کی حفاظت کر کے اشارہ دیا تھا کہ وہ وقت قریب آپہنچا جب دوبارہ یہ مقدس مقام توحید خالص کا مرکز بنے گا، اور وہ آخری نبی کے ہاتھوں بنے گا، لہذا اللہ تعالی نے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو اسی سال پیدا فرمایا

(۵) عزیمت تو یہ ہے کہ اللہ کے گھر کی حفاظت کے لئے سب کچھ لٹا دیا جائے

(۶) کسی مذہب کے ایک شخص کے کسی عمل کی وجہ سے اس مذہب کی مقدس چیزوں اور مذہب

والوں کو اجاڑنا بہت بڑی بے وقوفی ہے جیسے ایک قریشی کے عمل کی وجہ سے بیت اللہ کو اجاڑنے کی ابرہہ کی غلط سوچ تھی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری رسول

قرآن مجید نے حضرت ابراہیم کی دعا کا ذکر اس طرح کیا ہے، اے ہمارے پروردگار! ان اہل عرب ہی میں سے ایک رسول بھیج، جو ان پر تیری آیات پڑھے اور ان کو کتاب وحکمت سکھائے اور ان کو ہر قسم کی برائیوں سے پاک کرے، بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے ۔(سورۃ ۲ آیت ۱۹۲)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا ذکر اس طرح ہے، اے بنی اسرائیل! میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد (فارقلیط) ہوگا۔(سورہ ۶۱ آیت ۶)

ان دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب ہی کے گھرانے میں ہاتھی والوں کو برباد کر کے خانہ کعبہ کی حفاظت والے سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا، مگر جب ولادت ہوئی، اس سے پہلے ہی یتیم ہو گئے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تمام اسباب ووسائل سے بے پرواہ رکھ کر اپنی آغوش رحمت میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے بہترین تربیت فرمائی، اور راستہ دکھانے کے لئے آپ کے سینہ کو نور سے بھر دیا اور اخلاق عالیہ سے آراستہ فرما کر مالدار بنا دیا،

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی نور سے انسانیت کو بت پرستی، خون ریزی اور ظلم کرتے دیکھا تو پوری انسانیت کے لئے نور طلب کرنے کے لئے غار حرا میں تڑپنے لگے، اسی غار حرا میں تڑپ رہے تھے کہ اچانک اللہ کا فرشتہ نمودار ہوا اور کہنے لگا: پڑھیے! امیؑ امی نے فرمایا: میں پڑھنا نہیں جانتا، بالآخر فرشتہ نے چند آیتیں تلاوت کی اور پوری انسانیت کو یہ پیغام دے گیا، اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا، اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا پروردگار بہت کرم کرنے والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ انسان کو علم سکھایا، انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جس سے وہ ناواقف تھا،

یعنی انسانیت اگر تمام گندگیوں سے نکلنا چاہتی ہے تو اللہ تک پہنچنے کا علم حاصل کرے۔

کچھ عرصہ کے لئے اللہ تعالی نے پیغام بھیجنے کا سلسلہ بند رکھا، پھر اللہ تعالی نے دوسرا پیغام بھیجا ،اے چادر اوڑھنے والے! اٹھ اور رات میں نماز پڑھ اور قرآن مجید ترتیل کے ساتھ پڑھ، اور اپنے رب کو یاد کر اور ساری دنیا سے کٹ کر اس کی طرف مائل ہو جا۔ پھر تیسرا پیغام بھیجا، اے کملی اوڑھنے والے! اٹھ اور انسانیت کو خطرات سے آگاہ کر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور لباس کو پاک کر اور گندگی (بت) سے دور رہ اور کسی کو اس نیت سے مت دیں کہ زیادہ پائیں، اور اپنے رب کے لئے صبر کر، یعنی ان پیغامات سے حاصل یہ تھا کہ علم حاصل کرنے کے بعد عمل کرو، کیونکہ اگر علم صحیح کے ساتھ عمل صحیح نہ ہو تو علم صحیح کسی کام کا نہ ہوگا بلکہ وبال ہوگا

سبق: (۱) نیک انسان وہ ہے جو اپنے علاوہ دوسروں کی بھی فکر کریں جیسے رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کو بھٹکتا دیکھا تو غار حرا میں تڑپنے لگے، آج اگر چہ نبوت تو کسی کو نہیں مل سکتی ہے مگر نبوت کے اوصاف مل سکتے ہیں اس لئے ہمیں بھی تڑپنے کا وصف اختیار کرنا چاہئے

(۲) انسان کو اللہ تعالی نے ناپاک خون اور حقیر چیز سے بنایا لیکن اگر وہ علم صحیح اور عمل صحیح حاصل کرلے تو اس سے اعلی اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی ہے

(۳) علم کے بغیر عمل گمراہی ہے اور عمل کے بغیر علم وبال ہے اس لئے دونوں کو حاصل کرنا چاہئے

دعوت کا اعلان

علم اور عمل حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فیصلہ سنایا کہ سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں کو علم صحیح اور عمل صحیح کی دعوت دیجئے، قرآن مجید نے اس کو اس طرح ذکر کیا ہے، اے پیغمبر! اپنے قریبی رشتہ داروں کو آگاہ کر، چنانچہ صحیح احادیث بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر اس زمانہ کے اعلان کے طریقہ کے مطابق یا صباحا کہہ کر اپنے رشتہ

داروں کو پکارا اور سب کو جمع کر کے فرمایا: اے لوگو! میں تم کو ایک اللہ کی عبادت کی جانب بلاتا ہوں اور بت پرستی سے بچاتا ہوں یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقیقی چچا ابولہب نے غصہ میں کہا: تو برباد ہو کیا تو نے ہمیں اس غرض کے لئے بلایا تھا؟

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خاندان اور برادری کے لوگوں کو سچا راستہ دکھانے کی خاطر سب کچھ کیا مگر قریش کے چند افراد کے سوا کسی نے آپ کی دعوت قبول نہ کیا تو اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہوا، دیکھو! یہ قرآن مجید ہے ہم نے اس لئے نازل کیا ہے تا کہ آپ مکہ کے باشندوں کو اور جو اس کے چاروں طرف ہیں گمراہیوں کے نتائج سے ڈراؤ (سورۃ ۴۲ آیت ۷) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حق کی دعوت کو مکہ کے اطراف (طائف، حنین اور مدینہ) تک پہنچایا

اس کے بعد دعوت کی وہ تیسری منزل پیش آئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھیجنے کا مقصد تھی، یعنی اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ نہ صرف قریش کے لئے، نہ صرف مکہ اور اس کے اطراف کے لئے، نہ صرف عرب کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے ہیں بلکہ آپ عرب وعجم، کالے اور گورے سب کے لئے پیغامبر ہیں، ارشاد ہوتا ہے پاک ہے وہ ذات جس نے حق وباطل کے درمیان تمیز دینے والی کتاب اتاری اپنے بندے محمد پر تا کہ وہ تمام جہان والوں کو آگاہ کریں۔ (سورہ ۲۵ آیت ۱)

چنانچہ مشرکین مکہ کی تکلیفوں نے جب مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت کو افریقہ کے مشہور ملک حبشہ (اتھوپیا) کی جانب ہجرت پر مجبور کیا تو قریش کے سردار اس کو بھی برداشت نہ کر سکے اور حبشہ کے بادشاہ کے دربار میں ایک وفد بھیج کر یہ مطالبہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو ان کے حوالے کردے، کیونکہ وہ بددین ہو گئے ہیں، بادشاہ نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلا کر اسلام کے متعلق دریافت کیا، تب حضرت جعفرؓ نے اسلام کا تعارف کروایا

بادشاہ! ہم ایک لمبے زمانہ سے ایک خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے تھے، اور اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا ہماری پہچان تھی، مردار کھانا، زنا کرنا، لوٹ مار،، رشتوں کو توڑنا صبح وشام

کا ہمارا مشغلہ تھا، پڑوسیوں کے حقوق سے ناواقف، رحم وانصاف سے بیگانہ اور حق وباطل کے درمیان فرق کرنے ہم کو نہیں آتا تھا، غرض ہماری زندگی درندوں کی طرح تھی کہ طاقتور کمزور کو کچلنے اور بڑا چھوٹے کو ہضم کر لینے کو اپنے لئے فخر سمجھتا تھا

اللہ کی رحمت دیکھئے !!اس نے ہمارے اندر ایک نیک انسان کو بھیجا، جس کے نسب، سچائی، امانت داری سے سب واقف ہیں اس نے بتلایا کہ اللہ تعالی کا کوئی شریک نہیں ہے، اس نے ہمیں سچ بولنا، امانت داری، پڑوسیوں کے حقوق اور کمزوروں کے ساتھ اچھا سلوک سکھایا، قتل ولوٹ مار کی رسم کو مٹایا، زنا کاری کو حرام قرار دیا

حضرت کی اس تقریر کو سن کر بادشاہ نے وفد کے حوالے کرنے سے انکار کردیا، اور پھر حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی چند آیات تلاوت کیں تو بادشاہ بے حد متاثر ہوا اور آبدیدہ ہو کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوگیا، اس طرح حق کی یہ آواز مہاجرین کے ذریعہ ملک افریقہ تک پہنچی۔

سبق: (۱) ہم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ علم صحیح اور عمل صحیح حاصل کرنے کے بعد اس کی تبلیغ کرے، اور اس کی ابتداء اپنے گھر والوں سے کر کے پورے عالم تک پہنچے

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے بڑی سنت دعوت الی اللہ ہے لہذا اس سنت کو چھوڑ کر دوسری سنتوں کی طرف بھاگنا نادانی ہے

(۳) داعی کا مقصد انسانیت کو اللہ تک پہنچانا ہو نہ کہ اپنی ذات تک یعنی دعوت سے اپنی تعریف اور شہرت نہ چاہئے بلکہ اللہ کی تعریف اور بڑائی چاہئے

(۴) داعی کو ہمیشہ اپنوں کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو قوم دعوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت کرتی تھی وہی دعوت کے بعد آپ کے خون کی پیاسی بن گئی

(۵) دونوں فریق کی بات سن کر فیصلہ کرنے والے اکثر کامیاب ہوتے ہیں، جب کہ ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ کرنے والے ظلم کر جاتے ہیں جیسے حبشہ کے بادشاہ نے دونوں فریق کی بات سنی

مسلمانوں کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا:

جب مسلمان اپنے پیارے وطن مکہ مکرمہ میں سچائی اور اچھائی کے ساتھ رہنے لگے تو مکہ کے جھوٹے اور بدمعاشوں نے ان سے جھگڑنا، اور طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیا، اور چونکہ اسلام انتشار، جھگڑا اور لڑائی کو پسند نہیں کرتا اس لئے مسلمانوں نے امن وامان قائم رکھنے کی خاطر اپنے پیارے وطن کو چھوڑ دیا، اور سچائی کو گلے لگا کر تقریبا ساڑھے چار سو کلومیٹر دور پردیس میں جا بسے، قرآن مجید نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے، جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے، اور میری راہ میں لڑے اور مارے گئے، میں ضرور ان کے گناہ ان سے دور کردوں گا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، یہ بدلہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے (سورہ ۳ آیت ۱۹۵)

جب مسلمان مدینہ منورہ میں آکر اچھائی اور سچائی کے ساتھ رہنے لگے تو مکہ کے جھوٹوں کو یہ بھی برداشت نہ ہوا، چنانچہ اس کے لئے یہ طریقہ سوچا کہ ابوسفیان کی قیادت میں ملک شام کی منڈیوں میں جائے اور بہت سارا نفع حاصل کر کے اس سے جنگ کے سامان تیار کئے جائے، جب قافلہ کی تیاری شروع ہوئی تو مکہ کے ہر شخص نے اپنا پیسہ لگایا اور تقریبا ستر (۷۰) افراد پر مشتمل یہ قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں ملک شام کو روانہ ہوگیا،

قریش کا یہ تجارتی قافلہ جب بہت سارا نفع حاصل کر کے ملک شام سے واپس ہو کر مکہ جا رہا تھا، بدر سے قریب ہو کر گزرا تو رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا، آپ ﷺ نے فورا صحابہ کو جمع کر کے مشورہ فرمایا، سب نے اس قافلہ کو روکنے کا مشورہ دیا، جب مسلمانوں کا قافلہ ان کا پیچھا کرنے نکلا تو ابوسفیان کو اس کا علم ہوگیا، اس نے فورا مکہ والوں کو اس معاملہ کی خبر دی اور مدد طلب کی، لہذا مکہ سے قریش ایک ہزار کی جماعت لیکر کروفر کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کی غرض سے بدر کی جانب بڑھے۔

بہر حال جب رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو دوبارہ صحابہ سے مشورہ ضروری سمجھا، کیونکہ اب معاملہ کٹھن تھا، مسلمان بے سروسامان اور پھر تھوڑی تعداد میں تھے اور دشمن ہر طرح وقت کے ہتھیاروں سے مسلح اور تعداد میں تین گنے سے بھی زیادہ تھے، انصار اور مہاجرین سے مشورہ کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اب اللہ کے نام پر آگے بڑھو اور بشارت حاصل کرو، کیونکہ اللہ تعالی نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ قافلہ نہیں بلکہ مشرکین کا لشکر تمہارے قبضہ میں دے دوں گا، اب مسلمان آگے بڑھے مگر مسلمانوں نے جہاں پڑاؤ ڈالا وہ جگہ اس درجہ ریتیلی تھی کہ انسانوں اور چوپاؤں دونوں کے قدم ریت میں دھنسے جارہے تھے، جبکہ مشرکین نے جہاں پڑاؤ ڈالا تھا وہ جگہ ہموار اور پکے فرش کی طرح تھی۔

غرض اس حالت میں دونوں فریق جنگ کے لئے صف آراء ہوئے تو اول آپ ﷺ نے مسلمانوں کی صفوں کو درست کیا اور پھر اس جھونپڑی کے نیچے جا کر جو آپ ﷺ کے لئے میدان جنگ میں بنائی گئی تھی بارگاہ الہی میں دعا شروع کردی، اللہ تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی وہ اس طرح کہ سب سے پہلے آسمان سے پانی برسا کر مسلمانوں کی زمین کو پکے فرش کی طرح بنادیا اور دشمنوں کی زمین کو دلدل بنا ڈالا، پھر آسمان سے فرشتوں کی ایک جماعت بھیجی، اور پھر مسلمانوں پر عین جنگ کے وقت اونگھ طاری کردی جس نے ان میں ایک نئی تازگی پیدا کردی، اور رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر مٹی اور کنکریاں دشمنوں کی جانب پھینکیں تو اللہ تعالی نے اس کے ذرات تمام مشرکین کی آنکھوں تک پہنچادئے، اور دیر نہیں لگی کہ مشرکین کے بڑے بڑے آدمی مارے گئے جن کی تعداد ستر تک پہنچی، مسلمان اگرچہ خدا کی مدد سے کامیاب ہوئے تاہم بائیس مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا، قرآن مجید نے اس جنگ کا ذکر اس طرح کیا ہے، اے محمد! تو نے جب کنکریاں پھینکیں تو درحقیقت تو نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ نے پھینکیں (سورہ ۸ آیت ۱۷)

دوسری جگہ فرمایا: جس وقت ڈال دی تم پر اونگھ اپنی طرف سے سکون کے لئے اور اتارا تم پر

آسمان سے پانی (سورۃ۹ آیت ۱۱)

سبق (۱) اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والے امن پسند ہوتے ہیں

(۲) اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والے اللہ کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کردیتے ہیں

(۳) اللہ سے سچی محبت کرنے والے نبی کے جاںنثار ہوتے ہیں

(۴) جنگ صرف اسباب سے نہیں بلکہ مسبب الاسباب یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد اور اسباب سے جیتی جاتی ہیں

(۵) اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والے بہادر ہوتے ہیں

(۶) اگر کسی مقام یا کسی ملک میں مسلمان امن وعافیت کے ساتھ احکام اسلام کی پیروی نہ کرسکے تو اس وقت صرف دو ہی اسلامی مطالبے سامنے آجائیں گے یا جنگ کے ذریعہ گندگی اور جھوٹ کو ختم کرے یا اس جگہ کو چھوڑ دے اور کسی طرح بھی یہ جائز نہیں ہوگا کہ گندگی اور جھوٹ پر قناعت کرکے مطمئن زندگی بسر کرے۔

غزوہ احد اور مشرکین کا انتقام

بدر میں جو زخم قریش کو لگ چکا تھا اس کا انتقام لینے کے لئے ابوسفیان کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر مکہ سے نکلا اور احد پہاڑ کے سامنے پڑاؤ ڈالا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو مشورہ کے بعد ایک ہزار کا لشکر لیکر نکلے، اس لشکر میں تین سو منافقین ساتھ تھے، یہ مدینہ سے یہ سازش کرکے نکلے تھے کہ راستے سے واپس آجائیں گے تاکہ مسلمانوں میں بزدلی پیدا ہو، مگر منافقین کا مقصد پورا نہ ہوا، اور مخلص مسلمانوں پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو اس طرح صف آرا کیا کہ احد کو پیٹھ کے پیچھے لے لیا اور پچاس تیراندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی کمان میں پہاڑ کی ایک گھاٹی پر مقرر فرمادیا اور فرمادیا کہ کسی بھی حال میں اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، اب جنگ شروع ہوگئی اور ابھی جنگ کو کچھ زیادہ دیر نہیں لگی تھی

کہ مسلمانوں کا پلہ بھاری ہوگیا اور مشرکین کا لشکر درہم برہم ہوکر بھاگنے لگا، جب مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کرنا شروع کیا تو تیراندازوں کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کا تعاون کرنے کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ گیا، حضرت عبداللہ بن جبیر نے ہر چند روکا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا

جب تیراندازوں کی جگہ خالی دیکھی تو خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، اپنے جنگی دستہ کے ساتھ میدان خالی دیکھ کر گھاٹی کی جانب سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، اب مسلمان گھبرائے اور ان کے پیر اکھڑ گئے، اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد ابوبکر، عمر، علی، طلحہ اور زبیر جیسے فدا کار موجود تھے، مگر ایک بد بخت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر کھینچ کر مارا جس سے آپ کے دانت مبارک شہید ہو گئے اور آپ نڈھال ہو کر قریب کی گھاٹی میں گر گئے، ابھی آپ سنبھلے بھی نہ تھے کہ ایک مشرک نے پکار لگائی: محمد وفات پا گئے،، اس آواز نے مسلمانوں میں سخت بے چینی پیدا کر دی مگر ثابت قدم صحابہ نے للکارا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو اب ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے، آؤ! جنگ کا فیصلہ کر کے دم لو، مسلمان حملہ کی غرض سے یکجا ہوئے مگر قریش میدان سے الگ ہو چکے تھے، مسلمان نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑتے ہی ان کے دل میں سکون پیدا ہو گیا۔

غار میں گر جانے سے خود سر میں گھس گیا تھا چہرہ اور بازؤوں پر بھی ہلکے زخم آ گئے تھے، حضرت علی اور فاطمہ نے خود کو سر سے نکالا اور زخموں کو دھو کر چٹائی جلا کر راکھ کو زخم کے اندر بھر دیا جس سے خون بند ہو گیا، مشرکین مکہ نے اس جنگ میں درندوں اور خون خوار حیوانوں کی طرح مردہ نعشوں تک کے ناک، کان کاٹ ڈالے اور پیٹ چاک کر کے دل وجگر کو نیزوں کی انی سے چھید چھید کر دل کا بخار نکالا، ابوسفیان کی بیوی ھند نے حضرت حمزہ کا جگر دانتوں سے چبا ڈالا، قرآن مجید نے اس جنگ کا ذکر اس طرح کیا ہے، اور دیکھو! نہ تو ہمت ہارو، نہ غمگین ہو، تم ہی سر بلند ہو گے بہ شرطیکہ تم سچے مؤمن ہو، اگر تم نے احد میں زخم کھایا ہے تو دوسروں کو بھی ویسے ہی زخم بدر میں لگ چکے ہیں، اصل یہ ہار جیت کے اوقات ہیں جنہیں ہم ادھر ادھر پھراتے رہتے ہیں (سورۃ ۳ آیت ۱۳۹)

سبق (۱) جہاد کے ذریعہ مخلص اور منافق کی پہچان ہوئی ہے

(۲) امیر اور نائبین کا فرض ہے کہ اہم امور میں مشورہ کرلے اور باتفاق رائے یا بہ کثرت رائے جو فیصلہ ہو اسی کو اپنا عزم بنائے یعنی ارادہ نہ بدلے

(۳) تمام امور میں عموما اور میدان جہاد میں خصوصا نظم اور ضبط اہم ہے، اگر کسی جماعت میں یہ نہ ہو تو سچا ہونے کے باوجود ناکام ہو جاتی ہے

(۴) میدان جہاد ہو یا کوئی اور دینی کام سے منافق کا جدار ہنا ہی بہتر ہے

(۵) اگر ماتحت سے غلطی ہوجائے اور وہ مخلص ہو تو قائد پر لازم ہے کہ اسے معاف کرکے اپنے قریب کرے، اور حوصلہ دے

(۶) نبی کی ذات مقصود نہیں ہوتی اس لئے اگر نبی نہ بھی رہے اور وفات پاجائے تو اللہ کی ذات جو مقصود ہے اس سے غافل نہیں ہوا جاسکتا ہے، بلکہ دین کا کام جاری رکھا جائے۔

غزوۂ بنونضیر اور یہود کی سازش

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تھے تب یہود اور دیگر اہل مدینہ سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ ہم لوگ ایک دوسرے کے خلاف کسی کی مدد نہ کریں، غزوۂ احد تک تو یہود بہ ظاہر اس معاہدہ کے پابند نظر آئے مگر احد کے بعد انہوں نے غداری کی اور خفیہ سازش شروع کردی حتی کہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش کی، جب رسول اللہ ﷺ بنونضیر کی بستی میں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ جس مکان کے نیچے بیٹھے تھے اس کی چھت پر سے ایک بڑا بھاری پتھر چھوڑنے کا منصوبہ بنایا، اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو بذریعۂ وحی بتلادیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اتنی بڑی بڑی شرارتوں کے باوجود نہ تو ان کے قتل کا ارادہ کیا اور نہ ان کے مال واسباب چھیننے کا قصد، بلکہ سب سامان لیکر صرف شہر خالی کردینے کا فیصلہ سنادیا، اور اس کے لئے بھی دس دن کی مہلت دی، مگر بنونضیر نے اس کی خلاف ورزی کی تو صحابہ نے ان کا گھیراؤ کرلیا،

بالآخر مجبور ہو کر ان لوگوں نے شہر خالی کر دینا منظور کر لیا، جب یہ ساز و سامان کے ساتھ منتقل ہو رہے تھے تب کسی مسلمان نے ترچھی نظر سے نہیں دیکھا، پورے اطمینان کے ساتھ سامان لیکر رخصت ہوئے

قرآن مجید نے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے، اللہ ہی ہے جس نے اہل کتاب (یہود) کے منکرین کو ان کے گھروں سے نکالا پہلی بار اکٹھا کر کے، تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے

سبق: (۱) مکمل قدرت اور طاقت ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے غداروں کو بھی قتل نہیں کیا اور نہ مال چھینا

(۲) جو دوسروں کے بل پر جیتے ہیں ان کا یہی حال ہوتا ہے اور جو اللہ کے سہارے جیتا ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا

(۳) یہود نے ہمیشہ غداری اور سازش کی ہے

(۴) دنیا کے مضبوط سے مضبوط وسائل اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے ہیں بلکہ اگر اللہ چاہے تو انسان خود ہی ان وسائل کو اجاڑتا ہے، جیسے یہود نے اپنے ہی ہاتھوں اپنے مضبوط قلعوں کو اجاڑا

(۵) جنگ میں عام طور پر درختوں اور کھیتیوں کا کاٹنا ممنوع ہے ہاں! اگر کوئی مجبوری ہو تو کاٹ سکتے ہیں۔

غزوۂ احزاب اور اکٹھا حملہ

بنو نضیر جن کو شہر سے نکال دیا گیا تھا اور مشرکین جو احد میں مسلمانوں سے مکمل بدلہ نہیں لے سکے تھے، اور دیگر تمام قبائل جو مسلمانوں کے دشمن تھے سب نے جمع ہو کر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا عزم کیا، اور دس ہزار کا لشکر لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو عادت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا، حضرت سلمانؓ فارسی نے عرض کیا: ہم اہل فارس ایسے موقع پر کھائی کھود کر دشمن سے خود کو محفوظ کر لیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو

قبول فرما کر خندق کھودنے کا حکم دیا اور کدال لیکر خود بھی شریک ہو گئے، کائنات انسانی کی تاریخ میں یہ پہلا منظر تھا کہ دو جہاں کا سردار ہاتھ میں کدال لئے ماتحتوں، غلاموں اور محکوموں کے ساتھ تین دن کے فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھے خندق کھودنے میں شریک ہے۔

حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں: غزوۂ خندق میں خدا کے رسول ﷺ کی حالت یہ تھی کہ خندق سے مٹی اٹھا کر ادھر ادھر منتقل کر رہے تھے اور جبہ مبارک گرد سے آلود تھا، اور زبان پر یہ جملے تھے "اللہ کی قسم! اگر اللہ رہبری نہ کرتا تو ہم راہ نہ پاتے اور نہ صدقہ دے پاتے اور نماز پڑھ پاتے" ایک روایت کے مطابق چھ دن میں چھ کلو میٹر لمبی خندق کھودی گئی۔

جب دشمن آیا تو خندق دیکھ کر بوکھلا گیا، ہر چند کوشش کی مگر وہ مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکا، بالآخر بیس دن کے بعد ایک طرف اللہ تعالی نے ٹھنڈی ہوا کا ایسا طوفان بھیجا کہ جس نے دشمن کے لشکر کو زیر وزبر کر دیا، خیمے اکھڑ کر گرنے لگے، چوپائے بھڑک بھڑک کر بھاگنے لگے اور دشمن نے محاصرہ چھوڑ کر بھاگنے کا راستہ اختیار کیا، دوسری طرف حضرت نُعیم بن مسعود ؓ نے اپنی سیاسی بصیرت سے دشمن کے درمیان پھوٹ ڈال دی، اس طرح اللہ تعالی نے اتنے بڑے لشکر سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی

قرآن مجید نے اس جنگ کا ذکر اس طرح کیا ہے، اور جب چڑھ آئے تمام دشمن تم پر اوپر کی جانب سے اور نیچے کی جانب سے اور جب پھر گئیں خوف کی وجہ سے آنکھیں اور پہنچ گئے دل گلوں تک ۔(سورۃ ۳۳ آیت ۱۰)

اے ایمان والو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس وقت تم پر کی گئی جب تم پر دشمن کا لشکر چڑھ آیا پس ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے لشکر کو بھیجا جن کو تم نہیں دیکھ رہے تھے اور جو بھی کام تم کرتے ہو اللہ تعالی ان کو دیکھتا ہے (سورہ ۳۳ آیت ۹)

سبق: (۱) جو بڑا اپنے آپ کو قانون سے الگ کر دے اس کے ماتحت کبھی اس سے دلی محبت نہیں کر سکتے ہیں، اور اگر بڑا بھی ماتحتوں کے ساتھ کام کرے تو ماتحت اس سے دلی محبت کرتے ہیں،

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کر کے دکھایا

(۲) ہر زمانہ میں وقت کے ترقی یافتہ دنیوی وسائل اور ایجادات کو دین حق کی حمایت کے لئے اختیار کرنا اسلام کے خلاف نہیں ہے بلکہ بہترین عمل ہے، بہ شرطیکہ وہ وسائل اسلام کے اصولوں سے ٹکراتے نہ ہو، جیسے خندق کھودنا یہ اہل فارس کی ایجاد تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اختیار فرمائی

(۳) صحابہؓ نے جب اتنے بڑے لشکر کو دیکھا تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا جبکہ منافقین نے دیکھا تو آنکھیں چکرا گئی، پس یہی فرق ہے مؤمن اور منافق میں

(۴) دس ہزار کے لشکر کے مقابل صحابہؓ کی تعداد دو ہزار تھی

غزوۂ بنوالمصطلق اور ماں عائشہؓ پر تہمت

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم ہوا کہ بنوالمصطلق کا سردار حارث بن ضرار مسلمانوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا چکا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کے ساتھ مل کر یک بارگی حملہ کردیا، اور فتح یاب ہوئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کامیابی کے ساتھ اس غزوہ سے واپس ہوئے تو مدینہ کے قریب ایک منزل پر پڑاؤ تھا کہ رات کے آخری حصہ میں کوچ کا اعلان ہوا۔

حضرت عائشہؓ اعلان سن کر جلدی ے استنجاء کے لئے دور چلی گئیں، اسی دوران آپ کا ہار گم ہوگیا، ہار تلاش کرنے کی وجہ سے قافلہ سے بچھڑ گئی، اور اسی جگہ بیٹھ گئی یہ سوچ کر کہ جوں ہی رسول اللہ اور ہودج اٹھانے والوں کو محسوس ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو فوراً اسی جگہ تلاش کے لئے آئیں گے ادھر صفوان بن معطل سہمی اس خدمت پر مامور تھے کہ وہ قافلہ سے پیچھے رہ کر قافلہ کی جو چیز رہ جائے اس کو لیتے ہوئے آئے، جب وہ اس مقام پر پہنچے تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہاں کوئی انسان ہے، قریب آئے تو ماں عائشہؓ کو پہنچان لیا، کیونکہ پردہ کی آیت سے پہلے وہ ان کو دیکھ چکے تھے

حضرت صفوان نے دیکھتے ہی بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا، حضرت عائشہ آواز سن کر سمٹ کر بیٹھ گئیں، حضرت صفوان نے ایک لفظ کہے بغیر اونٹ کو بٹھایا اور ماں عائشہ خاموشی

کے ساتھ اونٹ پر ہودج میں سوار ہوگئیں، اور دو پہر کے قریب لشکر میں جا پہنچی، جب یہ خبر عبداللہ بن ابی یعنی منافقین کے سردار کو معلوم ہوئی تو اس نے اور اس کی جماعت نے تیزی کے ساتھ بہتان کو لشکر میں پھیلا دیا، مگر مسلمانوں نے ان کی باتوں پر یقین نہ کیا، البتہ صرف تین مسلمان (دو مرد اور ایک عورت) منافقین کے جال میں پھنس گئے

مدینہ منورہ آتے ہی ماں عائشہؓ بیمار پڑ گئی باہر جو کچھ غل غپاڑہ ہوتا تھا اس سے بے خبر تھی، وہ فرماتی ہیں: میرے جی میں ضرور آتا تھا کہ کوئی بات ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے محبت میں کمی ہوئی ہے، پھر جب ام مسطح کے بتانے پر آپ (عائشہ) کو معلوم ہوا کہ آپ کے بارے میں ایسی افواہیں پھیلی ہیں تو مسلسل روتی رہی، کیسا کھانا پینا، کیسا سونا بیٹھنا؟ ماں عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے طے کر لیا تھا کہ حضرت یوسف کی طرح صبر کروں گی، اللہ ہی میری مدد کرے گا

اللہ کا کرم دیکھئے کہ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ اللہ تعالی نے وحی کے ذریعہ قرآن مجید میں آپؓ کی پاکدامنی پر مہر ثبت کردی، اور بہتان لگانے والوں پر کوڑوں کی سزا جاری کرنے کا حکم دیا

قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے ان میں سے (منافقین میں سے) ہر ایک کے لئے وہ سب کچھ ہے جو اس نے گناہ کمایا ہے اور جس نے سب سے بڑا رول ادا کیا (عبداللہ بن ابی) اس کے واسطے بہت بڑا عذاب ہے، اور جب تم نے اس کو سنا (یعنی اے مومنو!) تو کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ صریح بہتان ہے، اور کیوں ایمان والے مرد اور عورتوں نے اپنے لوگوں کے بارے میں اچھا گمان قائم نہیں کیا؟ (سورۃ ۲۴ آیت ۱۱)

سبق: (۱) فاسق اور فاجر جب نیک بندے کے بارے میں بغیر پکی دلیل کے خبر دے تو صاف کہہ دینا چاہئے کہ یہ بہتان ہے

(۲) بے گناہ پر الزام اور تہمت لگانا بہت بڑا گناہ ہے اس سے بندے کا دل ٹوٹتا ہے اس لئے سخت گناہ ہے اور معاشرہ کا نظام بگڑتا ہے، اس لئے اَسّی (۸۰) کوڑے کی سزا ہے اگر دار الاسلام

ہو

(۳) ہر واقعہ کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر اس میں خیر ڈھونڈنی چاہئے اس سے غم ہلکا ہو جاتا ہے، جیسے ماں عائشہ والے واقعہ سے منافقوں کی پول کھل گئی اور ماں عائشہؓ کی عظمت معلوم ہوئی

(۴) سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے قبول نہیں کرنی چاہئے خاص کر کسی نیک انسان کے بارے میں ہو

(۵) اسلامی قانون میں مسلمان اور غیر مسلم برابر ہے اگر مسلمان جرم کریگا تو سزا پائے گا جیسے اس واقعہ میں مسلمانوں کو بھی کوڑے لگائے گئے

(۶) ایسے نازک حالات میں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے جیسے ماں عائشہ نے کیا تو آسمان سے براءت نازل فرمائی۔

غزوۂ بنو قریظہ اور یہود کی شرارت

بنو قریظہ یہود کا ایک قبیلہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ آپس میں لڑیں گے اور نہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کی مدد کریں گے، مگر ان یہودیوں نے عین اس وقت جب دس ہزار کا لشکر لیکر دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوا تب دشمن کا ساتھ دیکر عہد توڑ دیا جس نے مسلمانوں کی کمر توڑ دی،

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے، جیسے ہی بنو قریظہ کو اس کا علم ہوا تو قلعہ بند ہو گئے، اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، بالآخر یہود نے ہتھیار ڈال دئے اور سعد بن معاذؓ (جن سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے) کے فیصلے پر راضی ہو گئے، حضرت سعد بن معاذؓ نے فیصلہ دیا کہ ان میں جو جنگ کرنے والے جوان ہیں وہ قتل کردئے جائیں اور عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو چھوڑ دیا جائے، حضرت کے فیصلے کے مطابق ان کے جنگ کرنے والوں کو قتل کر دیا گیا، اس دوران اگر کسی صحابی نے یہود کے کسی شخص کے بارے میں سفارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی

جان بخشی کا پروانہ دے دیا، (قرآن مجید میں اس کا ذکر سورۃ ۳۳ آیت ۲۶ میں ہے)

سبق: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق دیکھئے کہ اتنے بڑے غداروں کے بارے میں بھی خود فیصلہ نہیں کیا بلکہ دشمن جس کے فیصلے پر راضی ہوا اس کے مطابق فیصلہ کیا، نیز دشمن کے کسی فرد کے بارے میں سفارش ہوئی تو قبول بھی فرمائی

(۲) حضرت سعد بن معاذؓ کو جب غزوہ خندق میں تیر لگا تھا تب اللہ تعالی سے دعا کی تھی اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک بنو قریظہ سے ان کی غداری کا بدلہ نہ لے لوں، اللہ تعالی نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی جیسے ہی فیصلہ سنایا حضرت کے زخم سے خون بہہ پڑا اور شہید ہو گئے

(۳) جب کوئی بندہ دینی منزل کو سامنے رکھ کر اللہ تعالی سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی اس منزل تک ضرور پہنچاتے ہیں

واقعہ حُدیبیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ہمراہ عمرہ کر رہے ہیں، حضور نے صحابہ کو خواب بتلایا، خواب میں کوئی تعیین نہ تھی کہ اس سال یا اگلے سال، مگر صحابہ کے جوش نے نکلنے پر مجبور کر دیا اور اس وقت کے قانون کے مطابق مکہ والے خانہ کعبہ سے روک نہیں سکتے تھے اس لئے انہوں نے ایک چال چلی کہ ایک جماعت جنگ چھیڑنے کے لئے بھیجی تا کہ مسلمان جوش میں آکر لڑ پڑے اور دنیا والوں کو بتایا جا سکے کہ مسلمان لڑنے آئے تھے

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بصیرت اور صحابہ کی سمجھداری کی وجہ سے وہ اس چال میں کامیاب نہ ہو سکے، مزید اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو مکہ بھیجا، تا کہ وہ مشرکین پر واضح کریں کہ مسلمانوں کا ارادہ بیت اللہ کی زیارت کے علاوہ کچھ نہیں لہذا تمہارا ہم کو روکنا مناسب نہیں، حضرت عثمانؓ کے واپس آنے میں دیر ہو گئی، یہاں یہ خبر پہنچی کہ عثمان قتل کر دئے گئے، مسلمانوں کے لئے یہ خبر بہت بڑا حادثہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مسلمانوں سے

اس بات پر بیعت لی کہ مر جائیں گے، مگر ہم میں سے کوئی بھی بھاگنے کا راستہ اختیار نہیں کرے گا
جب مکہ والوں تک یہ خبر پہنچی تو بہت گھبرائے اور مسلمانوں تک یہ خبر پہنچائی کہ خبر غلط ہے، اور حضرت عثمانؓ صحیح سلامت حدیبیہ واپس تشریف لے آئے، مسلمان کے جوش وخروش اور مسلسل سازشوں میں ناکام ہونے کی وجہ سے خود صلح پر آمادہ ہو گئے، اور چار شرائط پر صلح ہوئی

(۱) اس سال عمرہ نہیں کر سکتے، آئندہ سال آنے کی اجازت ہو گی، اور صرف تین دن قیام کریں گے

(۲) اگر کوئی شخص مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے گا تو اس کو واپس کرنا ہوگا اور اگر مدینہ سے کوئی بھاگ کر مکہ آجائے گا تو ہم اس کو واپس نہیں کریں گے

(۳) دو فریق میں سے جس قبیلے کا حلیف بننا پسند کرے اس کا حلیف بن جائے مثلاً انڈیا والے، کسی ملک سے ہاتھ ملانا چاہے تو ملا سکتے ہیں

(۴) دس سال تک جنگ بند رہے گی

معاہدہ کی ان دفعات پر بعض مسلمانوں کو ایسا محسوس ہوا کہ مسلمان دب کر صلح کر رہے ہیں، حتی کہ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہوسکا اور حضور سے کہہ پڑے کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ پھر یہ دب کر صلح کیوں ہو رہی ہے؟ مگر دو سال کے اندر اندر اس صلح کے فوائد سامنے آگئے، مثلاً جب صلح ہوئی تب چودہ سو مسلمان ساتھ میں تھے اور دو سال بعد جب فتح مکہ کے لئے نکلے تو دس ہزار کی تعداد تھی، کیونکہ جب جنگ بند ہو گئی تو مکہ اور مدینہ کے درمیان آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور لوگوں کو اسلام قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص جیسے بہادر اور کٹر دشمن کے بیٹے اسی دوران اسلام میں داخل ہوئے یہ چوتھی شرط کا فائدتھا

تیسری شرط کا فائدہ یہ ہوا کہ مکہ والے اب تک مسلمانوں کو باغی کہتے تھے مگر تیسری شرط لگا کر انہوں نے مسلمانوں کی مستقل حکومت تسلیم کی، اور دوسری شرط خود مشرکین کے توڑ دی کیونکہ ابوجندل

اور ابو بصیر جیسے مسلمانوں نے مکہ والوں کو اتنا چھیڑا کہ وہ کہنے لگے کہ ان کو اپنے پاس بلالو، نیز صلح کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو بڑے دشمن (مشرکین اور یہود) میں سے ایک سے اطمینان حاصل کر لیا اور پھر یہود پر اگلے سال چڑھائی کی، نیز صلح کے بعد بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط بھیجے، وغیرہ وغیرہ۔

سبق: (۱) برے لوگ اچھے لوگوں کے جذبات سے کھیل کر ان کو بھڑکانا چاہتے ہیں تاکہ دوسرے لوگوں کی نظر میں ان کو دہشت گرد اور جھگڑالو ثابت کر سکے، اس لئے اچھے لوگوں کو ہمیشہ سمجھداری سے کام لینا چاہئے

(۲) بڑوں کے کئے ہوئے کام فی الوقت چھوٹوں کی سمجھ میں نہیں آتے اس لئے چھوٹے اپنی عقل پر بھروسہ کر کے بڑوں کو غلط نہ ٹھہرائیں

(۳) جب تک غلط فہمی کی دیوار گرا کر غیر مسلمین کو قریب نہیں کیا جائیگا تب تک اسلام کا دائرہ محدود رہے گا

فتح مکہ اور پیغمبرانہ شان

حدیبیہ میں مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان میں معاہدہ ہوا تھا کہ دس سال تک نہ آپس میں لڑیں گے اور نہ ایک دوسرے کے خلاف کسی کی مدد کریں گے، مگر مشرکین نے یہ معاہدہ توڑ دیا، وہ اس طرح کہ بنوخزاعہ جو مسلمانوں کے حلیف تھے ان پر بنوبکر نے حملہ کیا جو مشرکین کے حلیف تھے، چنانچہ مشرکین نے بنوبکر کا ساتھ دے کر بنوخزاعہ پر شدید ظلم کیا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کا علم ہوا تو دس ہزار جانثاروں کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے، رمضان کا مہینہ تھا، روزے سے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی طلب فرمایا اور مجمع کے سامنے پیا تاکہ صحابہ سمجھ لیں کہ سفر اور جہاد کے موقع پر افطار کی اجازت ہے

جب مکہ مکرمہ قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو حکم فرمایا کہ تم مکہ کے نیچے والے حصہ کی جانب سے داخل ہونا اور کسی کو قتل نہ کرنا، ہاں! اگر کوئی خود سامنے آجائے تو دفاع کی

اجازت ہے، حضرت خالد سے بعض قبائل نے ٹکر لی اس لئے حضرت کے ہاتھوں چند قتل ہو گئے، لیکن رسول اللہ ﷺ مکہ کے جس بلند حصہ سے داخل ہوئے اس میں کوئی ٹکر نہیں ہوئی اور مکہ میں داخل ہوتے ہی امن عام کا اعلان کروایا

(۱) جو مکان بند کر کے بیٹھ جائے اس کو امن ہے

(۲) جو ابو سفیان کے مکان میں پناہ لے اس کو امن ہے

(۳) جو مسجد حرام میں پناہ لے اسے امن ہے

اس کے بعد خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، اور نماز پڑھی

جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کعبہ کی چابی ہمارے حوالہ کر دیجئے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے بار بار عرض کرنے کا کوئی جواب نہیں دیا اور بار بار فرمایا: عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟ جب عثمان حاضر ہوئے تو آپ نے کعبہ کی چابی ان کو دیدی، حالانکہ یہ وہی عثمان ہیں جنہوں نے اس سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے چابی مانگنے پر نہیں دی تھی، مگر رحمۃ للعالمین نے حضرت عثمان ہی کے خاندان میں یہ سعادت باقی رکھی، یہی خاندان آج تک خانہ کعبہ کا مجاور ہے

اس کے بعد آپ ﷺ نے تمام قیدیوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا، سب حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کس طرح پیش آؤں؟ انہوں نے کہا: ہم آپ سے خیر کی امید رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: جاؤ تم سب آزاد ہو، اس عفو و کرم کا یہ نتیجہ نکلا کہ قریش کے بڑے بڑے افراد جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے، قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح ہے، تم میں برابر نہیں ہیں وہ کہ جس نے خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور جہاد کیا ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو کہ خرچ کریں فتح مکہ کے بعد اور جہاد کریں۔ (سورہ ۵۷ آیت ۱۰)

سبق: (۱) دنیوی بادشاہ اور محمد ﷺ رحمۃ للعالمین کے درمیان اگر فرق معلوم کرنا ہو تو فتح

مکہ کو پڑھو

(۲) نبی کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہیں لیتا

(۳) اسلام میں معاہدہ توڑنے کی اجازت نہیں ہے، خواہ وہ غیر مسلم سے کیا ہو، البتہ اگر دوسری جانب سے خلاف ورزی ہو تو مسلمان بری ہیں

غزوۂ حنین اور دو قبائل کی جاہلیت

جب فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے تو دو قبائل (ہوازن اور ثقیف) اسلام کی ترقی کو برداشت نہ کر سکے، لہٰذا انہوں نے دیگر تمام قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر جنگ کی تیاری شروع کر دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو بارہ ہزار کا لشکر لیکر حنین کو روانہ ہو گئے

جب مسلمانوں کا لشکر دشمن کی حد میں پہنچا تو اچانک دشمن کی ان ٹولیوں نے جو گوریلا جنگ لڑنے کے لئے پہاڑ پر چھپ کر بیٹھی تھی چہار جانب سے اسلامی لشکر بارش کی طرح تیر برسانا شروع کر دیا جس سے بھگدڑ مچ گئی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حالت میں بھی آگے بڑھتے جا رہے تھے، غرض اسی وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ پر حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے مسلمانوں کو پکارا، حضرت عباسؓ کی آواز سنتے ہی تمام جاں نثار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع ہو کر لڑنے لگے، اور نتیجہ یہ نکلا کہ ہاری ہوئی بازی جیت سے بدل گئی،

قرآن مجید میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے، بلاشبہ اللہ تعالی بہت میدانوں تمہاری مدد کر چکا ہے، اور حنین کے دن بھی، جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے، پس تم کو تمہاری کثرت کام نہ آئی۔ (سورہ ۹ آیت ۲۵)

سبق: (۱) جیت اور ہار کا مدار ہر حالت میں بڑی تعداد پر نہیں بلکہ اللہ تعالی کی مدد پر ہے

(۲) اس غزوہ میں کچھ غیر مسلمین نے بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر دشمن سے جنگ لڑی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی خرابی کا اندیشہ نہ ہو تو غیر مسلم کا تعاون قبول کیا جا سکتا ہے، اور اگر تعاون مالی

ہوتو مال حلال ہونا شرط ہے

غزوۂ تبوک اور کڑا امتحان

تبوک ملک شام کا ایک مشہور شہر ہے، جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ روم کا بادشاہ ہرقل کئی لاکھ کا لشکر لیکر مسلمانوں پر چڑھائی کرنا چاہتا ہے، تو آپ ﷺ نے تمام قبائل عرب میں اعلان کرا دیا مگر چونکہ یہ سخت آزمائش کا وقت تھا، ایک طرف حجاز میں قحط کی وجہ سے ناسازگار حالات تھے، دوسری طرف دشمن کی زبردست قوت کا مقابلہ، سیکڑوں میل کا سفر تھا، وغیرہ، اس لئے منافقین کی بڑی جماعت نے شرکت نہ کی اور مخلصین کے کچھ افراد پیچھے رہ گئے

یہ پہلا غزوہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کی مالی مدد کے لئے ترغیب دی، چنانچہ حضرت عثمان نے دس ہزار دینار، سرخ تین سو اونٹ اور پچاس گھوڑے پیش کئے، اس جذبہ پر آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: خدایا تو عثمان سے راضی ہو اس لئے کہ میں اس سے راضی ہوں، حضرت عمرؓ نے اپنا آدھا مال پیش کر دیا، حتی کہ حضرت ابوبکرؓ نے تو اپنا پورا مال ہی اسلام پر قربان کر دیا

غرض عظیم الشان تیاریوں کے بعد جب مسلمانوں کا لشکر تبوک کی طرف بڑھا تو ہرقل کا لشکر تبوت میں مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی منتشر ہو گیا، رسول اللہ ﷺ راستے کے چند عیسائی افراد کو امن کا پروانہ دیتے اور معاہدہ کرتے ہوئے کامیابی کے ساتھ واپس آگئے، جب آپ ﷺ واپس آئے تو منافقین نے آ آ کر جھوٹے اعذار بیان کر کے معافی چاہی، رسول اللہ ﷺ نے ان محروموں سے درگذر فرمایا، مگر تین مخلص صحابہؓ کو معاف نہ کیا، تاکہ آئندہ کسی مخلص مسلمان کو ایسی غلطی کرنے کی جرأت نہ ہو، بلکہ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو حکم فرمایا: جب تک اللہ کا فیصلہ نہیں آجاتا ان تینوں سے ہر طرح کے تعلقات ختم کر دو، اس بائیکاٹ نے ان تینوں پر جو کچھ اثر کیا اس کا اندازہ دوسرا کوئی نہیں کر سکتا

اسی دوران حضرت کعب (جو ان تین مخلصین میں سے تھے جن کا بائیکاٹ ہوا تھا) مدینہ کے

بازار سے گزر رہے تھے کہ ملک شام کے بادشاہ غسانی کا خط لیکر ایک نبطی آپ کے پاس پہنچا، اس خط میں تھا۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ساتھی محمد نے تم پر بڑا ظلم کر رکھا ہے، تم جیسی ہستی کو اس ذلت کے لئے نہیں بنایا، بس فوراً یہاں چلے آؤ، ہم تمہاری عزت کریں گے، یہ خط پڑھتے ہی حضرت کعب بہت روئیں کہ یا اللہ! یہ کیسا امتحان؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس مضبوط ایمان پر آپ کی توبہ قبول فرمائی

قرآن مجید میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی ان تین شخصوں کی بھی جن کے معاملے کو پیچھے چھوڑ دیا گیا تھا، حتیٰ کہ نوبت یہ آئی کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی تھی۔ (سورہ ۹ آیت ۱۱۹)

سبق: (۱) اللہ کے حکم کے مقابلہ میں ہر قسم کی مشکلات ہیچ ہو جانی چاہئے

(۲) منافق تو منافق ہے لہذا اس کا تعاون نہ کرنا کوئی جرم نہیں ہے مگر مخلص کا تعاون نہ کرنا نا قابل معافی جرم ہے

(۳) اگر کسی دینی نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو اسلامی احکام کی کھلی خلاف ورزی پر تعلقات کا ختم کرنا درست ہے

قرآن مجید اور آخرت (بدلے کا جہاں)

اس دنیا میں سب دیکھتے ہیں کہ بہت سے ظالم، رشوت خور، زانی، ڈاکو، وغیرہ عمر بھر بڑے بڑے پاپ کرتے ہیں، مگر ان کو کوئی سزا نہیں ملتی ہے بلکہ ان کی اولاد بھی عیاشیاں کرتی ہیں، اس کے برعکس بہت سے نیک لوگ تنگی اور تکلیف بھری زندگی گذارتے ہیں مگر ان کو کوئی صلہ نہیں ملتا، پس اگر اس جہاں کے بعد کوئی اور جہاں نہ ہو جہاں بروں کو سزا ملے اور اچھوں کو جزا ملے، تو یقیناً اللہ پر الزام آئے گا کہ اس کے یہاں کوئی انصاف نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ کوئی صحیح عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی، لہذا یہ طے ہے کہ دوسرا جہاں ہے، جس کو قرآن میں آخرت کہا گیا ہے، قرآن مجید کہتا ہے: اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ایک مقصد سے بنایا اور تاکہ ہر شخص کو اس کے کیئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور ان

پر ذرا ظلم نہ کیا جائے گا۔ (سورۂ جاثیہ۔ع۔۳)

سورۂ قلم میں فرمایا گیا: کیا ہم فرماں برداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ (سورۂ قلم۔ع۔۲)

پنر جنم والوں سے سوال

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جس نے برا کام کیا ہوگا تو اس کو اسی جہاں میں سزا دی جاتی ہے وہ اس طرح کہ اس کی آتما نکال کر کتے یا کسی اور جانور میں ڈال دی جاتی ہے اور اس کو دوسرے جنم میں کتا یا کوئی اور جانور بنا دیا جاتا ہے، یا لولا لنگڑا بنایا جاتا ہے

سوال: (۱) سزا احساس کو کہتے ہیں یعنی جس کو سزا دی جارہی ہو اس کو اس بات کا احساس ہو کہ میں نے جرم کیا تھا اس لئے کتا بنا دیا گیا یا لنگڑا بنا دیا گیا، حالانکہ ان میں سے کسی کو اس کا احساس نہیں ہوتا پس سزا کیسے ہوئی؟

(۲) پنر جنم کے عقیدے کے مطابق کسی لنگڑے اور کتے کی مدد نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اسے سزا ہورہی ہے؟

قرآن مجید اور جنت وجہنم (سورگ اور نرک)

سورۂ کہف میں فرمایا گیا: اے رسول! آپ کہہ دیجئے کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، پس جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی چاہے نہ مانے، یقینا ہم نے ایسے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹ انہیں گھیرے ہوئے ہیں اور جب وہ اس میں پڑ کر پیاس کی فریاد کریں گے تو اس کے جواب میں ان کو پانی دیا جائیگا (جو دیکھنے میں) تیل کی گاد جیسا ہوگا اور چہروں کو بھون ڈالے گا، کیا ہی برا پانی ہوگا اور بڑی بری آرام گاہ ہے جہنم۔ (سورۂ کہف۔ع۔۴)

سورۂ حج میں فرمایا گیا: جن لوگوں نے بات نہ مانی ان کے لئے آگ کے کپڑے کترے

جائیں گے، اور ان کے سر کے اوپر تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا، جس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی چیزیں بھی گل جائیں گی، ان کی پٹائی کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، اور جب وہاں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں ڈھکیل دیئے جائیں گے، اور کہا جائیگا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔

(سورۂ حج۔ ع۔ ۲)

سورۂ فاطر میں فرمایا گیا: وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا، ان کے لئے جہنم کا آگ ہے، نہ تو ان پر موت آئے گی کہ وہ مریں اور نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائیگا، اسی طرح ہم ہر نہ ماننے والے کو بدلہ دیتے ہیں، اور وہ اس میں پڑے چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس جہنم سے نکال دے، ہم اچھے کام کریں گے، ایسے کام نہیں جو ہم کرتے تھے، (ان سے کہا جائیگا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس آگاہ کرنے والا آیا تھا، پس اب مزہ چکھو، ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ (سورۂ فاطر۔ ع۔ ۴)

سورہ محمد میں جنت کی شان بیان کی گئی ہے: وہ جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو کبھی بدبودار نہ ہوگا اور اس میں دودھ کی ایسی نہریں ہیں جس کا مزہ کبھی نہیں بدلے گا، اور شراب کی ایسی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے بڑی لذیذ ہوگی اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں، اور ان کے لئے جنت میں ہر طرح کا پھل ہے، اور خوشنودی ہے ان کے رب کی طرف سے۔ (سورہ محمد۔ ع۔ ۲)

سورۂ یس میں فرمایا گیا: یقیناً آج جنتی اپنی مشغولیوں میں خوش ہوں گے، وہ اور ان کی بیویاں گھنے درختوں کے سایہ میں مسہریوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، ان کے لئے جنت میں طرح طرح کے پھل ہوں گے، اور وہ جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا، رحم کرنے والے پروردگار کی طرف سے ان کو سلام کہا جائیگا۔ (سورۂ یس۔ ع۔ ۴)

جو انسان اس دنیا میں ایک دن کے لئے بھی جلنے وغیرہ تکلیفیں برداشت نہیں کرسکتا ہے اس کو

چاہئے کہ وہ اللہ کی نافرمانی اور بغاوت کے راستہ سے بچے جو دوزخ تک پہنچانے والا ہے، اور اللہ کی فرماں برداری کا راستہ اختیار کرے جو جنت تک پہنچانے والا ہے

قرآن مجید اور اللہ کی مرضیات اور نامرضیات

ہر بندہ چاہتا ہے کہ وہ ایسے کام کرے جن سے اللہ خوش ہوتا ہے اور ان کاموں سے بچے جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے، مگر یہ بات جاننا ہر کسی کے بس میں نہیں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبیوں کو بتلایا کرتا ہے اور وہ اللہ کے بندوں کو بتلاتے ہیں، وہ کام یہ ہیں۔

۞ توحید اختیار کرو: یعنی ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، قرآن مجید کہتا ہے: پس اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو ۔(سورۂ نساء۔ع۔٦)

۞ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ دیکھ رہا ہے، قرآن مجید کہتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور یقین جانو کہ تم سب اللہ کے سامنے حاضر ہونے والے ہو ۔(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۸)

۞ نماز قائم کرو، قرآن مجید کہتا ہے: اور تم نماز قائم کرو۔(سورۂ بقرۃ۔ع۔۱۳)

۞ زکات دو، یعنی غریبوں کو اپنے مال کا چالیسواں حصہ ہر سال ادا کرو قرآن مجید کہتا ہے: اور تم زکات دو۔(سورۂ بقرہ۔ع۔۱۳)

۞ ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، قرآن مجید کہتا ہے: اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اگر ان میں کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اونھ بھی نہ کہو، اور نہ ان کو جھڑکو، اور ان سے ادب وتمیز سے بولو، اور جھکا دو ان کے سامنے کندھے عاجزی کے ساتھ، اور ان کے حق میں پروردگار سے اس طرح دعا کرتے رہو کہ اے پروردگار! تو میرے ماں باپ پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے پالا۔(سورۂ بنی اسرائیل۔ع۔۳)

۞ رشتہ داروں، پڑوسیوں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں اور ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، قرآن مجید کہتا ہے اور اچھا سلوک کرو رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں، مسکینوں کے ساتھ بھی، اور

پڑوسیوں کے ساتھ بھی چاہے وہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو، اور ان کے ساتھ بھی جو کہیں ساتھ ہو جائے، اور مسافروں اور ماتحتوں کے ساتھ بھی۔ (سورۂ نساء۔ ع۔ ۶)

۞ مال بے کار کاموں میں مت اڑاؤ، قرآن مجید کہتا ہے: اور مت اڑاؤ مال بے کار کاموں میں۔ (سورۂ بنی اسرائیل۔ ع۔ ۳)

۞ مانگنے والے کو مت جھڑکو، قرآن مجید کہتا ہے اور بیچارے مانگنے والے کو مت جھڑکو۔ (سورۂ ضحیٰ پارہ ۳۰)

۞ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاؤ، قرآن مجید کہتا ہے: اور وہ بندگان خدا کھانا کھلاتے تھے اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو۔ (سورۂ دھر۔ ع۔ ۱)

۞ بیوی، بچوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے بیوی بچوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ (سورۂ تحریم۔ ع۔ ۱)

۞ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرو، قرآن مجید کہتا ہے: اور بیویوں کے ساتھ اچھے طریقے سے گذر بسر کرو۔ (سورۂ نساء۔ ع۔ ۳)

۞ سارے انسان ایک ماں باپ (آدم وحوا) کی اولاد ہیں لہذا آپس میں نفرت مت کرو، قرآن مجید کہتا ہے: اے لوگو! تم ڈرو اس پروردگار سے جس نے تم تمام کو ایک جان سے پیدا کیا۔ (سورۂ نساء۔ ع۔ ۱)

۞ برائی کا جواب اچھے رویہ سے دو، قرآن مجید کہتا ہے: تم برائی کا جواب بھی اچھے رویہ سے دو، ہمیں خوب معلوم ہے جو کچھ وہ (دشمن) کہتے ہیں۔ (سورۂ مومنون۔ ع۔ ۶)

۞ تمام لوگوں سے اچھی بات کہو، قرآن مجید کہتا ہے: اور تم سب لوگوں سے اچھی بات کہو۔ (سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۱۰)

۞ کسی کا مذاق مت اڑاؤ، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! نہ تو مردوں کے لئے جائز

ہے کہ وہ دوسرے مردوں کا مذاق اڑائے، کیا خبر (جن کا مذاق اڑایا جاتا ہے) وہ اللہ کے نزدیک مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہو، اور اسی طرح نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، کیا خبر وہ مذاق اڑانے والیوں سے بہتر ہو۔ (سورہ حجرات۔ع۔۲)

۞ کسی پر عیب مت لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب سے پکارو۔ قرآن مجید کہتا ہے: اور تم آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ برے القاب سے پکارو۔ (سورۂ حجرات۔ع۔۲)

۞ کسی کے بارے میں برا گمان مت قائم کرو، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ (سورۂ حجرات۔ع۔۲)

۞ کسی کی جاسوسی مت کرو، قرآن مجید کہتا ہے: ایک دوسرے کی کمزوری کی ٹوہ میں نہ لگو۔ (سورۂ حجرات۔ع۔۲)

۞ کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی مت کرو، قرآن مجید کہتا ہے: تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تم اس کو پسند نہیں کرتے (پس غیبت بھی مت کرو)۔ (سورۂ حجرات۔ع۔۲)

۞ برے اور خراب حالات میں بھی حق اور سچائی پر جمے رہو، قرآن کہتا ہے: اے ایمان والو! تم جمے رہو۔ (سورۂ آل عمران۔ع۔۲۰)

۞ سچوں کے ساتھ رہو، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

۞ کسی سے عہد (ایگریمینٹ) کیا ہو تو پورا کرو، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! تم عہد کو پورا کرو۔ (سورۂ مائدہ۔ع۔۱)

۞ کسی امانت میں خیانت مت کرو، قرآن مجید کہتا ہے: بیشک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ (تمہارے پاس) جن کی امانتیں ہیں ان کو وہ امانتیں ادا کرو۔ (سورۂ نساء۔ع۔۸)

۞ دشمن کے ساتھ بھی انصاف کرو، قرآن مجید کہتا ہے: کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے ساتھ ناانصافی کرو۔ (سورۂ مائدہ۔ ع۔ ۲)

۞ اپنے اندر سخاوت پیدا کرو، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ (سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۳۴)

۞ کسی پر خرچ کر کے احسان مت جتلاؤ، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دیکر بے کار مت کرو۔ (سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۲۶)

۞ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے، مثلاً خود بھوکا رہے اور دوسروں کو کھلائے، قرآن مجید کہتا ہے: (اللہ کے پیارے بندے ضرورت مند مہاجرین کو) خود پر مقدم رکھتے ہیں، اگر چہ وہ تنگی میں ہو۔ (سورۂ حشر۔ ع۔ ۱۱)

۞ اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اس پر خوش رہو، دوسروں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھو، قرآن مجید کہتا ہے: اور مت ہوس کرو اس چیز کی جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر بڑائی دی ہے۔ (سورۂ نساء۔ ع۔ ۵)

۞ اللہ ہی پر بھروسہ کرو، قرآن مجید کہتا ہے: اور تم بھروسہ کرو اس زندۂ جاوید ہستی پر جو کبھی نہیں مریگا۔

۞ اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھو، قرآن مجید کہتا ہے: رحمان کے بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر نیچے بن کر۔ (سورۂ فرقان۔ ع۔ ۶)

۞ کسی کے ستانے پر معاف کردو اور برداشت کرو، قرآن مجید کہتا ہے: (اللہ کے پیارے بندے وہ ہیں) جو غصہ کو پی جاتے ہیں، اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ (سورۂ آل عمران۔ ع۔ ۱۴)

۞ بہادر بنو، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ کسی فوج سے ہو تو ثابت قدم رہو۔ (سورۂ انفال۔ ع۔ ۶)

۞ خوددار بنو، کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ذلیل مت بنو، قرآن مجید کہتا ہے: ناواقف لوگ ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ان کو مالدار سمجھتے ہیں۔ (سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۳۷)

۞ بے حیائی سے بچو، قرآن مجید کہتا ہے: اللہ روکتا ہے بے حیائی کے کاموں سے۔

(سورۂ نحل۔ ع۔ ۱۳)

۞ اپنا ظاہر اور باطن پاک صاف رکھو، قرآن مجید کہتا ہے: اور اپنے کپڑے بھی پاک صاف رکھو، اور ہر طرح کی گندگی اور میل کچیل سے دور رہو۔ (سورۂ مدثر۔ ع۔ ۱)

۞ حرام مت کھاؤ یعنی ناحق اور ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، قرآن مجید کہتا ہے: اور تم مت کھاؤ ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق طریقہ سے۔ (سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۲۳)

۞ شراب مت پیو اور جوا مت کھیلو، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا یہ سب گندے شیطانی کام ہے۔ (سورۂ مائدہ۔ ع۔ ۱۲)

۞ اپنی اولاد کو اس خوف میں مت مارو کہ خرچ کہاں سے لائیں گے، قرآن مجید کہتا ہے: اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو، ہم ان کو اور تم کو روزی دیتے ہیں۔

(سورۂ بنی اسرائیل۔ ع۔ ۴)

۞ بے تحقیق کی باتیں زبان سے مت نکالو، قرآن مجید کہتا ہے: جس بات کی تجھ کو خبر نہیں اس کے پیچھے مت پڑ۔ (سورۂ بنی اسرائیل۔ ع۔ ۴)

۞ زنا کے پاس بھی مت جاؤ، قرآن مجید کہتا ہے: اور تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل۔ ع۔ ۴)

۞ یتیم کے مال کو ہاتھ مت لگاؤ، ہاں اگر اس کی خیر خواہی مقصود ہو تو کوئی حرج نہیں، قرآن مجید کہتا ہے: اور تم یتیم کے مال کے پاس بھی مت جاؤ مگر اچھے طریقے سے، یعنی تجارت میں لگا کر بڑھاؤ جب تک وہ سمجھدار نہیں ہو جاتا تب تک یہ مال اس کے حوالہ مت کرو

(سورۂ بنی اسرائیل۔ع۔۴)(سورۂ نساء۔ع۔۱)

۞ کسی کا ناحق خون مت بہاؤ، قرآن مجید کہتا ہے: تم مت قتل کرو اس انسان کو جس کا خون اللہ نے حرام کر دیا ہو، مگر حق کی وجہ سے۔(سورۂ بنی اسرائیل۔ع۔۴)

۞ مردہ جانور، لہو، سور کا گوشت اور وہ جانور جس کو اللہ کے علاوہ کے لئے مشہور کر دیا ہو مت کھاؤ، قرآن مجید کہتا ہے: یقیناً اللہ نے تم پر حرام کر دیا ہے مردوہ جانور، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جس کو اللہ کے علاوہ کے لئے مشہور کر دیا ہو۔ یعنی وہ جانور جس کو اللہ کے علاوہ کسی اور کو خوش کرنے کے لئے ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۱)

۞ اور وہ جانور بھی جو گلا گھونٹنے سے مرگیا ہو یا چوٹ لگنے سے مرگیا یا اوپر سے گرنے کی وجہ سے مرگیا ہو یا سینگ مارنے سے مرگیا ہو اور اس جانور کو مت کھاؤ جس کو درندہ نے کھایا ہو، ہاں اگر مرنے سے پہلے اس کو ذبح کر لیا ہو تو حلال ہے۔(سورۂ مائدہ۔ع۔۱)

۞ طلاق کے راستہ سے عورتوں پر ظلم مت کرو یعنی اسلام سے پہلے شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتا پھر بیوی بناتا پھر طلاق دیتا پھر بیوی بناتا اس طرح کرتا رہتا جس سے وہ بیوی نہ اس کے ساتھ اچھی طرح زندگی گذار پاتی اور طلاق بھی نہیں دیتا کہ وہ کسی اور کے ساتھ نکاح کر کے اچھی زندگی گزارے، تو قرآن مجید نے کہہ دیا اگر تو اپنی بیوی کو تین طلاق دے چکا تو اب وہ تیرے نکاح سے بالکل نکل گئی۔

(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۹)

۞ شوہر قریب نہ ہونے کی قسم کھا کر عورت پر ظلم نہ کرے یعنی اسلام سے پہلے شوہر قسم کھالیتا کہ میں اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا جس کی وجہ سے اس پر ظلم ہوتا تو قرآن مجید نے کہا: جو لوگ قسم کھاتے ہیں اپنی بیویوں سے قریب نہ ہونے کی ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر وہ باہم مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر انہوں نے طلاق کا پکا ارادہ کر لیا تو بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ (سورۂ بقرہ۔ع۔۲۸)

یعنی قرآن مجید نے کہہ دیا کہ چار مہینے کے اندر اندر بیوی سے تعلقات قائم کر کے اچھی زندگی گزارنا شروع کر دو، اور اگر چار مہینے تک تعلقات قائم نہیں کئے تو وہ بیوی تمہارے نکاح سے نکل جائے گی۔

۞ جھوٹی غیرت اور ناک کے مسئلے کی وجہ سے عورت کو اس کی پسندیدہ جگہ شادی کرنے سے مت روکو، قرآن مجید کہتا ہے: پس تم ان عورتوں کو مت روکو اس بات سے کہ وہ اپنے پہلے شوہروں سے دوبارہ شادی کریں جبکہ وہ ایک دوسرے سے راضی ہو گئے ہوں بھلائی کے ساتھ (یاد رہے! یہ اس وقت ہے جب پہلے شوہر نے ایک یا دو طلاق رجعی دی ہو)۔ (سورۂ بقرہ۔ع۔۳۰)

۞ جب عورت عدت میں ہو (یعنی شوہر کے طلاق دینے کے بعد یا مرنے کے بعد بچہ دانی صاف کرنے کا جو زمانہ ہے) اس وقت اس سے شادی مت کرو، قرآن مجید کہتا ہے: تم اس وقت تک نکاح کا پکا ارادہ نہ کرو جب تک کہ عدت کی مدت اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے۔ (سورۂ بقرہ۔ع۔۳۰)

بچہ دانی صاف کرنے کا زمانہ:

اگر شوہر نے طلاق دی ہے اور حیض آتا ہے تو تین حیض ہے اور اگر حیض نہیں آتا تو تین مہینے ہے اور اگر حاملہ ہے تو بچہ جننے تک ہے، اور اگر شوہر مر گیا ہو تو اگر حاملہ نہ ہو تو چار مہینے دس دن ہے اور اگر حاملہ ہو تو بچہ جننے تک ہے

۞ جب عورت سے شادی کرو تو پہلی ملاقات کے وقت اسے تحفہ دو تا کہ عزت افزائی ہو کیونکہ کسی بڑے سے ملاقات کے وقت تحفہ دیا جاتا ہے، قرآن مجید کہتا ہے: اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دیا کرو۔ (سورۂ نساء۔ع۔۱)

۞ جس عورت کو تم نے چھوا بھی نہ ہو اور اس کے لئے مہر بھی طے نہ کیا ہو جب اسے طلاق دو تو اسے تحفہ دیدو قرآن مجید کہتا ہے: اور تم ان کو تحفہ دو۔ (سورۂ بقرہ۔ع۔۳۱)

۞ اسلام سے پہلے ایک شخص بیک وقت دس دس بیس بیس عورتوں کو نکاح میں رکھ لیتا تھا،

قرآن مجید نے اس کی زیادہ سے زیادہ حد چار تک مقرر فرمادی اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ انسان تمام بیویوں کے درمیان برابری کا سلوک کرے، اور اگر بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، قرآن مجید کہتا ہے: تم نکاح کرو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں، دو دو سے، تین تین سے، اور چار چار سے، ہاں اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو۔ (سورۂ نساء۔ ع۔۱)

۞ اسلام سے پہلے یہ ظالمانہ رسم چلی آرہی تھی کہ جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جاتا تو شوہر کے گھر والے عورت کے اس معنی میں مالک بن بیٹھتے تھے کہ وہ عورت ان کی اجازت کے بغیر نہ دوسری شادی کرسکتی تھی اور نہ زندگی کے دوسرے اہم فیصلے کرنے کا حق رکھتی تھی، قرآن مجید نے اس ظلم کو ختم کیا اور کہا: اے ایمان والو! یہ بات تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن بیٹھو۔ (سورۂ نساء۔ ع۔ ۳)

۞ اسلام سے پہلے ایک ظالمانہ رواج یہ بھی تھا کہ جب شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی چاہتا کہ جو مہر بیوی کو دے چکا ہے وہ اسے واپس مل جائے تو وہ بیوی کو طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کر دیتا تھا مثلاً گھر میں بند رکھتا کہ وہ اپنی جائز ضروریات کے لئے بھی گھر سے باہر نہ جاسکے، پس وہ بیچاری مجبور ہو کر کہہ دیتی کہ تم اپنا مہر واپس لے لو، اور مجھے طلاق دیکر میری جان چھوڑ دو، قرآن مجید نے اس ظلم کو ختم کرتے ہوئے کہا: اور تم بیویوں کو اس غرض سے مت روکو کہ تم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس کا کچھ حصہ لے اُڑو۔ (سورۂ نسقاء۔ ع۔ ۳)

خلاصہ یہ ہے کہ طلاق کے بعد بیوی کو دیا ہوا مہر واپس نہیں لے سکتے ہو، ہاں اگر عورت کا قصور ہو مثلاً وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا ارتکاب کرے تو مہر لے سکتا ہے

۞ اگر بیوی نافرمان ہو تو اس سے چھٹکارے کے لئے طلاق ہی راستہ نہیں ہے بلکہ پہلے اسے خوب سمجھاؤ، اگر اس سے بھی اصلاح نہیں ہوتی تو بستر الگ کر کے بے رخی برتو، اگر اس سے بھی

اصلاح نہیں ہوتی تو اسے مار سکتے ہو، اور اگر اس سے بھی اصلاح نہیں ہوتی تو میاں بیوی کے گھر کے بڑے بیٹھ کر معاملہ سلجھائیں، قرآن مجید کہتا ہے: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں بستروں میں تنہا چھوڑ دو، (اور اگر اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔ (سورۂ نساء۔ ع۔ ٦) اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو ایک فیصل مرد کے خاندان میں سے اور ایک فیصل عورت کے خاندان میں سے بھیج دو۔ (سورۂ نساء۔ ع۔ ٦)

۞ جس نے ایک انسان کو ناحق مارا تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا، قرآن مجید کہتا ہے: جو کوئی کسی کو قتل کرے جبکہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لئے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ (سورۂ مائدہ۔ ع۔ ۵)

۞ اور جس نے ایک انسان کی جان بچائی تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔

(سورۂ مائدہ۔ ع۔ ۵)

۞ اسلام سے پہلے لوگ اپنی باندیوں (نوکرانیوں) کو بدکاری پر مجبور کر کے پیسے کماتے تھے، قرآن مجید نے اس گھناؤنی رسم کو بہت بڑا گناہ قرار دیکر اسے ختم کیا، قرآن مجید کہتا ہے: اور تم اپنی باندیوں کو دنیوی مال حاصل کرنے کے لئے بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک رہنا چاہتی ہوں۔

(سورۂ نور۔ ع۔ ۴)

۞ کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس سے اجازت لو، تاکہ بے حیائی نہ پھیلے اور اس گھر والے کو تکلیف نہ ہو، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو، اور ان میں بسنے والوں کو سلام نہ کر لو

(سورۂ نور۔ ع۔ ۴)

۞ بے حیائی اور بدکاری کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ مرد حضرات اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور عورتیں اپنا پورا جسم کسی چادر یا برقعے سے چھپائیں، ہاں ضرورت ہو تو چہرہ اور ہتھیلی کھولنے کی اجازت ہوگی، قرآن مجید کہتا ہے: مؤمن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے پاکیزہ ترین طریقہ ہے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے، اور مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی خوبصورتی کو کسی پر ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے۔

(سورۂ نور۔ع۔۴)

۞ کسی کا بڑا ہونا اس کی قوم، اس کا قبیلہ، اس کی ذات، یا اس کے وطن کی بنا پر نہیں ہے بلکہ تقوی یعنی اللہ کے ڈر کی بنا پر ہے، سب لوگ ایک ماں باپ یعنی حضرت آدم وحواء سے پیدا ہوئے ہیں، اور اللہ تعالی نے مختلف قبیلے، خاندان یا قومیں اس لئے نہیں بنائیں کہ وہ ایک دوسرے پر بڑائی جتلائیں، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ بے شمار انسانوں میں باہمی پہنچان کے لئے کچھ تقسیم قائم ہو جائے، قرآن مجید کہتا ہے: اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، یقین رکھو کہ اللہ سب کچھ جاننے والا ہر چیز سے باخبر ہے

(سورہ حجرات۔ع۔۲)

۞ اسلام سے پہلے اہل عرب کا یہ طریقہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو یہ کہہ دیتا کہ تم میرے لئے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو تو اسے ہمیشہ کے لئے حرام سمجھتا تھا، قرآن مجید نے اس نظریہ کو ختم کیا اور کہہ دیا کہ وہ بیوی ہی رہے گی زبان سے کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی، البتہ چونکہ شوہر نے غلط جملہ

استعمال کیا اس لئے جرمانہ دینا ضروری ہے جب تک جرمانہ نہیں دے دیتا بیوی سے تعلقات یعنی جماع ، بوس و کنار وغیرہ جائز نہیں، تا کہ آئندہ ماں جیسے اور نکاح جیسے مقدس رشتے کی توہین نہ کرے، قرآن مجید کہتا ہے: تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، (ان کے اس عمل سے) وہ بیویاں ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنم دیا ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں جو بہت بری اور جھوٹ ہے۔

(سورہ مجادلہ۔ ع۔۱)

۞ اسلام یہ چاہتا ہے کہ جب میاں بیوی کا رشتہ ایک مرتبہ قائم ہو جائے تو وہ قائم رہے، اور اگر سخت مجبوری ہو تو طلاق دی جائے، اور وہ بھی ایسی پاکی کے زمانہ میں دی جائے جس پاکی کے زمانہ میں بیوی سے صحبت نہ کی ہو، کیونکہ اگر ماہواری میں بیوی کی ضرورت نہیں تھی اس لئے طلاق دیدی تو ظاہر ہے کہ یہ ٹھیک نہیں، اسی طرح اگر ایسی پاکی میں طلاق دی جائے گی جس میں صحبت کر لی ہو تب بھی ہوسکتا ہے کہ ضرورت پوری ہوگئی اس لئے طلاق دیدی، اس کے برخلاف اگر ایسی پاکی میں طلاق دی جس میں صحبت نہیں کی تھی تو عام طور پر یہ ایسا وقت ہوتا ہے جب بیوی کی طرف شوہر کی رغبت زیادہ ہوتی ہے، اس کے باوجود طلاق دے رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ سخت مجبوری تھی، خلاصہ یہ ہے کہ اسلام طلاق کو پسند نہیں کرتا اور سخت مجبوری کے وقت اس کا راستہ دکھاتا ہے، قرآن مجید اس حقیقت کو مختصر لفظوں میں بیان کرتا ہے: جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں ان کی عدد کے وقت طلاق دو۔

(سورۂ طلاق۔ ع۔۱)

۞ اور عدت کا وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایسی پاکی میں طلاق دو جس میں صحبت نہ کی ہو،

۞ عدت کے دوران شوہر کے ذمے واجب ہے کہ جس بیوی کو طلاق دی ہے، اس کو اپنے

گھروں میں رکھے، اور اس زمانہ کا نفقہ (خرچہ) دے، قرآن مجید کہتا ہے: تم ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔

(سورۂ طلاق۔ع۔۱)

❁ آگے قرآن کہتا ہے: ہر وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے۔

(سورۂ طلاق۔ع۔۱)

❁ سود کو قرآن مجید نے صرف ایک گناہ یا ظلم نہیں کہا بلکہ اس کے نہ چھوڑنے والے کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ کا الٹیمیٹم دیدیا، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مومن ہو تو سود کا جو حصہ بھی باقی رہ گیا اسے چھوڑ دو، پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو، اور اگر تم سود سے توبہ کرلو تو تمہاری اصل رقم تمہارا حق ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

(سورۂ بقرہ۔ع۔۳۸)

❁ معاملات صاف ستھرے رکھو، اگر ادھار کا معاملہ ہے تو لکھ لو یا لکھوالو، تاکہ جھگڑے وجود میں نہ آئے، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! جب تم کسی معین وقت کے لئے ادھار کا کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

(سورۂ بقرہ۔ع۔۳۹)

❁ لکھوانے کی ذمہ داری اس کی ہوگی جس پر ادھار ہے، قرآن مجید کہتا ہے: اور تحریر وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہو۔

(سورۂ بقرہ۔ع۔۳۹)

❁ بچہ کو دودھ زیادہ سے زیادہ دو سال تک پلا جا سکتا ہے ہاں اگر ماں باپ بچے کی مصلحت سمجھیں تو دو سال سے پہلے بھی دودھ چھڑا سکتے ہیں، دو سال پورے کرنا شرعاً واجب نہیں ہے، قرآن

مجید کہتا ہے: اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں یہ مدت ان کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔

(سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۳۰)

۞ دودھ پلانے والی ماں کا خرچ اس کے شوہر یعنی بچے کے باپ پر ہے اگر شادی قائم ہو تب یہ خرچ شادی کی وجہ سے واجب ہے، اور اگر طلاق ہوگئی ہو تو عدت کے دوران دودھ پلانے والی ماں کا خرچ بھی باپ پر ہے، عدت کی وجہ سے، یعنی عدت کا خرچ طلاق دینے والے پر ہوتا ہے، اور اگر عدت ختم ہوگئی ہے تو بھی دودھ پلانے والی ماں کا خرچ باپ پر ہے، دودھ پلانے کی اجرت کے طور پر، قرآن مجید کہتا ہے: اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ چلن کے مطابق ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے۔

(سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۳۰)

۞ ماں کو بچے کی وجہ نہ ستاؤ یعنی اگر ماں کسی معقول عذر کی وجہ سے دودھ نہ پلائے تو اسے مجبور نہ کیا جائے، قرآن مجید کہتا ہے: نہ تو ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے ستایا جائے۔

(سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۳۰)

۞ باپ کو بچے کی وجہ سے نہ ستاؤ یعنی اگر بچہ ماں کے سوا کسی اور کا دودھ نہ لیتا ہو تو ماں انکار نہ کرے اس سے بچے کے باپ کو تکلیف ہوگی۔

(سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۳۰)

۞ اگر کسی بچے کا باپ زندہ نہ ہو تو دودھ پلانے کے سلسلے میں جو ذمہ داری باپ کی تھی، وہ بچے کے وارثوں کی ہوگی، یعنی جو لوگ بچے کے مرنے کی صورت اس کے مال کے حق دار ہوں گے، انہیں پر یہ واجب ہے، قرآن مجید کہتا ہے: اور اسی طرح کی ذمہ داری وارث پر ہے

(سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۳۰)

۞ اسلام سے پہلے عورت کا کوئی حق نہیں مانا جاتا تھا، اس کو ایک نوکرانی سے بھی بدتر مانا جاتا تھا، قرآن مجید نے بتلایا کہ شوہر اور بیوی کے حقوق ایک دوسرے کے برابر ہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ زندگی کے سفر میں اللہ تعالی نے مرد کو ذمہ دار بنایا ہے، قرآن مجید کہتا ہے: اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کو ان پر حاصل ہیں۔

(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۸)

۞ اسلام نے بار بار سمجھایا کہ طلاق ایک مجبوری کے وقت کا راستہ ہے لہذا اگر شدید مجبوری ہو تو زیادہ سے زیادہ دو طلاقیں دینی چاہئے، کیونکہ اس صورت میں میاں بیوی کے تعلقات دوبارہ قائم ہونے کا امکان رہتا ہے، چنانچہ عدت کے دوران دوبارہ بیوی بنانے کا حق رہتا ہے بغیر نئے نکاح کئے ہوئے، اور عدت کے بعد دونوں کی رضامندی سے نیا نکاح، نئے مہر کے ساتھ ہو سکتا ہے، قرآن مجید کہتا ہے: طلاق (زیادہ سے زیادہ) دو ہونی چاہئے

(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۹)

۞ اور اگر دو یا ایک طلاق کے بعد شوہر دوبارہ بیوی بنانا چاہے یا بیوی کو الگ کرنا چاہے، دونوں صورتوں میں عورت کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، مجبوری سمجھ کر خوش اسلوبی سے معاملات کرنے چاہئے، مثلاً لڑکی کی برائی لوگوں کے سامنے نہ لائی جائے، یا لڑکی والے لڑکے کی برائی لوگوں کے سامنے نہ لائیں، قرآن مجید کہتا ہے: طلاق کے بعد یا تو بھلے طریقے سے بیوی کو روک رکھے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دے۔

(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۹)

۞ اسلام سے پہلے عورت کو صرف لذت حاصل کرنے کا آلہ سمجھا جاتا تھا اسی لئے جب اسے حیض آتا تو اسے بالکل الگ کر دیا جاتا، اس کا کھانا الگ، بستر الگ وغیرہ وغیرہ، قرآن مجید نے اس سوچ کو ختم کیا اور کہا کہ یہ عورت تمہاری زندگی کی ساتھی ہے اور تمہارے بچے کی ماں ہے لہذا حیض کے زمانہ میں صرف جماع نہیں کر سکتے ہو، باقی ساتھ لٹا سکتے ہو، ساتھ کھانا کھا سکتے ہو وغیرہ اور پاکی کے بعد اسی حصے

میں صحبت کر سکتے ہو جس سے بچہ حاصل ہو لہذا پیچھے کے حصے میں صحبت کر کے عورت کے مقام کو گھٹانے کی اجازت نہ ہوگی، قرآن مجید کہتا ہے: اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، ان سے جماع نہ کرو، اور جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اسی طریقے سے جاؤ جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے

(سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۲۸)

۞ اپنی جھوٹی اغراض کے لئے اللہ کے نام کا استعمال مت کرو، مثلاً کوئی کہے میں اللہ کی قسم ماں باپ کی خدمت نہیں کروں گا یا فلاں غریب پر خرچ نہیں کروں گا، ایسا نہ کریں، قرآن مجید کہتا ہے: اور اللہ کے نام کو اپنی قسموں میں اس غرض سے استعمال مت کرو کہ اس کے ذریعہ نیکی اور تقوی کے کاموں اور لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانے سے بچو۔

(سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۲۸)

۞ دوسرون پر خرچ وہی درست ہے جو اپنی اولاد اور گھر والوں کی ضرورت پوری کرنے کے بعد کیا جائے، گھر والوں کو محتاج رکھ کر خرچ کرنا ٹھیک نہیں ہے، قرآن مجید کہتا ہے: یہ لوگ آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو گھر والوں پر خرچ کے بعد بچے وہ خرچ کریں۔

(سورۂ بقرہ۔ ع۔ ۲۷)

۞ جو مشرک مرد یا عورت اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیز کے سامنے جھک کر اپنا مقام کھو چکے ہیں ان سے نہ تم شادی کرو اور نہ تمہاری بچیوں کی شادیاں کراؤ، جب تک کہ وہ صرف اپنے خالق، اللہ کی عبادت کر کے اپنا مقام بحال نہ کرلیں، کیونکہ جو اپنا مقام نہ جانتا ہو وہ دوسروں کا کیا مقام جانیگا، قرآن مجید کہتا ہے: اور مشرک عورتوں سے اس وقت تک شادی نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں ، یقیناً ایک مؤمن باندی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آرہی ہو، اور اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کراؤ جب تک وہ ایمان نہ لائیں، اور یقیناً مؤمن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک مرد تمہیں پسند آرہا ہو۔

(سورۂ بقرہ۔ ع۲۷)

۞ اسلام سے پہلے عورت کا کوئی حق نہیں مانا جاتا تھا، اس کو ایک نوکرانی سے بھی بدتر مانا جاتا تھا، قرآن مجید نے بتلایا کہ شوہر اور بیوی کے حقوق ایک دوسرے کے برابر ہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ زندگی کے سفر میں اللہ تعالی نے مرد کو ذمہ دار بنایا ہے، قرآن مجید کہتا ہے: اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کو ان پر حاصل ہیں۔

(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۸)

۞ اسلام نے بار بار سمجھایا کہ طلاق ایک مجبوری کے وقت کا راستہ ہے لہذا اگر شدید مجبوری ہو تو زیادہ سے زیادہ دو طلاقیں دینی چاہئے، کیونکہ اس صورت میں میاں بیوی کے تعلقات دوبارہ قائم ہونے کا امکان رہتا ہے، چنانچہ عدت کے دوران دوبارہ بیوی بنانے کا حق رہتا ہے بغیر نئے نکاح کئے ہوئے، اور عدت کے بعد دونوں کی رضامندی سے نیا نکاح، نئے مہر کے ساتھ ہو سکتا ہے، قرآن مجید کہتا ہے: طلاق (زیادہ سے زیادہ) دو ہونی چاہئے

(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۹)

۞ اور اگر دو یا ایک طلاق کے بعد شوہر دوبارہ بیوی بنانا چاہے یا بیوی کو الگ کرنا چاہے، دونوں صورتوں میں عورت کو تکلیف نہ پہنچائی جائے، مجبوری سمجھ کر خوش اسلوبی سے معاملات کرنے چاہئے، مثلا لڑکی کی برائی لوگوں کے سامنے نہ لائی جائے، یا لڑکی والے لڑکے کی برائی لوگوں کے سامنے نہ لائیں، قرآن مجید کہتا ہے: طلاق کے بعد یا تو بھلے طریقے سے بیوی کو روک رکھے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دے۔

(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۹)

۞ اسلام سے پہلے عورت کو صرف لذت حاصل کرنے کا آلہ سمجھا جاتا تھا اسی لئے جب اسے حیض آتا تو اسے بالکل الگ کر دیا جاتا، اس کا کھانا الگ، بستر الگ وغیرہ وغیرہ، قرآن مجید نے اس سوچ کو ختم کیا اور کہا کہ یہ عورت تمہاری زندگی کی ساتھی ہے اور تمہارے بچہ کی ماں ہے لہذا حیض کے زمانہ میں صرف جماع نہیں کر سکتے ہو، باقی ساتھ لٹا سکتے ہو، ساتھ کھانا کھا سکتے ہو وغیرہ اور پاکی کے بعد اسی حصے

۞ اسلام سے پہلے اہل عرب میں جو اپنے آپ کو بڑی ذات اور خاندان کا سمجھتے تھے وہ حج میں اس جگہ نہیں ٹھہرتے جس جگہ عام لوگ ٹھہرتے تو قرآن مجید نے اس سوچ کو ختم کیا اور کہا: تم اسی جگہ سے روانہ ہو جہاں سے عام لوگ روانہ ہوتے ہیں، اور اس گناہ پر اللہ سے معافی مانگو۔

(سورۂ بقرہ۔ع۔۲۵)

۞ اسلام سے پہلے عورتوں کو میراث میں کوئی حصہ نہیں دیا جاتا تھا قرآن مجید نے اس عمل کی تردید فرمائی اور فرمایا: اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، چاہے وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ۔

(سورۂ نساء۔ع۔۱)

۞ البتہ اسلام میں مرد کا حصہ عورت سے ڈبل ہے کیونکہ مرد پر کئی افراد کا خرچ ڈالا گیا جب کہ عورت کو تمام خرچ سے فارغ رکھا گیا بلکہ ملکہ کا مقام دیکر گھر میں سکون وعافیت کے ساتھ رکھ کر میراث میں سے حصہ دیا گیا، قرآن مجید کہتا ہے: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

(سورۂ نساء۔ع۔۲)

۞ اسلام سے پہلے لوگ اپنی سوتیلی ماں سے شادی کرنے کو کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے، قرآن مجید نے اس بے شرمی کو روک دیا اور فرمایا: اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا (کسی وقت) نکاح کر چکے ہوں، تم ان سے شادی مت کرو۔

(سورۂ نساء۔ع۔۳)

۞ اسلام میں شادی کا مقصد صرف جنسی خواہش (سیکس) پوری کرنا نہیں ہے، بلکہ اپنے آپ کو پاک دامن رکھنا اور ہونے والی اولاد کی بہترین تربیت کر کے نسل انسانی کو باقی رکھنا ہے، قرآن مجید کہتا ہے: ان عورتوں کو چھوڑ کر (جن سے تمہارا نکاح حرام ہے) تمام عورتیں حلال کر دی گئی ہیں بہ شرطیکہ تم اپنا مال خرچ کرو (مہر دو) تم ان سے باقاعدہ نکاح کا رشتہ قائم کر کے پاک دامن ہو، صرف شہوت نکالنا مقصود نہ ہو۔ (سورۂ نساء۔ع۔۴)

۞ اگر کسی نے کھانے کی دعوت کی ہے تو کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے جس سے میزبان کو تکلیف ہو، چنانچہ کھانے کے وقت سے پہلے جا بیٹھنا یا کھانے کے بعد دیر تک اس طرح بیٹھے رہنا جس سے میزبان کی آزادی میں خلل آئے اسلامی تہذیب کے خلاف ہے، ہاں اگر میزبان کی خوشی ہی جلدی آنے اور دیر تک بیٹھنے میں ہو تو کوئی حرج نہیں، قرآن مجید کہتا ہے: اور لیکن جب تمہیں بلایا جائے تب جاؤ اور جب کھا چکو تو اپنی اپنی راہ لو، اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو

(سورۂ احزاب۔ع۔۶)

۞ جس نبی نے پوری انسانیت کو مشکلی اور تکلیفوں سے نکالنے کے لئے طرح طرح کی مشقتیں برداشت کیں خاص کر اس پر بہو سے شادی کرنے کا الزام لگایا گیا، اس نبی پر درود پڑھو، یعنی اللہ تعالی سے دعا کرو کہ اے اللہ! تو محمد پر رحمت نازل فرما، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو، اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(سورۂ احزاب۔ع۔۷)

۞ جو اللہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آیا اس کو کثرت سے یاد کیا کرو، قرآن مجید کہتا ہے: اے ایمان والو! اللہ تعالی کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو۔

(سورۂ احزاب۔ع۔۶)

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا و ما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی اور ہم کبھی راہ نہ پاتے اگر اللہ ہم کو راہ نہ دکھاتا۔

مصنف کہ دیگر مطبوعات

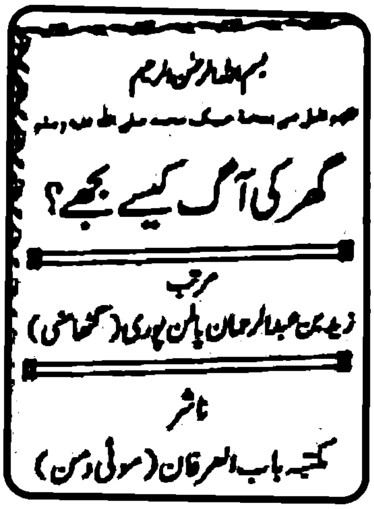

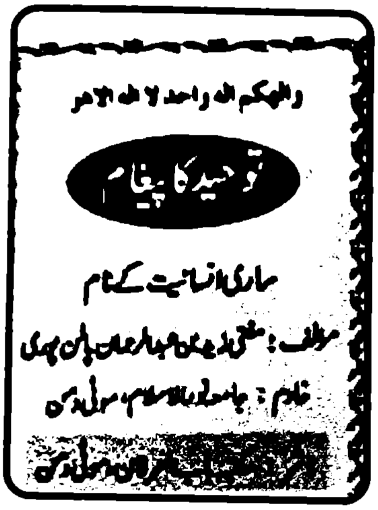

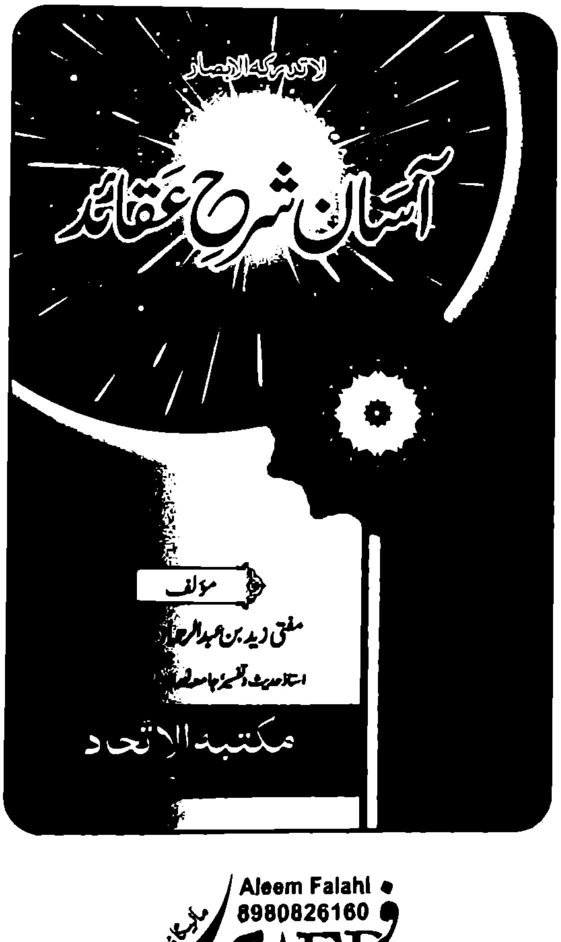

Aleem Falahi
8980826160
پرنٹرس
aleemfalahi6160@gmail.com